Uploaded by HBC for
urdufans.com

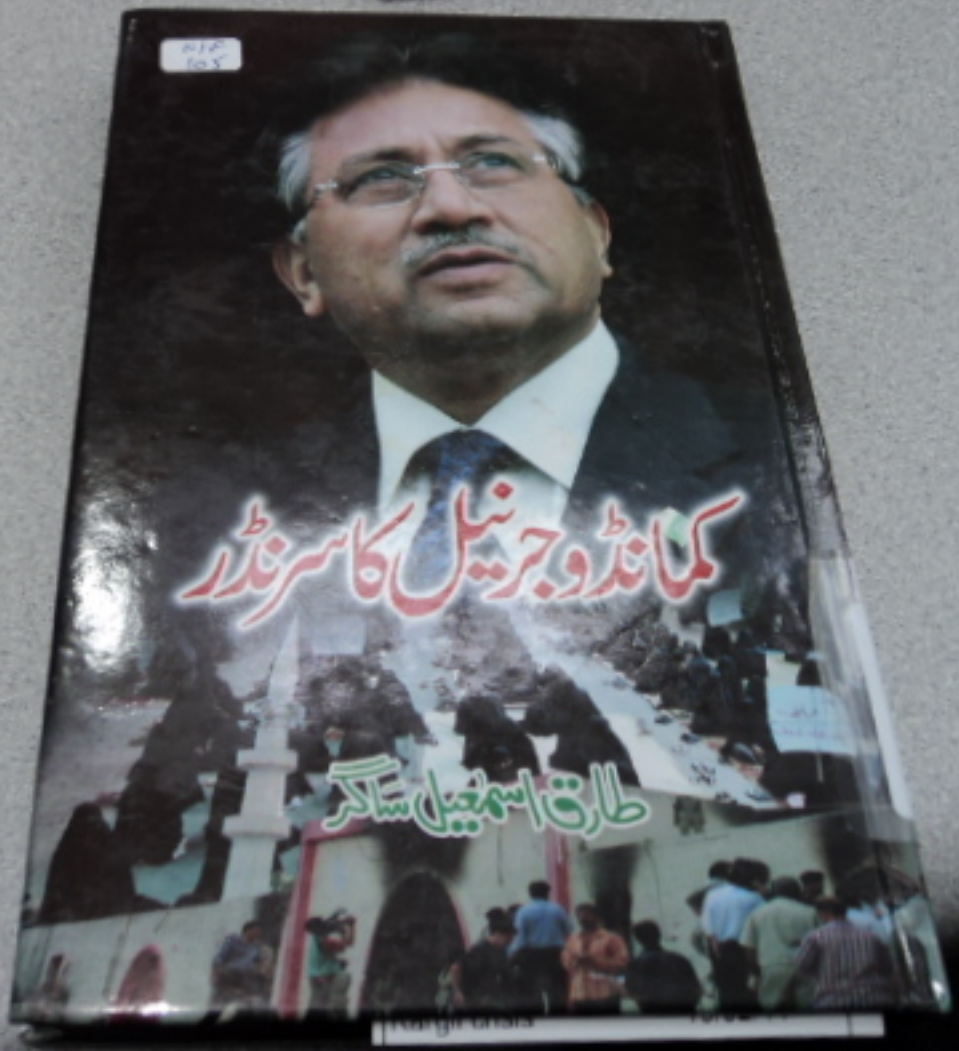

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کمانڈو جرنیل کا سرنڈر

طارق اسمٰعیل ساگر

طاہر سنز پبلشرز
۴۰۔ بی، اُردو بازار۔ لاہور
فون: 7234137 فیکس: 7312159
Website: www.tahirsonspublishers.com
E-mail: info@tahirsonspublishers.com

Uploaded by HBC for
urdufans.com

یہ کون بول رہا تھا خدا کے لہجے میں
یہ وقت کس کی رعونت پہ خاک ڈال گیا

(قتیل شفائی)

(جملہ حقوق محفوظ ہیں)

نام کتاب ۔۔۔ کمانڈو جرنیل کا سرنڈر
مصنف ۔۔۔ طارق اسمٰعیل ساگر
ٹائٹل ڈیزائن ۔۔۔ رامین امین
کمپوزنگ ۔۔۔ عاصم شہزاد (طاہر سنز آرٹ سیکشن)
ناشر ۔۔۔ سید فرحان زیدی
مطبع ۔۔۔ محمد سید شاہ پرنٹنگ پریس
سن اشاعت ۔۔۔ اگست 2008ء
قیمت ۔۔۔ -/250 روپے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

انتساب

جامعہ حفصہ کی پاکباز شہید بچیوں کے نام

جن کے مقدس لہو سے قرآنِ پاک کے اوراق رنگین ہو گئے

ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے صبر و استقامت کے نام

آمنہ سعید جنجوعہ کے نام

جنہوں نے غمِ ذات کو غمِ کائنات میں بدل کر ڈالروں کے عوض بردہ فروشی

کی بھینٹ چڑھنے والے اغواء شدہ پاکستانیوں کی بازیابی کا علم اُٹھایا

چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری اور ان ہزاروں وکلاء کے نام

جنہوں نے آگ اُگلتی سڑکوں اور بندوقوں کے سامنے صداقت کا علم بلند کیا

اور

زمین پر فرعون بنے ڈکٹیٹر کی رعونت کو پاؤں کی ٹھوکر مارنے

والے ہزاروں عورتوں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے نام

آپ کی قربانیوں، جانفشانیوں نے بالآخر آمرِ مطلق کو زمین چاٹنے پر مجبور کیا

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ترتیب

عرض مصنف	10
وقت کس کی رعونت پہ خاک ڈال گیا!	13
پرویز مشرف کا دور حکومت	21
مواخذے کی کہانی، اخبارات کی زبانی	25
مواخذہ کن وجوہات پر ہوسکتا ہے	38
حامیوں اور مخالفین کی تیاریاں	41
مواخذے کی آئینی حیثیت	43
مفاہمت کی اپیل	46
صدر، مواخذہ اور افواہیں	48
کنڈولیزا رائس کا بیان	50
اپنا اپنا پاکستان	52
فیصلہ کرلیا تو معزول جج فی الفور بحال کردیں	55
صدر استعفیٰ دے کر ملک کو بحران سے بچائیں	61
استعفیٰ یا مواخذہ؟ صدر وقت ضائع نہ کریں	65
محلاتی سازشیں نقطہ عروج کو چھونے لگیں	70
شہزادہ مقرن کی آمد اور	83
کس نے کب کیا کہا؟ مشرف کا مواخذہ، ججوں کی بحالی	94

Uploaded by HBC for
urdufans.com

جنرل (ر) مشرف کے نام لکھا گیا ایک خط 100
خون آشام بھیڑیے 111
امریکی جارحیت، ہوشربا مہنگائی اور بدامنی 116
فوجی کارروائی سے تبدیلی نہیں 124
پرویز مشرف کا فلسفہ دہشت گردی 130
کمانڈو جرنیل کی آمد 136
دوست نما دشمن 154
آپریشن گڈ نائٹ پلان 163
ٹریکل ڈاؤن اکانومی 169
حلوائی کی دکان، نانا جی کی فاتحہ 174
سیکنڈل ہی سیکنڈل 183
ایک مختصر تجزیہ 207
پاکستانی اور عالمی پریس کا استعفیٰ پر تبصرہ 222
صدر کا استعفیٰ، ایک درست فیصلہ 227
پرویز مشرف مستعفی ہوگئے، حکمران اتحاد کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں 231
بدلتا پاکستان اور امریکی سوچ 237

عرضِ مصنف

یہ کتاب جو آپ پڑھنے جا رہے ہیں راتوں رات تیار نہیں ہوئی نہ ہی یہ اخباری کالموں کا مجموعہ ہے۔ میں نے 19 فروری 2008ء کو یہ کتاب لکھنا شروع کی تھی جس روز الیکشن نتائج کا اعلان ہوا۔ مجھے اُمید تھی کہ کوئی باغیرت شخص خاص طور پر جس کا تعلق قابل فخر پاکستانی افواج سے بھی رہا ہو اس عوامی فیصلے کے بعد ہرگز کرسی اقتدار سے چمٹا نہیں رہے گا لیکن حیرت انگیز طور پر جنرل (ر) پرویز مشرف اس کے بعد بھی اپنی کرسی سے چمٹے رہے۔ آخری لمحات تک سازشوں میں مصروف رہے۔ ان کے نمک خوار آخری لمحات تک اپنی روایات کے مطابق جھوٹ بولتے رہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ 18 اگست کو ان کی تقریر سے بمشکل پندرہ منٹ پہلے بھی صدارتی ترجمان یہی کہتے رہے کہ صدر مستعفی نہیں ہو رہے۔

یہ کیسے ممکن تھا؟ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کی پاکباز بچیوں کا خون کیوں رنگ نہ لاتا؟ قبائلی ایجنسیوں میں جرنیلی دور کی دہشت گردی کا شکار معصوم اور بے گناہ بچوں کی قربانیاں ضائع کیسے جاتیں؟ کروڑوں پاکستانیوں کی بددعائیں جو وہ ضبط کی سی صورت حال کا شکار ہونے کے بعد کہا کرتے تھے مقبولیت کا درجہ کیوں نہ کرتیں؟

یہ کیسے ممکن تھا کہ مالک ارض و سما بھوک کے ہاتھوں بچوں سمیت خودکشیاں کرنے والوں کی حالت زار پر ظالموں کی گرفت نہ کرتا۔

ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور سینکڑوں پاکستانیوں کو ڈالروں کے عوض امریکہ کے ہاتھ

Uploaded by HBC for
urdufans.com

فروخت کرنے والے بروہ فروش اللہ کے عذاب سے کبھی نہیں بچ پائیں گے کہ اس کی لاٹھی
بے آواز لیکن جب سر پر لگے تو چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔

میں نے 18 اگست کو اس کتاب کا آخری باب لکھا تھا۔ میرے مستقل قاری
جانتے ہیں "نوائے وقت" میں اس حوالے سے میرے مضامین تسلسل سے شائع ہو رہے
تھے جن میں وہی کچھ لکھا گیا جو میرے اللہ نے کروکھایا کہ وہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔
سب کچھ۔

اگر کوئی نہیں جانتا تو جان لے کہ یہ عبرت کا مقام ہے! تو ہے کوئی عبرت حاصل
کرنے والا؟

محتاجِ دُعا

طارق اسمٰعیل ساگر

ti_sagar@yahoo mail.com

وقت کس کی رعونت پہ خاک ڈال گیا!

وقت کا پہیہ اُلٹا گھوم گیا۔ کمانڈو جرنیل جسے تکبر کی حد تک خود پر ناز تھا، بالآخر
پاکستانی عوام کے صبر کا شکار ہو گیا۔ دمِ رُخصت اس کی حالت دیدنی تھی، نہ کوئی ڈھول پیٹا
گیا نہ کوئی ہنگامہ ہوا، نہ گانے بجانے کی مخلوط محفل سجی کہ جس کے آپ بڑے شائق تھے۔
آخری لمحات میں ہمارا کمانڈو جرنیل بضد رہا کہ وہ قوم سے براہِ راست خطاب کرے گا لیکن
پی ٹی وی انتظامیہ اس کے ریکارڈ شدہ خطاب کرنے کا تقاضا کر رہی تھی جس پر صدارتی محل
نے پرائیویٹ چینلز کو بھی طلب کر لیا۔ یہ تھا اس صدر کا آخری لمحات میں حال جو 12 مئی کو
کراچی میں ہونے والے قتلِ عام کے جواب میں راولپنڈی کی جلسہ گاہ میں مکے لہرا رہا تھا
اور بآوازِ بلند کہہ رہا تھا کہ "آج ہم نے عوامی طاقت کا مظاہرہ کر دیا ہے۔ اگر کسی نے آئندہ
ایسی جرأت کی تو اس کا بھی یہی حشر ہوگا۔" یہ وہی صدر تھے جو پارلیمنٹ کو مکے دکھایا کرتے
تھے۔ جو لاہور کے مینارِ پاکستان پر کھڑے ہو کر دونوں مکے لہراتے ہوئے وارننگ دیا

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کرتے تھے۔ جنہیں امریکی صدر بش سے اپنی دوستی پر اتنا غرور تھا کہ جب انہیں مغربی اور امریکی میڈیا نے "مش" بہ وزن "بش" کہنا شروع کیا تو سی این این کی رپورٹر نے انہیں اس سے آگاہ کرتے ہوئے سوالیہ لہجے میں پوچھا کہ وہ اس سے آگاہ ہیں؟ تو صدر کی باچھیں کھل کھل گئیں۔ معمول کے مطابق آپ نے اپنا سینہ پھلاتے ہوئے کہا کہ "انہیں اس کا علم ہے۔" اور دیر تک مسکراتے رہے، رپورٹر حیرت سے صدر محترم کا چہرہ دیکھتی رہی۔

یہی وہ جنرل (ر) پرویز مشرف تھے جنہوں نے سانحہ لال مسجد، جس پر ساری قوم سکتے کی حالت میں تھی پر اظہار افسوس کرنے کے بجائے اسے حکومت کی "رٹ" بحال کرنے سے تعبیر کیا اور فرمایا تھا کہ "آئندہ بھی اگر کسی نے حکومت کی رٹ چیلنج کرنے کی کوشش کی تو اس کا یہی انجام ہوگا اور آج تک اپنے اس مؤقف پر قائم ہیں کہ انہوں نے لال مسجد کے ضمن میں جو کچھ کیا وہ بالکل صحیح تھا، بالکل اسی طرح جیسے انہوں نے امریکی حکومت کے ایک عہدیدار کے فون پر انتہائی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاکستان کے تمام دروازے امریکہ کے لئے کھول دیئے تھے جس پر سی آئی اے کے ڈائریکٹر نے حیرت زدہ لہجے میں کہا کہ "انہیں اتنی مراعات کی توقع ہرگز نہ تھی۔"

مسئلہ کشمیر اور افغانستان پر سابقہ صدر صاحب کے یوٹرن نے ساری پاکستانی قوم کو چکرا کر رکھ دیا اور دنیا کے ہر مہذب انسان نے حیرت اور دہشت کے عالم میں یہ خبر بھی سنی کہ پاکستان کی تسلیم کردہ افغان طالبان حکومت کے سفیر ملا ضعیف کو جو جنیوا کنونشن کا مکمل استحقاق رکھتے تھے، چوروں، ڈاکوؤں کی طرح پکڑ کر اور باندھ کر امریکیوں کو پیش کر دیا گیا۔

یہ وہ صدر محترم تھے جنہوں نے اپنی سوانح عمری میں اپنے اس کارنامے کا ذکر بھی فرمایا کہ انہوں نے درجنوں پاکستانی پکڑ کر امریکہ کے حوالے کئے اور ان کے بدلے ڈالروں سے جھولیاں بھریں۔ بردہ فروشی کا اس طرح کھلے بندوں اقرار تو بچوں کو اغوا کر کے فروخت کرنے والے بھی نہیں کیا کرتے۔ یہ وہ صدر محترم ہیں جنہوں نے مواخذہ کی تحریک کا اعلان سنتے ہی کہا تھا "میرا مواخذہ کیوں ہوگا؟ میں ذہنی یا جسمانی طور پر کیا محتاج ہو گیا

ہوں؟" ایسے ہی لوگوں کے لئے شاید کسی شاعر نے کہا تھا:

یہ کون بول رہا تھا خدا کے لہجے میں
یہ وقت کس کی رعونت پہ خاک ڈال گیا

اقتدار اللہ کا امتحان ہے، بڑی کڑی آزمائش ہے، یہ آزمائش انسان کو اشرف المخلوقات بھی بنا دیتی ہے اور تحت الثریٰ کی گہرائیوں میں گرا دیتی ہے۔ ہمارے کمانڈو جرنیل کو اب خاصی تنہائی میسر ہوگی اور امید ہے وہ اپنے ماضی کے کارناموں کا اب ٹھنڈے دل و دماغ سے جائزہ بھی لیں گے۔

جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف اگرچہ عوامی غم و غصہ کا شدید اظہار لال مسجد آپریشن کے فوری بعد شروع ہو گیا تھا لیکن پاکستانی عوام نے اس کا عملی ثبوت 18 فروری 2008ء کے انتخابات میں دیا۔ جنرل (ر) پرویز مشرف اس سے قبل کئی بار کہہ چکے تھے کہ اگر عوام کے نزدیک وہ ناپسندیدہ ہو گئے تو وہ مستعفی ہو جائیں گے مگر وہ گزشتہ دنوں تک اپنی بات سے منحرف ہوتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چیف آف آرمی سٹاف کا عہدہ بھی شدید عوامی دباؤ کے نتیجے میں چھوڑا تھا کیونکہ سیاسی جماعتوں کے دباؤ، جلاوطن رہنماؤں کی واپسی اور امریکہ نواز اقدامات سے ان کی مقبولیت کا گراف کافی نیچے گر گیا تھا اور ملکی و غیر ملکی اداروں کی جانب سے آئے روز ایسی رپورٹس آنی شروع ہو گئی تھیں جس میں ان کی ناپسندیدگی کے نمبرز میں اضافہ ہو رہا تھا۔

27 دسمبر 2007ء کو محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت کے بعد اگرچہ ملک کی سیاسی فضا سوگوار ہو گئی تھی اور انتخابات 8 جنوری کی بجائے 18 فروری تک ملتوی کر دیئے گئے جس میں جنرل (ر) پرویز مشرف کی سیاسی کور یعنی مسلم لیگ (ق) اور اس کی اتحادی جماعتوں کو حکومتی خرچ پر انتخابی مہم چلانے کا کافی وقت ملا لیکن اس کے باوجود قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں مشرف نواز جماعتوں کو بری طرح ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ اسی دوران وطن عزیز میں خودکش حملے بھی ہوتے رہے۔ انتخابات سے ایک روز قبل فاٹا میں

Uploaded by HBC for
urdufans.com

عوامی نیشنل پارٹی کے انتخابی دفتر کے سامنے ہونے والے حملے میں کئی افراد جاں بحق ہو گئے۔

انتخابات کے بعد یوں محسوس ہو رہا تھا کہ صدارتی کیمپ آفس میں حکومت سازی کے حوالے سے اہم فیصلے ہونے والے ہیں۔ ایک جانب جہاں پر بڑی سیاسی جماعتیں خاص کر پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) مخلوط حکومت بنانے کے لئے کام کر رہی تھیں تو دوسری جانب جنرل (ر) پرویز مشرف کے پیادے مسلم لیگ (ق) اور ایم کیو ایم کے لئے حکومت سازی کی سازشیں کر رہے تھے۔ تاہم تمام تر حکومتی ہتھکنڈوں اور سازشوں کے باوجود پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن)، عوامی نیشنل پارٹی اور جمعیت العلمائے اسلام (ف) نے چار جماعتی اتحاد قائم کر کے حکومت بنانے اور ملتان کے معروف سیاست دان اور پیپلز پارٹی کے رہنما سید یوسف رضا گیلانی کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ اگرچہ مسلم لیگ (ق) کے چوہدری پرویز الٰہی جو قائد حزب اختلاف بن گئے تھے، نے نئی حکومت کے لئے دعا کی اور مثبت کردار ادا کرنے کا عزم کیا تاہم در پردہ وہ بھی روایتی سیاست کرتے رہے۔ شیخ رشید احمد جنہوں نے مسلم لیگ (ق) سے علیحدگی اختیار کر کے عوامی لیگ بنائی تھی، نے حسب روایت اور حسب عادت پیشین گوئی کی کہ نئے انتخابات 2 ماہ میں ہو جائیں گے لیکن ان کی سابقہ کئی پیشین گوئیوں کی طرح یہ بھی غلط ثابت ہوئی۔

سابق صدر پرویز مشرف کے خلاف ایک اور محاذ ملک کی وکلاء برادری نے قائم کر رکھا تھا اور یہ محاذ 9 مارچ 2007ء سے قائم ہوا تھا جب پرویز مشرف نے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو عہدے سے ہٹا کر ان کے خلاف صدارتی ریفرنس دائر کر دیا تھا جس پر ملک میں شدید ردعمل سامنے آیا۔ ملک بھر کی وکلاء تنظیموں نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ احتجاج ہوا، مظاہرے ہوئے، عدالتوں کی تالہ بندی ہوئی۔ لانگ مارچ ہوئے اور اس سے ہٹ کر پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار چیف جسٹس نے سڑک کے ذریعے سفر کر کے عوام میں عدلیہ کی آزادی کے حوالے سے ایک ولولہ تازہ پیدا کیا۔ چیف

جسٹس کے ساتھ اس کارواں افتخار میں معروف وکلاء رہنما چوہدری اعتزاز احسن، منیر ملک، علی احمد کرد، جسٹس (ر) طارق محمود اور حامد خان کے علاوہ سیاسی جماعتوں کے کارکن، صحافی، طلبہ، مزدوروں اور محنت کشوں کی بڑی تعداد نے بھی شرکت کی۔ ملک کی مختلف بارز سے خطاب ہوا اور چند گھنٹوں کا سفر کئی گھنٹوں میں طے ہونے لگا۔ اسی دوران کراچی میں چیف جسٹس کی آمد پر 12 مئی 2007ء کا سانحہ ہوا۔ 3 نومبر 2007ء کو ایمرجنسی لگی لیکن اس کے باوجود آزاد عدلیہ کے حامی افراد نے اپنا راستہ نہیں بدلا۔ عوام نے جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف اپنی چارج شیٹ تیار کر لی تھی، فروری 2008ء کے انتخابات میں مسلم لیگ (ن) نے معزول ججوں کی بحالی کے حوالے سے الیکشن لڑا اور قائد مسلم لیگ (ن) نے اس حوالے سے الیکشن سے قبل اپنے امیدواروں سے ججوں کی بحالی کے حوالے سے حلف بھی لیا۔ انتخابات کے بعد میاں محمد نواز شریف اور آصف علی زرداری کے درمیان 9 مارچ کو اعلان مری ہوا جس میں دونوں قائدین نے نہ صرف مخلوط حکومت بنانے پر رضامندی ظاہر کی بلکہ یہ اعلان بھی کیا کہ حکومت بننے کے 30 روز کے اندر معزول ججوں کو بحال کیا جائے گا۔ یہ اصل میں جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف اقدام تھا جس کے لئے کچھ عرصے تک ایوان صدر میں سازشیں تیار ہوتی رہیں کہ حکومتی اتحاد کو اس کا موقع نہ ملے۔

مخلوط حکومت بننے کے بعد حکومتی اتحاد کی ایک اہم جماعت پیپلز پارٹی کی جانب سے ایسے اقدامات ہونے لگے جس سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اعلان مری سے منحرف ہو رہی ہے۔ دوسری جانب مسلم لیگ (ن) کی قیادت معزول ججوں کی بحالی کے مؤقف پر قائم تھی۔ اس سلسلے میں اتحادی جماعتوں کے قائدین کے درمیان اسلام آباد، رائے ونڈ، دوبئی اور لندن تک میں مذاکرات ہوئے لیکن بعض امور پر اختلافات پائے گئے۔ بالآخر اگست کے شروع میں دونوں بڑی جماعتوں یعنی پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) نے فیصلہ کیا کہ ججوں کی بحالی کے ایشو کو قدرے پس پشت ڈال کر پہلے جنرل (ر) پرویز مشرف کو اقتدار سے الگ کیا جائے اور اس بات پر دونوں جماعتوں میں کافی اتفاق تھا۔ واضح رہے کہ گزشتہ

Uploaded by HBC for
urdufans.com

چند مہینے میں پیپلز پارٹی کی قیادت بھی جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف ہو گئی تھی اور وہ ایوان صدر میں جیالے صدر کا خواب دیکھنے لگی تھی۔ اس سے قبل انتخابات کے فوری بعد پیپلز پارٹی کا مؤقف تھا وہ فوری طور پر جنرل (ر) پرویز مشرف کو اقتدار سے الگ نہیں کرنا چاہتے تاہم گزشتہ کچھ عرصے سے آصف علی زرداری نے سابق صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف جارحانہ رویہ اختیار کر لیا تھا اور انہیں ایوان صدر سے رخصت ہونے کے لئے کہا جانے لگا۔

اگست کا مہینہ اس حوالے سے بھی اہم بن گیا ہے کہ اس مہینے میں امریکہ کے انتہائی قریب رہنے والے دو پاکستانی آمروں کو اقتدار سے الگ ہونا پڑا۔ اس میں سے ایک یعنی جنرل محمد ضیاء الحق جو وردی میں تھے، 17 اگست 1988ء کو امریکی سفیر اور فوج کی اعلیٰ قیادت سمیت طیارے کے حادثے کا شکار ہو گئے تھے تو دوسری طرف امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کے دوسرے کردار یعنی جنرل (ر) پرویز مشرف سے بھی گزشتہ روز اقتدار چھین لیا گیا۔

یہاں پر ہم امریکہ کی منافقانہ دوستی کا بھی ذکر کرتے چلیں جو کل تک جنرل (ر) پرویز مشرف کو اپنا ایک اہم دوست کہتا تھا اور پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ایک اہم فرنٹ لائن اتحادی کا درجہ دے رکھا تھا، کی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس کی طرف سے یہ کہا گیا کہ ہم پرویز مشرف کو سیاسی پناہ دینے پر غور نہیں کر رہے۔ پرویز مشرف کے استعفیٰ کا معاملہ پاکستانیوں کو طے کرنا ہے۔ یہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ ہم نے تو صرف جمہوری انتخابات کی وکالت کی تھی۔ انہوں نے مزید کہا کہ امریکہ کی 3 نومبر کی ایمرجنسی کے خلاف تھا حالانکہ یہی امریکہ تھا جو پاکستان میں ایمرجنسی لگنے کے وقت خاموش تھا اور اسے پاکستان کا اندرونی معاملہ قرار دیتا تھا۔ یوں امریکہ نے ایک بار پھر ثابت کر دیا کہ اس نے ہمیشہ اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے پاکستان میں آمروں کی حمایت کی اور آج بھی اس کی یہی پالیسی ہے اور جب وہ اپنے منصوبوں کے خاتمے کے قریب ہوتا ہے تو اسے

یا تو منظر سے ہٹا دیا جاتا ہے یا پھر اس سے آنکھیں پھیر لی جاتی ہیں۔ ایوب خان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا اور یحییٰ خان کو بھی امریکی بے رخی کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان کے سیاست دانوں، عسکری قیادت اور عوام کو اب اس بات کا تہیہ کرنا ہوگا کہ وہ ریاستی، حکومتی اور عسکری سربراہوں کے چناؤ کے لئے امریکہ کی طرف دیکھنے کی بجائے صرف اور صرف اپنے مفادات کو ترجیح دیں گے اور ملکی مفادات کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

سابق صدر پرویز مشرف کے مستعفی ہونے سے قبل اور چارج شیٹ کی تیاری سے قبل پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے درمیان اگرچہ محفوظ راستے کے حوالے سے اختلافات پیدا ہو گئے تھے کہ ایک جماعت سابق صدر کو محفوظ راستہ دینا چاہتی تھی تو دوسری اس کے مواخذے، محاسبے اور مقدمات قائم کرنے کے حق میں تھی لیکن اس مشکل کو سعودی انٹیلی جنس سربراہ شہزادہ مقرن کی گزشتہ دنوں خصوصی آمد نے آسان کر دیا اور یہ طے پایا کہ پرویز مشرف کو محفوظ راستہ دے دیا جائے۔ اس حوالے سے یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ لوگ بھگ تین ماہ تک سعودی عرب میں قیام کریں گے اور اس کے بعد اپنی نئی رہائش گاہ یعنی چک شہزاد میں آ جائیں گے۔ سعودی عرب کی جانب سے رائل ایئر فورس کا خصوصی طیارہ چکلالہ بھیجا گیا، یوں ایک بار پھر سعودیہ نے پاکستان کی اعلیٰ قیادت کو وطن سے باہر لے جانے کے لئے اہم کردار ادا کیا۔

جنرل (ر) پرویز مشرف کے اقتدار سے الگ ہونے کے حوالے سے پاکستانی فوج کا ہم اگر جائزہ لیں تو وہ اس معاملے میں غیر جانبدار رہی اور پیشہ ورانہ آئینی و قانونی ذمہ داریوں کے تحت سویلین حکومت کے ساتھ رہی اور اس کا اظہار اگرچہ چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے 14 اگست کے دن ہی کر دیا تھا جب انہوں نے صدر کی تقریب کی بجائے وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کی تقریب میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ یہ خبر بھی آئی کہ انہوں نے پرویز مشرف کو 3 دن کے اندر مستعفی ہونے کو کہا تھا۔

سابق صدر کے خلاف چاروں اسمبلیوں نے عدم اعتماد کی تحریک پیش کر کے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

انہیں ایک واضح پیغام دے دیا تھا کہ اب انہیں عوامی حمایت حاصل نہیں اور وہ کل تک جو کہہ رہے تھے کہ ان کی مقبولیت ختم ہونے پر وہ صدر کا عہدہ بھی چھوڑ دیں گے۔ لہٰذا وہ وقت آ گیا تھا کہ وہ رخصت ہو جائیں اور ویسے بھی حکومتی اتحاد نے ان کے خلاف 20 الزامات کا انتخاب کر لیا تھا جس میں شدید ترین بدانتظامی، آئین کی خلاف ورزی، آئین کی دو بار معطلی، خارجہ پالیسی کی مد میں امریکہ کی طرف حد سے زیادہ جھکاؤ، لال مسجد آپریشن اور جمہوری اداروں کی تباہی وغیرہ شامل ہیں جبکہ بعض ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ پرویز مشرف کے خلاف جو الزامات لگائے گئے، ان کا ذکر تو انہوں نے اپنی کتاب ''ان دی لائن آف فائر'' میں کیا ہوا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے خلاف چارج شیٹ پہلے ہی تیار کر لی تھی۔ اگرچہ صدارتی کیمپ میں آخری دم تک یہ کوششیں کی گئیں کہ چارج شیٹ اور مواخذے کے عمل کی شدید مخالفت کی جائے، تاہم کمانڈو صدر نے آخرکار ہتھیار ڈال دیئے لیکن جاتے جاتے انہوں نے ''پاکستان کا خدا حافظ'' جیسا طنزیہ جملہ کہہ کر اور آخری بار قوم کو مکہ دکھا کر اپنے غصہ کا اظہار کیا۔

18 اگست 2008ء پاکستان کی سیاسی تاریخ کا ایک اہم ترین دن ہے جس دن قوم نے بالآخر 9 سالہ پرویزی آمریت سے نجات حاصل کی لیکن اب حکومتی اتحاد پر ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں کہ وہ نئے صدر کے انتخاب پر جلد متفق ہوں اور اسے صرف دستوری و آئینی فرائض تک محدود رکھا جائے۔ ججوں کو فی الفور بحال کرنے کا اعلان کیا جائے، جنرل (ر) پرویز مشرف کے 9 سالہ پالیسیوں سے متعلق جوابدہی کے لئے ٹریبونل قائم کیا جائے، خارجہ پالیسی کو از سر نو تشکیل دے کر غیروں کی جنگ سے اپنے آپ کو علیحدہ کیا جائے جبکہ صحیح معنوں میں جمہوری حکومت کا حق ادا کر کے عوام کو مہنگائی، بیروزگاری، امن و امان کی خراب صورت حال سے نجات دلائی جائے، مستقبل میں ممکنہ دستوری اداروں کے ٹکراؤ سے بچنے کے لئے ملک کو صرف اور صرف آئین اور دستور کے تحت چلنے دیا جائے، تب ہی پاکستان کی جیت ہوگی، حقیقی فتح ہوگی۔

پرویز مشرف کا دورِ حکومت

جنرل (ر) پرویز مشرف 11 اگست 1943ء کو دہلی (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سینٹ پیٹرک سکول کراچی سے حاصل کی جبکہ 1958ء میں فارمن کرسچن (ایف سی) کالج لاہور سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ انہوں نے دہلی یونیورسٹی سے میڈیا مینجمنٹ کا کورس بھی کیا۔ ریاضی ان کا پسندیدہ مضمون ہے۔ وہ شروع سے شرارتی اور دوسروں سے ممتاز رہنے کے خواہش مند تھے۔

جنرل (ر) پرویز مشرف نے 1961ء میں فوج میں شمولیت حاصل کی اور پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں ابتدائی فوجی تربیت حاصل کی۔ 1964ء میں انہوں نے کمیشن حاصل کیا اور آرٹلری رجمنٹ میں پوسٹنگ ہوئی۔ بعد میں انہوں نے سپیشل سروسز گروپ کو جوائن کیا اور ایک کمانڈو کی حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ فوجی زندگی کے دوران انہوں نے کمانڈ و اینڈ سٹاف کالج کوئٹہ، نیشنل ڈیفنس کالج راولپنڈی اور رائل کالج

Uploaded by HBC for
urdufans.com

آف ڈیفنس سٹڈیز برطانیہ سے پیشہ ورانہ اُمور میں مہارت حاصل کی۔ 1965ء کی جنگ
کے دوران ایئر منگوری لئے چھٹی پر جانے کی وجہ سے انہیں کورٹ مارشل کا خطرہ تھا
بھارت کے خلاف جنگ میں بہادری کا مظاہرہ کرنے پر یہ خطرہ ٹل گیا۔ 1971ء کی جنگ
میں انہوں نے کمانڈو کی حیثیت سے ایک کمپنی کی کمانڈ کی جسے مشرقی پاکستان جانے کا حکم
تاہم فضائی سروس معطل ہونے کے باعث انہیں پنجاب میں تعینات کر دیا گیا۔ 15 دسمبر
1991ء کو انہیں میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دے دی گئی اور انہیں انفنٹری ڈویژن کی
کمانڈ کرنے کو کہا گیا۔ 21 اکتوبر 1995ء کو پرویز مشرف کی لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے
پر ترقی ہوئی اور فرسٹ کور کی کمانڈ کی۔ 7 اکتوبر 1998ء میں جنرل جہانگیر کرامت کے
مستعفی ہونے کے بعد انہیں اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے 3 سینئر فوجی
افسران کو بائی پاس کرتے ہوئے انہیں چیف آف آرمی سٹاف مقرر کیا، اگلے سال جون
1999ء میں کارگل جنگ کا آغاز ہوا جس سے اس وقت کی سویلین حکومت اور عسکری
قیادت کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تاہم بل کلنٹن کی مداخلت پر 4 جولائی 1999ء کو
کارگل کے مسئلے پر پاکستان کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ جنرل (ر) پرویز مشرف 28 نومبر 2007ء کو
بحیثیت چیف آف آرمی عہدے سے سبکدوش ہوئے اور پاک فوج کی کمان جنرل اشفاق
پرویز کیانی کے حوالے کر دی۔ جنرل (ر) پرویز مشرف کو فوجی عہد میں تمغہ بسالت، ہلال
امتیاز (ملٹری) اور نشان امتیاز (ملٹری) ملا۔

12 اکتوبر 1999ء کو اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے پرویز
مشرف کو بطور چیف آف آرمی سٹاف برطرف کیا اور جنرل ضیاء الدین بٹ کو نیا چیف آف
آرمی سٹاف مقرر کیا، تاہم پرویز مشرف نے سری لنکا سے پرواز کرنے والے طیارے سے
ہی اپنے خاص کمانڈرز کو حکم دیا جنہوں نے وزیر اعظم نواز شریف کی حکومت کو بے بس کر دیا
اہم تنصیبات پر فوج نے قبضہ کر لیا اور رات گئے جنرل (ر) پرویز مشرف نے مسلم لیگ
(ن) کی منتخب حکومت کو برطرف کر کے تمام اختیارات سنبھال لئے۔ شریف برادران کو

گرفتار کر لیا گیا۔ 20 جون 2001ء کو صدر کا عہدہ بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ یوں ان
کے پاس بیک وقت چار عہدے (چیف آف آرمی سٹاف، چیئرمین جوائنٹ چیفس، چیف
ایگزیکٹو اور صدر) آ گئے۔ انہوں نے اپنے غیر آئینی اور غیر قانونی حیثیت کو تحفظ دینے
کے لئے صدارتی ریفرنڈم کرایا اور مسلم لیگ (ق) کی صورت میں بھگوڑے سیاست دانوں
کی ایک جماعت بنا کر قومی اور صوبائی انتخابات کروائے جس نے 15 نومبر 2007ء تک
پرویز مشرف کی پالیسیوں کی اعلانیہ حمایت کی اور اسمبلیوں کے خاتمے کے بعد بھی ایوان
صدر کے گرد منڈلاتے رہے۔

جنرل (ر) پرویز مشرف کی انتہا پسندانہ پاکستان مخالف پالیسیوں کے باعث
ملک میں عوام کی ایک معقول تعداد ان کے خلاف ہو گئی اور ان سے نجات حاصل کرنے
کے لئے ان پر 3 بار قاتلانہ حملے ہوئے۔ پہلا حملہ 14 دسمبر 2003ء، دوسرا حملہ 25
دسمبر 2003ء جبکہ تیسرا حملہ 17 جولائی 2007ء کو ہوا۔ یہ تینوں حملے وفاقی دارالحکومت
اور جڑواں شہر راولپنڈی میں ہوئے تاہم وہ خوش قسمتی سے بچ گئے اس کے علاوہ سیکورٹی
فورسز اور خفیہ اداروں نے ایسے کئی افراد کو گرفتار کیا جو ان پر حملے کرنے کے منصوبے بنا
رہے تھے۔

جنرل (ر) پرویز مشرف نے اپنے 9 سالہ دور میں 5 وزرائے اعظم کے ساتھ
کام کیا جن میں میر ظفر اللہ خان جمالی، چوہدری شجاعت حسین، شوکت عزیز، محمد میاں سومرو
اور یوسف رضا گیلانی شامل ہیں تاہم ماسوائے آخر الذکر کے باقی تمام وزرائے اعظم کا
کردار محض ربڑ سٹمپ کا تھا اور تمام فیصلے ایوان صدر سے کئے جاتے تھے۔

جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف عوامی چارج شیٹ میں امریکہ کا اتحادی بننا
دہشت گردی کی جنگ کو پاکستان لانا، دستوری و آئینی اداروں کو تباہ کرنا، پاکستانی عوام اور
پیرا ملٹری فورسز کو ناحق مروانا، شہریوں کو القاعدہ اور طالبان کے الزام میں امریکہ کے حوالے
کرنا، مقبول سیاسی قیادت کو ملک میں آنے سے روکے رکھنا، افغانستان کے ساتھ تعلقات

Uploaded by HBC for
urdufans.com

خراب کرنا، کشمیر کاز کو نقصان پہنچانا، چیف جسٹس کے خلاف صدارتی ریفرنس لانا، لال مسجد
آپریشن، لاپتہ افراد کی تعداد میں ہوشربا اضافہ، 3 نومبر کی ایمرجنسی، این آر او اور ستر ہوئے
ترمیم اور لیب زادوں کو نوازنا شامل ہیں۔ تاہم ان تمام الزامات کا سامنا کرنے کی بجائے
کمانڈو جرنیل نے محفوظ طور پر اقتدار سے الگ ہونا پسند کیا جس کے ساتھ ہی دور پرویزیت
کا خاتمہ ہو گیا۔

مواخذے کی کہانی، اخبارات کی زبانی

مذاکرات کامیاب رہے، سندھ ہائی کورٹ کے 8 ججوں کی تقرری کا نوٹیفکیشن جاری نہ کرنے کا فیصلہ ججز کی بحالی اور مشرف کا مواخذہ ایک ساتھ ہوگا، آج اعلان ہوسکتا ہے۔

ججوں کی بحالی کی سمری پر مسلم لیگ (ن) کی ناراضگی، بات چیت میں کافی دیر تک تعطل۔

نواز زرداری طویل مذاکرات، تفصیلات کا اعلان آج ہوگا معاملات طے پا گئے۔

مذاکرات کے تین دور، پہلے دور میں فضل الرحمان بھی شریک ہوئے، اے این پی کا کوئی رہنما نہیں آیا، آخری دور رات گئے تک جاری رہا، بات چیت میں تعطل پر زرداری

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کا نواز شریف کو فون، خود جناب زرداری آئے کی پیش کش اور مذاکرات میں شمولیت کی درخواست۔ نواز، زرداری وزیر اعظم سے بھی ملے۔ مواخذے اور ججوں کی بحالی کی قرارداد پیٹ کے روان اجلاس میں پیش ہو سکتی ہے۔ جوری مسودہ تیار۔ نواز، زرداری آج سہ 3 بجے پریس کانفرنس سے خطاب کریں گے۔ کہیں ہمارا مواخذہ نہ ہو جائے، فضل الرحمان۔ وزیر اعظم نے فاروق نائیک کی سربراہی کی، متحدہ نے مواخذے کی حمایت سے انکار کر دیا۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 17 اگست 2008ء)

11 اگست کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوگا، اسی روز پنجاب 12 کو سرحد، 13 کو سندھ اور 15 کو بلوچستان اسمبلی میں قرارداد کے ذریعے مشرف سے اعتماد کا ووٹ لینے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

مشرف کے مواخذے کا اعلان، اس کے بعد تمام جج اعلان مری کے مطابق بحال ہوں گے، حکمران اتحاد۔

اعتماد کا ووٹ نہ لیا اور مستعفی نہ ہوئے تو مواخذے کے لئے تحریک پارلیمنٹ میں پیش کریں گے، مشرف پر مقدمہ چلانے کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے گی، این آر او کی فکر نہیں، 8 سال قید رہا اور پھانسی گھاٹ دیکھ چکا ہوں، زرداری۔ اب 58 ٹو بی کا اختیار استعمال کیا جا سکتا ہے نہ مواخذے پر کسی بیرونی قوت سے این او سی لینے کی ضرورت ہے، وزراء کی حکومت میں واپسی کے بارے میں آج فیصلہ کر لیا جائے گا، نواز شریف، مشرف ملک کے لئے سنگین خطرہ بن چکے ہیں، فضل الرحمن، قائد ارکان نے بھی مواخذے کی حمایت کر دی۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 18 اگست 2008ء)

مشترکہ اعلامیہ کا متن:

چار جماعتی حکمران اتحاد نے صدر پرویز مشرف کا مواخذہ کرنے اور اعلان مری کے مطابق معزول ججوں کو بحال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلے کا اعلان پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری نے بیان زرداری ہاؤس میں مسلم لیگ (ن) کے قائد محمد نواز شریف کے ہمراہ مشترکہ پریس کانفرنس میں مشترکہ اعلامیے کے ذریعے کیا۔ مشترکہ اعلامیے کا متن درج ذیل ہے۔

اسلام آباد اور کراچی میں گزشتہ تین سے زائد دنوں میں حکمران اتحاد کے مشترکہ اجلاسوں میں حلیف جماعتوں نے اپنے اس عزم کا اعادہ کیا کہ جمہوری قوتیں حقیقی جمہوریت کی جانب پیش رفت کے لئے مل کر کام کریں گی۔ 18 فروری 2008ء کو پاکستان کے عوام نے جمہوری قوتوں کے حق میں ایک واضح مینڈیٹ دیا اور کنگز پارٹی کو شکست دے کر جنرل مشرف کو اقتدار سے نکالنے کے ذریعے تبدیلی کے لئے ووٹ دیا۔ اپنے اس ٹھوس وعدے کے باوجود کہ اگر ان کی جماعت انتخابات میں شکست کھا گئی تو مستعفی ہو جائیں گے، وہ صدر کے منصب سے چمٹے رہے۔ سبکدوش ہونے والی پارلیمنٹ سے 17 اکتوبر کو اپنے انتخاب کی آئینی حیثیت سے قطع نظر انہوں نے اپنے اتارنی کے ذریعے عدالت عظمیٰ کے سامنے یہ ٹھوس وعدہ کیا کہ وہ نئی منتخب اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کریں گے مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ وہ نئی پارلیمنٹ سے خطاب کرنے میں بھی ناکام رہے جو آئین کے آرٹیکل 56 کے تحت ضروری ہے۔ گزشتہ آٹھ برسوں کے دوران جنرل مشرف کے معاشی پالیسیوں کے باعث پاکستان معاشی بدحالی کے کنارے پر پہنچ چکا ہے۔ ان کی پالیسیوں کے ناکامی اور نااہلی کے باعث ملک اپنی تاریخ کی بجلی کی بدترین قلت کا شکار ہے۔ ان کی پالیسیوں سے وفاق کمزور ہو چکا ہے اور قومی اداروں پر سے عوام کا اعتماد اُٹھ گیا ہے۔ انہوں نے کنگز پارٹی کے ساتھ سازشوں کے ذریعے جمہوریت کی جانب تبدیلی کے عمل کو کمزور کرنے کی کوشش کی جسے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

مشترکہ اعلامیہ کا متن:

چار جماعتی حکمران اتحاد نے صدر پرویز مشرف کا مواخذہ کرنے اور اعلان مری کے مطابق معزول ججوں کو بحال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلے کا اعلان پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد محمد نواز شریف کے ہمراہ مشترکہ پریس کانفرنس میں مشترکہ اعلامیہ کے ذریعے کیا۔ مشترکہ اعلامیہ کا متن درج ذیل ہے۔

اسلام آباد اور کراچی میں گزشتہ تین سے زائد دنوں میں حکمران اتحاد کے مشترکہ اجلاسوں میں حلیف جماعتوں نے اپنے اس عزم کا اعادہ کیا کہ جمہوری قوتیں حقیقی جمہوریت کی جانب پیش رفت کے لئے مل کر کام کریں گی۔ 18 فروری 2008ء کو پاکستان کے عوام نے جمہوری قوتوں کے حق میں ایک واضح مینڈیٹ دیا اور کنگز پارٹی کو شکست دے کر جنرل مشرف کو اقتدار سے نکالنے کے ذریعے تبدیلی کے لئے ووٹ دیا۔ اپنے اس خصوصی وعدے کے باوجود کہ اگر ان کی جماعت انتخابات میں شکست کھا گئی تو مستعفی ہو جائیں گے، وہ صدر کے منصب سے چمٹے رہے۔ سبکدوش ہونے والی پارلیمنٹ سے 17 اکتوبر کو اپنے انتخاب کی آئینی حیثیت سے قطع نظر انہوں نے اپنے اقتدار کے ذریعے عدالت عظمیٰ کے سامنے پر خلوص وعدہ کیا کہ وہ نئی منتخب اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کریں گے مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ وہ نئی پارلیمنٹ سے خطاب کرنے میں بھی ناکام رہے جو آئین کے آرٹیکل 56 کے تحت ضروری ہے۔ گزشتہ آٹھ برسوں کے دوران جنرل مشرف کے معاشی پالیسیوں کے باعث پاکستان معاشی بدحالی کے کنارے پر پہنچ چکا ہے۔ ان کی پالیسیوں کے ناکامی اور نااہلی کے باعث ملک اپنی تاریخ کی بدترین قلت کا شکار ہے۔ ان کی پالیسیوں سے وفاق کمزور ہو چکا ہے اور قومی اداروں پر سے عوام کا اعتماد اٹھ گیا ہے۔ انہوں نے کنگز پارٹی کے ساتھ سازشوں کے ذریعے جمہوریت کی جانب تبدیلی کے عمل کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 7 اگست 2008ء)

19 اگست کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوگا، اسی روز پنجاب 12 کو سرحد، 13 کو سندھ اور 15 کو بلوچستان اسمبلی میں قرارداد کے ذریعے مشرف سے اعتماد کا ووٹ لینے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

مشرف کے مواخذے کا اعلان، اس کے بعد تمام جج اعلان مری کے مطابق بحال ہوں گے، حکمران اتحاد۔

اعتماد کا ووٹ نہ لینے پر مشرف کا مواخذے کے لئے تحریک پارلیمنٹ میں پیش کریں گے، مشرف پر فرد جرم عائد کرنے کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے گی، این آر او کی قانونی حیثیت کا فیصلہ بھی پارلیمنٹ کرے گی، اعلان مری کے مطابق ججوں کی بحالی، زرداری۔ اب 58 ٹو بی کا اختیار استعمال کرنے کا کوئی جواز نہیں رہا، مواخذے پر کامیابی کی صورت میں دو تہائی اکثریت سے این او سی لینے کی ضرورت ہے، زرداری

عدلیہ میں بحالی کے بارے میں آج فیصلہ کر لیا جائے گا، نواز شریف، مشرف ملک کے لئے خطرہ بن چکے ہیں، فضل الرحمٰن، تاجر رہنماؤں نے بھی مواخذے کی حمایت کر دی۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 8 اگست 2008ء)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

پاکستان کی عوام نے مسترد کر دیا۔ ان وجوہات اور نئی منتخب اسمبلیوں سے اعتماد کا ووٹ
حاصل کرنے میں ان کی ناکامی کے باعث حلیف قیادت اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ
آئین کے آرٹیکل 97 کے تحت جنرل مشرف کے خلاف مواخذے کی تحریک لانا ضروری
ہو گیا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل میں چاروں نو منتخب صوبائی اسمبلیاں صدر کے اختیارات
کے لئے ایکٹورل کالج کا حصہ ہونے کی حیثیت سے قراردادیں پیش کریں گی جن میں
مطالبہ کیا جائے گا کہ جنرل مشرف کو عدالت عظمیٰ کے سامنے کئے گئے ان کے وعدے
کے مطابق فوری طور پر اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا چاہئے۔ حلیف قیادت نے فیصلہ کیا ہے
کہ مواخذے کی کارروائی فوری طور پر شروع کی جائے گی۔ حلیف قیادت جنرل مشرف
کے خلاف ایک چارج شیٹ پیش کرے گی۔ حلیف قیادت نے صدر کے مواخذے کے
فوری بعد اعلان مری کے مطابق جنرل مشرف کی جانب سے 3 نومبر 2007ء کو غیر
آئینی اقدامات کے ذریعے معزول کئے گئے تمام ججوں کو بحال کرنے کے اپنے عزم کا
بھی اظہار کیا۔ اجلاس میں چارٹر آف ڈیموکریسی پر عملدرآمد کرنے، ملک کو آئینی حکمرانی
کی راہ پر ڈالنے، آئین کی بالادستی بحال کرنے، عدلیہ کی آزادی، قانون کی حکمرانی اور
معاشی بحران پر قابو پانے جو حکمران اتحاد کو 31 مارچ 2008ء کو ورثے میں ملا، قیمتوں
میں اضافے، بے روزگاری، غربت اور لوڈشیڈنگ کی مشکلات پر قابو پانے کے لئے
کردار ادا کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ حکمران اتحاد نے فاٹا اور صوبہ سرحد کی خراب صورت
حال کو پارلیمنٹ میں اتفاق رائے کے ذریعے وضع کی گئی پالیسیوں کے ساتھ بہتر بنانے
سے بھی اتفاق کیا۔ خطوط قیادت نے ملک میں حقیقی جمہوریت بحال کرنے کے لئے اپنے
پختہ عزم کا اظہار کیا جس میں 17 ویں ترمیم کا خاتمہ شامل ہے جس کا ذکر چارٹر آف
ڈیموکریسی میں ہے تاکہ ملک میں 1973ء کی بنیاد پر حقیقی وفاقی پارلیمانی نظام بحال کیا
جا سکے۔ اعلان مری کے مطابق ججوں کی بحالی کے لئے حلیف جماعتوں کے فیصلے کے
ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی نے مسلم لیگ (ن) سے کابینہ میں دوبارہ

شامل ہونے کی درخواست کی ہے۔

(روزنامہ جنگ، 8 اگست 2008ء)

مشرف نے دہشت گردی کے خلاف امریکی امداد میں اربوں روپے خورد برد کئے، آصف زرداری۔

امریکہ پاکستان کو سالانہ ایک بلین ڈالر کی فوجی امداد دیتا رہا، مشرف فوج کو صرف 250 سے 300 ملین ڈالرز دیتے رہے، باقی 7 سو بلین ڈالرز کہاں گئے، ہو سکتا ہے آئی ایس آئی کے خراب افراد نے فائدہ اٹھایا ہو۔ یہ امداد مشرف اپنی کسی سکیم کے لئے حاصل کرتے رہے، تحقیقات کر رہے ہیں، فاٹا میں تنازعات کو جنم دے کر ہمارے لئے بارودی سرنگیں بچھائیں، جانتا ہوں زندگی کو خطرہ ہے، برطانوی اخبار کو انٹرویو، گورنر پنجاب سے گفتگو۔

(روزنامہ ایکسپریس لاہور، 11 اگست 2008ء)

پاکستانیوں کی فروخت، لال مسجد کا قتل عام، عدلیہ کی معزولی، آئین کی معطلی، بے نظیر کی شہادت، 8 نکاتی چارج شیٹ آج پیش ہوگی۔

نواز شریف حکومت کی معزولی، ڈاکٹر قدیر ایشو، وفاق کو کمزور کرنے کے الزامات بھی مسودے میں شامل، چارج شیٹ اتنی مضبوط ہے کہ مشرف سامنا نہیں کر سکیں گے، نائیک۔ صدر کو محفوظ راستہ دینے کا فیصلہ اتحادی جماعتوں کے سربراہ کریں گے، شیری رحمان۔ چارج شیٹ کئی سو صفحات پر مشتمل ہوگی، احسن اقبال۔ بہتر ہے مشرف استعفیٰ دے دیں، اسحاق ڈار۔ قومی اسمبلی کا اجلاس آج شروع ہوگا، مشرف کے خلاف قرارداد منظور کرائی جائے گی، حکمران اتحاد نے مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کا اجلاس بلا لیا۔

(روزنامہ ایکسپریس لاہور، 11 اگست 2008ء)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

مشرف نے کشمیر کا سودا کیا، ڈاکٹر قدیر کو امریکی خوشنودی کے لئے
استعمال کیا گیا، القاعدہ۔
پاکستان سے جذباتی لگاؤ ہے، لاتعلق نہیں رہ سکتے، عوام جہاد کے لئے
اُٹھ کھڑے ہوں، اللہ ابھری کی آڈیو پیغام میں چارج شیٹ۔
(روزنامہ ایکسپریس لاہور 11 اگست 2008ء)

پرویز مشرف نے امریکی امداد میں سالانہ 501/2 ارب کا غبن کیا،
آصف زرداری۔
امریکہ سے سالانہ ایک ارب ڈالر ملتے لیکن فوج کو 250 سے 300 ملین ڈالرز
کی ادائیگی ہونی تھی، موجودہ حکومت کو سیٹاڈ کرنے کی کوششوں نے ہمیں صدر کے
مواخذے پر مجبور کیا۔ صدر پرویز نے جنگی مصیبت تباہی، تمام رقم خرچ کر دی گئی تاکہ ہمیں
قرضے مانگنا پڑیں، ممکن ہے غبن شدہ رقم غیر قانونی سیاسی سرگرمیوں کے لئے استعمال ہوئی
ہو، برطانوی اخبار کا انکشاف۔
(روزنامہ جنگ لاہور، 11 اگست 2008)

صدر پرویز نے فیصلہ کر لیا، ڈٹ کر مقابلہ کریں گے، ق لیگ۔ اگر
صدر غیر آئینی ہیں تو پارلیمنٹ اور وزیراعظم بھی غیر آئینی ہیں،
الطاف حسین۔

پرویز مشرف نے کوئی کرپشن کی نہ کوئی غیر آئینی اقدام کیا ہے، ہم مواخذے کی
تحریک لانے والوں کا ڑاکی کریں گے، فوج صرف پاکستان کے ساتھ ہے، بے نظیر کی اپنے
بیٹے سے خفیہ اکاؤنٹس کے بارے میں گفتگو کی ٹیپ امریکہ کے پاس ہے۔ حکمران اتحاد
بقدر گروپ تھے، ملک میں مہنگائی، لاقانونیت، بے روزگاری عام ہے، لوگ سیلاب سے م
رہے ہیں، یہ لوگ مواخذے کی تحریک کے پیچھے پڑے ہیں، شجاعت، پرویز الٰہی، مشاہد کی

پریس کانفرنس، الطاف کا ٹیلی فونک خطاب۔
(روزنامہ جنگ لاہور، 11 اگست 2008ء)

پنجاب اسمبلی نے دامن پر لگے داغ دھو ڈالے، پنجاب کی پگ
دوبارہ عوام کے سر پر رکھ دی، ہر غلط کام کا حساب ہوگا، شہباز
شریف۔

اعتماد کا ووٹ یا استعفیٰ، پنجاب اسمبلی میں قرارداد منظور، ق لیگ کے
39 ارکان کے بھی صدر کے خلاف ووٹ۔

مشرف صدر کا آفس سنبھالنے کے اہل نہیں، انتخاب پر اعتراضات موجود ہیں،
دوبارہ آئین معطل کیا، جمہوریت کی پٹڑی سے اُتارا، صوبوں کے درمیان تنازعات کو اُبھارا،
قرارداد میں الزامات۔ فاروڈ بلاک کے 34 ممبران سمیت 321 ارکان نے قرارداد کی
حمایت، 25 نے مخالفت میں ووٹ دیا، مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کے 5 ارکان سمیت
23 غیر حاضر رہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور، 12 اگست 2008ء)

دُنیا کو بتا دیا پاکستان میں استحکام صرف جمہوریت سے آئے گا،
ہماری حکمت عملی کی وجہ سے آج پرویز مشرف اکیلے ہو گئے، آصف
زرداری۔

جنرل پرویز کا مواخذہ کرنا پارلیمنٹ کا حق ہے، افواہیں پھیلانے
والے میرے نہیں جمہوریت کے قاتل ہیں، اجلاس سے خطاب اور
گفتگو۔

زرداری پر حملے کی افواہ، اسٹیبلشمنٹ نے گندا کھیل شروع کر دیا۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کراچی، حیدر آباد، سکھر، لاڑکانہ کے مختلف علاقوں میں ہوائی
فائرنگ، کاروبار بند، خوف و ہراس۔
(روزنامہ جنگ لاہور، 12 اگست 2008)

ثبوت جلد سامنے لاؤں گا، پیپلز پارٹی اہم عہدوں پر من پسند افراد
لانا چاہتی تھی، پرویز مشرف۔
قوم کے سامنے الزامات کو جھوٹ ثابت کروں گا، دو تین روز میں
رونما ہونے والے واقعات سے قوم کو سب پتا چل جائے گا۔
(روزنامہ جنگ لاہور، 12 اگست 2008ء)

ایوان میں "گو مشرف گو" کے نعرے گونجتے رہے، مسلم لیگ ن کی
خاتون رکن نے صدر کی تصویر پھاڑ دی، محفوظ راستہ دینے کی بجائے
غداری کا مقدمہ چلایا جائے، صابر شاہ۔
سرحد اسمبلی کا بھی مشرف پر عدم اعتماد، قرارداد کے حق میں 107،
مخالفت میں 9 ووٹ۔
124 ارکان پر مشتمل ایوان میں 13 ارکین غیر حاضر رہے، مشرف نے دو بار
آئین کو معطل کر کے تہہ و بالا کیا، صوبوں کے درمیان تناؤ بڑھایا جس سے وفاق کمزور ہوا
اعتماد کا ووٹ لیں یا استعفیٰ دیں بصورت دیگر پارلیمنٹ انہیں مواخذے کا نوٹس دے
قرارداد۔ قرارداد کی مخالفت کرنے والے چاروں ارکان کا تعلق ق لیگ سے ہے، ایم
کیو ایم اور آزاد ارکان نے بھی قرارداد کے حق میں ووٹ دیا، مسلم لیگ ن اور ق لیگ کی
خواتین ارکان میں چھینا جھپٹی، نعرہ بازی اور کرسیاں مسلسل شور مچاتی رہیں۔
(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 13 اگست 2008ء)

فوج اور آئی ایس آئی اب سیاست میں ملوث نہیں، نیا صدر 58 ٹو بی
ختم کرنے کا تحفہ دے گا، زرداری۔
مشرف چند روز کے مہمان ہیں، مواخذہ کے بعد جج بحال ہوں گے، الطاف
حسین کو اعتماد میں لینے کی غلطی تسلیم کرتا ہوں، چاہتے ہیں امین فہیم ہمارے ساتھ رہیں، این
آر او صدر کے خلاف ہمارا انتقام ہے، امریکی امداد میں نین کی تحقیقات ہو رہی ہے، عافیہ
امریکہ کے لئے ٹیسٹ کیس ہے، انٹرویو۔ شیخ عبدالعزیز کے لئے فاتحہ خوانی کی۔
(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 13 اگست 2008)

مواخذہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے، نواز شریف۔ ہماری دوستی
فرد واحد سے نہیں، امریکی سفیر۔
رائے ونڈ میں ہونے والی ملاقات میں مشرف کے مواخذے، ججوں کی بحالی اور
قبائلی آپریشن پر بھی تبادلہ خیال، ہماری نیک خواہشات پاکستانی عوام کے ساتھ ہیں،
پیٹرسن۔ ججوں کی بحالی تک چین سے نہیں بیٹھیں گے، نواز شریف۔ پیٹرسن مسلم لیگ ن کے
قائد سے نہیں ملیں، چوہدری نثار کی امریکی سفیر سے ملاقات کے بعد گفتگو۔
(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 13 اگست 2008ء)

مشرف نے ملک برباد کر دیا، محفوظ راستہ نہیں دیا جا سکتا، نواز شریف کا
امریکی سفیر کو جواب۔
پیٹرسن نے جاتی عمرہ میں ایک گھنٹہ سے زائد ملاقات میں صدر کو محفوظ راستہ
دینے اور امریکہ میں سکونت اختیار کرنے میں رکاوٹ نہ ڈالنے کی درخواست کی۔ مشرف نے
فوج کو عوام کے ساتھ لڑا کر اپنے ہی لوگوں کو قتل کروایا، لیگی قائد۔ ملاقاتیں معمول کا حصہ
ہیں، ترجمان امریکی سفارتخانہ۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

مشرف کا مواخذہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے، ریچرڈ باؤچر۔

سیاسی صورت حال سے پاک افغان بارڈر پر دہشت گردی کے خلاف جنگ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(روزنامہ ایکسپریس لاہور، 13 اگست 2008ء)

سندھ اسمبلی، مشرف کے خلاف قرارداد منظور۔ متحدہ اور اپوزیشن کا بائی کاٹ، مخالفت میں ایک بھی ووٹ نہ پڑا، ق لیگ کے 3 ارکان کی حمایت۔

"مشرف گو" کے نعرے، پی پی پی کے 89 اور اے این پی کے 2 ارکان نے قرارداد کے حق میں ووٹ دیا، جمیل الزمان شریک نہیں ہوئے، صدر اختیار کا ووٹ شکر درنہ مواخذہ کیا جائے، قرارداد، مشرف بے نظیر کے قاتل ہیں، شازیہ مری، شہلا رضا، مقبر الٰہی و دیگر۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 14 اگست 2008ء)

سیاسی استحکام اسی طرح آئے گا۔ تمام عناصر سے اپیل ہے تصادم کی بجائے مفاہمت کا راستہ اختیار کریں، مشرف۔

دہشت گردی کا مقابلہ اسی وقت ہوگا جب قوم اور فوج متحد ہو، ملک کو غیر مستحکم کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 14 اگست 2008ء)

مواخذہ کمیٹی آج مشرف کے خلاف چارج شیٹ تیار کر لے گی، پیر کو قومی اسمبلی میں پیش کرنے کا امکان۔ مشرف کے لئے محفوظ راستہ، کئی امور طے پا گئے، احمد مختار۔ آئین توڑنے والے کو رعایت نہیں

دے سکتے، نواز شریف۔

مشرف کا وقت پورا ہو چکا، ان کے لئے درمیانی راستے کی بات کرنے والا چینل نہیں بتا سکتے، معاملات طے ہونے پر قوم کو بتائیں گے، میں صدر نہیں اداروں کے حق میں بیان دیتا تھا، وزیر دفاع، مشرف کے استعفیٰ کے لئے بیک چینل راستے نہیں، خورشید شاہ۔ زرداری کے ساتھ مواخذے کے بعد ججوں کی بحالی کا معاہدہ ہوا ہے، ہمارے باقی وزیر ججوں کی بحالی تک حکومت میں شامل نہیں ہوں گے، بھارت کشمیریوں پر ظلم فوری بند کر دے، قائد مسلم لیگ ن کا خطاب "گو مشرف گو" اور وزیر اعظم نواز شریف کے نعرے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 15 اگست 2008ء)

رضا کارانہ طور پر عہدہ چھوڑ دیں، مشرف پر بش انتظامیہ کا دباؤ۔

امریکی حکام نے مشرف سے کہا کہ ان کے لئے بہتر یہی ہے کہ اس بحران کا خاتمہ کریں، مغربی سفارتکاروں اور پاکستانی اعلیٰ حکام کی سی بی ایس نیوز سے گفتگو۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، 15 اگست 2008ء)

72 گھنٹے اہم ہیں، صدر کے حامیوں میں انتشار، پرویز مشرف مواخذے سے پہلے ہی استعفیٰ دے دیں گے، امریکی اخبارات۔

قومی سلامتی کے مشیروں نے صدر جارج بش کو پرویز مشرف کی فون کالز اٹینڈ نہ کرنے کا مشورہ دے دیا، زبردست حامی ڈک چینی بھی پاکستانی صدر کو ہٹانے پر آمادہ ہو گئے، کور کمانڈرز نے واضح کر دیا کہ وہ مداخلت نہیں کریں گے۔ اگرچہ نواز شریف مشرف کو جیل میں قید دیکھنا چاہتے ہیں لیکن پاک فوج اور امریکہ ان کی باوقار رخصتی چاہتے ہیں، پیر تک اہم اعلان متوقع، صدر پرویز مشرف نے مستعفی ہونے کے لئے مطالبات پیش کر

Uploaded by HBC for
urdufans.com

دیئے، حکومتی ذرائع۔

(روزنامہ جنگ لاہور، 16 اگست 2008ء)

بلوچستان اسمبلی میں بھی قرارداد متفقہ منظور۔ تمام صوبائی اسمبلیاں پرویز مشرف کے خلاف ایک ہو گئیں۔

پرویز مشرف بلوچستان میں فوج کشی اور نواب بگٹی سمیت سینکڑوں بلوچوں کے قتل کے ذمہ دار ہیں، دو مرتبہ آئین کو معطل کر کے اس کی توہین کی، ان کی ناکام پالیسیوں کے باعث ملک کمزور ہوا۔ صدر اقتدار نہیں چھوڑتے تو مواخذے کا نوٹس جاری کیا جائے۔ ق لیگ، پیپلز پارٹی، جمعیت اے این پی، بی این پی (عوامی)، نیشنل پارٹی پارلیمنٹرین، نواز لیگ اور آزاد ارکان کا مطالبہ۔

استعفے کے بعد پاکستان میں مشرف کی حفاظت کا مسئلہ؟ سیکورٹی اہلکار پریشان، تبادلوں کے لئے بھاگ دوڑ۔

قلعہ بند صدارتی محل سے باہر آنے کے بعد صدر پرویز مشرف انتہائی بڑا امکانی خطرہ بن جائیں گے، کئی گروپوں کی ہٹ لسٹ پر ہیں۔ مشرف کے ساتھ ڈیوٹی نہ لگے، سیکورٹی افسران کے گھر والوں کی دعائیں، دوسرے شہروں میں تبادلے کے لئے کئی افسروں کی درخواستیں۔

(روزنامہ جنگ لاہور، 16 اگست 2008ء)

محفوظ راستہ، سعودی شہزادے کی صدر سے ملاقات، شاہ عبداللہ کا پیغام پہنچایا۔

شہزادہ مقرن کی نواز شریف اور شجاعت سے ملاقاتیں، راشد قریشی اور اسحاق ڈار کی طرف سے تردید۔

(روزنامہ جنگ لاہور، 16 اگست 2008ء)

محفوظ راستہ دینے کے آپشنز پر غور کر رہے ہیں، مشرف کے پاس استعفیٰ کے لئے ایک دن رہ گیا، شاہ محمود۔

مستعفی ہونے پر سابق صدور کی طرح تحفظ اور تمام مراعات دی جائیں گی، نواز شریف نے صدر بننے کی خواہش ظاہر کی تو احترام کریں گے، وزیر خارجہ۔ مفاہمت کے دروازے بند ہو چکے، مشرف کا ٹرائل نہیں مواخذہ ہوگا، ثالثی کی عالمی کوششیں قبول نہیں، چارج شیٹ ایک دو روز میں پیش کر دیں گے، شیری رحمان۔

(روزنامہ ایکسپریس لاہور، 17 اگست 2008ء)

صدر کی حتمی فیصلے کے لئے آئینی اور قانونی ماہرین سے مشاورت، بھاگ کر کہیں نہیں جا رہا، مشرف۔

مشرف سے شریف الدین پیرزادہ، عبدالحفیظ اور ملک قیوم کی ملاقاتیں، مشیروں نے مستعفی ہونے کا مشورہ دے دیا۔ صدر فی الحال مستعفی نہیں ہو رہے، راشد قریشی۔ صدر کو بتا دیا مواخذے کی تحریک چیلنج نہیں ہو سکتی، اب استعفیٰ دیں یا مقابلہ کریں، اٹارنی جنرل۔ ایک دو روز میں صورت حال واضح ہو جائے گی، ذرائع ایوان صدر۔

(روزنامہ ایکسپریس لاہور، 17 اگست 2008ء)

غیر ملکی دباؤ پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ مشرف کو محفوظ راستہ دینے کے بجائے کڑا احتساب کیا جائے، شہباز شریف۔

ڈکٹیٹر نے 8 سال میں اقتدار کو دوام دینے کے لئے تمام اداروں کو تباہ اور قانون کی دھجیاں بکھیر دیں جس کے باعث آج ہر شعبہ ابتری کا شکار ہے۔ صدر اس وقت تنہا ہیں، لہٰذا وہ 58 ٹوبی استعمال نہیں کر سکتے، عوام کو ان کی دہلیز پر بہتر طبی سہولتیں فراہم کی جائیں گی، صحافیوں سے گفتگو، خطاب۔

(روزنامہ ایکسپریس لاہور، 17 اگست 2008ء)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

لئے تحریک پیش کرنے کا تحریری نوٹس دیں گے جس میں نااہلیت کے کوائف یا صدر کے خلاف الزامات کی وضاحت ہوگی۔ پاکستانی پارلیمان میں صدر مملکت کے خلاف مواخذے کی منظوری کے لئے کم از کم دو سو پچاتوے ارکان کی ضرورت ہے۔ اگر سینیٹ کے ارکان صدر مملکت کے خلاف مواخذے کے لئے چیئرمین کو درخواست دیتے ہیں تو چیئرمین سینیٹ کو فوری طور پر یہ درخواست سپیکر قومی اسمبلی کو بھیجنی ہوگی۔ سپیکر قومی اسمبلی کو ارکان اسمبلی یا چیئرمین سینیٹ کی طرف سے مواخذے کے حوالے سے جب نوٹس وصول ہو تو وہ آئینی طور پر تین دنوں کے اندر اس نوٹس کی ایک نقل صدر مملکت کو ارسال کرنے کا/ کی پابند ہے۔

آئین کے تحت سپیکر قومی اسمبلی نوٹس کی وصولی کے بعد کم از کم 14 دنوں سے پہلے تفتیش کے لئے سینیٹ اور قومی اسمبلی کا مشترکہ اجلاس طلب کرے گا۔ یہ مشترکہ اجلاس از خود اس وجہ یا وجوہات کی تفتیش کر سکتا ہے یا کرا سکتا ہے جس نوٹس کی بنیاد پر یہ اجلاس طلب کیا گیا ہے۔ صدر مملکت کو یہ آئینی حق ہے کہ جب ان کے خلاف مشترکہ اجلاس میں تفتیش ہو رہی ہو تو خود اس اجلاس میں پیش ہو سکتے ہیں یا پھر کسی وکیل کے ذریعے اپنی نمائندگی کر سکتے ہیں۔ مشترکہ اجلاس کے دوران پارلیمان یعنی سینیٹ اور قومی اسمبلی کے دونوں ایوانوں کے کم از کم دو تہائی ارکان اس قرارداد کی منظوری دے دیں جس میں کہا گیا ہے کہ صدر مملکت اپنے منصب پر فائز رہنے کے قابل نہیں ہیں تو صدر مملکت کو قرارداد کی منظوری کے فوراً بعد اپنا منصب چھوڑنا ہوگا۔

آئین کے تحت صدر مملکت کے عہدہ خالی کرنے پر چیئرمین سینیٹ کو قائم مقام صدر کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے ہوں گے اور صدر کا منصب خالی ہونے کی صورت میں زیادہ سے زیادہ ساٹھ اور کم از کم تیس دنوں میں نئے صدر کا چناؤ کیا جائے گا۔ آئین کی شق چوالیس کے تحت صدر قومی اسمبلی کے سپیکر کے نام اپنی دستخطی تحریر کے ذریعے اپنے عہدے سے مستعفی ہو سکے گا۔

مواخذہ کن وجوہات پر ہو سکتا ہے

اگرچہ پاکستان میں آج تک کسی بھی صدر مملکت کے خلاف مواخذے کی کارروائی عمل میں نہیں لائی گئی تاہم ملک کے آئین کے تحت صدر مملکت کو چار وجوہات کی بنا پر ان کے منصب سے برطرف کیا جا سکتا ہے یا مواخذے کی کارروائی عمل میں لائی جا سکتی ہے۔ آئین پاکستان کے تحت سینیٹ، قومی اسمبلی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں کے ارکان صدر مملکت کا چناؤ کرتے ہیں جو پانچ برس کے لئے ہوتا ہے۔ تاہم صدر مملکت کو جن وجوہات کی بنا پر عہدے سے ہٹایا جا سکتا ہے ان میں جسمانی یا دماغی نااہلیت اور آئین کے خلاف ورزی یا فاش غلط روی کے الزامات شامل ہیں۔ 73 کے آئین میں صدر مملکت کے مواخذے یا برطرفی کا طریقہ دستور کی شق سینتالیس میں دیا گیا ہے۔

اس شق کے تحت سینیٹ یا قومی اسمبلی میں کسی بھی ایک ایوان کی کل رکنیت کے کم از کم نصف ارکان قومی اسمبلی کے سپیکر یا چیئرمین سینیٹ کو صدر کے خلاف مواخذے کے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

قانونی ماہر اور سابق ایڈووکیٹ جنرل اشتر اوصاف علی نے بی بی سی کو بتایا کہ اگر
طرح وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ کے خلاف تحریک عدم اعتماد آنے کی صورت میں وہ اسمبلی کو تحلیل
کرنے کی سفارش نہیں کر سکتا اس طرح جب صدر کے خلاف مواخذے کی تحریک آئے گی تو وہ
وہ بھی آئین کی شق اٹھاون ٹو بی کے تحت اپنے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اسمبلی کو تحلیل
نہیں کر سکتے۔ ان کا کہنا ہے کہ حکمران اتحاد کی طرف سے صدر کے مواخذے کے اعلان
کے بعد صدر کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ وہ مستعفی ہو جائیں۔ ان کے بقول
مواخذے کی تحریک کی صورت میں اسمبلی تحلیل کرنے کا اقدام بد نیتی پر مبنی ہوگا۔ ان کی
رائے میں مواخذے کی تحریک ناکام ہونے کی صورت میں اسمبلی کے پاس کوئی جواز نہیں
ہوگا۔

حامیوں اور مخالفین کی تیاریاں

پاکستان کے صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف حکومتی اتحاد کی جانب سے مواخذے کے اعلان کے ساتھ ہی صدر کے حامیوں اور ان کے مخالفین کی سیاسی سرگرمیاں بھی تیز ہو گئیں ہیں۔ ان کے حامیوں نے کہا ہے کہ وہ پارلیمان میں صدر کے خلاف مواخذے کی کارروائی کی بھرپور مخالفت کریں گے۔

سابق حکمران جماعت پی ایم ایل (ق) نے اعتماد کا اظہار کیا ہے کہ وہ حکومت کی پارلیمان میں دو تہائی اکثریت حاصل کرنے کی کوشش ناکام بنا سکتی ہے۔ صدر پرویز مشرف اور ان کے ترجمان ذرائع ابلاغ سے بات کرنے سے تو گریزاں ہیں لیکن اطلاعات کے مطابق جمعہ کو ان کے ہم خیال سیاسی ساتھیوں اور قانونی مشیروں سے خاموش رابطے جاری رہے۔ پاکستان کی حکمران جماعت نے صدر مشرف پر الزام لگایا ہے کہ وہ جمہوریت کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں، انہوں نے اس کے جواب میں اپنا موقف نہیں بیان کیا۔ امریکہ نے اسے پاکستان کا داخلی معاملہ قرار دیا ہے۔ صدر کی حامی مسلم لیگ (ق) کے ایک مرکزی رہنما کامل علی آغا نے بی بی سی کو بتایا کہ 10 اگست کو لاہور میں ان کی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

جماعت کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس میں ان کے مطابق صدر کے مواخذے کو ناکام بنانے کی حکمت عملی پر غور کیا جائے۔ ادھر صدر کا مواخذہ کامیاب بنانے کے لئے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے سرکردہ رہنماؤں کا اجلاس آصف علی زرداری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف، چوہدری نثار علی خان، اسحٰق ڈار اور دیگر شریک ہوئے۔

پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے اعلیٰ سطحی اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ حکومت کے حامی اراکین 10 اگست تک اسلام آباد میں موجودگی یقینی بنائی جائے گی۔ اطلاعات کے مطابق اجلاس میں اس قرارداد کے متن کو بھی حتمی شکل دی گئی جو صدر پرویز مشرف سے اعتماد کا ووٹ لینے کے مطالبے اور ان پر عدم اعتماد کے بارے میں صوبائی اسمبلیوں میں پیش ہوئی ہے۔ وزیر اطلاعات نے بتایا کہ حکمران اتحاد کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ صدر کے مواخذے کے لئے گیارہ اگست کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے گا۔ واضح رہے کہ گیارہ اگست صدر پرویز مشرف کا یوم پیدائش بھی ہے۔ صدر کے مواخذے کی مخالفت میں گزشتہ روز حکمران پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین کے صدر مخدوم امین فہیم اور مسلم لیگ (ق) کے حامد ناصر چٹھہ نے بیانات دیئے لیکن آج وہ خاموش رہے۔ جمعہ کو ختم ہونے والی کور کمانڈروں کی دو روزہ کانفرنس میں اعلیٰ عسکری قیادت نے سیاسی صورت حال کے بارے میں کوئی بیان یا تبصرہ سامنے نہیں آیا۔

فوج کے ترجمان میجر جنرل اطہر عباس نے کہا کہ یہ معمول کا اجلاس تھا اور اس میں پیشہ ورانہ امور پر غور کے ساتھ ساتھ بریگیڈیئر کے عہدوں سے میجر جنرل کے عہدوں پر ترقی کی منظوری دی گئی ہے۔

پہلے ایسے مواقع پر فوج کو سیاست سے دور رکھنے یا ملک کی اندرونی و بیرونی سلامتی کے لئے فوج کے تیار رہنے جیسے بیانات سامنے آتے رہے ہیں۔

(8 اگست 2008ء)

مواخذے کی آئینی حیثیت

پاکستان میں اس وقت یہ بحث عروج پر پہنچ چکی ہے کہ آیا صدر پرویز مشرف مواخذے کے اعلان کے بعد اسمبلی کو تحلیل کرنے کے اختیار کو استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں جبکہ سابق وزرائے قانون کے دلائل کا عمومی جھکاؤ اس جانب دکھائی دیتا ہے کہ صدر مملکت اپنے مواخذے کی کارروائی عدالت میں چیلنج نہیں کر سکتے۔

بی بی سی سے بات کرتے ہوئے سابق وزیر قانون ایس ایم ظفر کا کہنا تھا کہ عام حالات میں پارلیمان میں ہونے والی کارروائی کے خلاف عدالت سے رجوع نہیں کیا جا سکتا تاہم اگر مواخذے کی کارروائی کے دوران ایسے غیر متعلقہ الزامات عائد کیے جائیں جس کا تعلق مواخذے سے نہ ہو اور آئین کے تحت ان الزامات کی بنیاد پر مواخذہ نہ کیا جا سکتا ہو تو ایسی غیر معمولی صورت میں عدالت سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ان کا مؤقف تھا کہ صدر پرویز مشرف مواخذے کے اعلان کے بعد اسمبلی کی تحلیل کا اختیار استعمال کر سکتے ہیں اور اس اختیار کے استعمال میں آئینی اعتبار سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ صدر

Uploaded by HBC for
urdufans.com

اسمبلی توڑنے کے اختیار کو کسی بھی وقت استعمال کر سکتے ہیں۔ ایس ایم ظفر کا کہنا تھا کہ اسمبلی میں پیش ہونے والی قرارداد کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے بقول اسمبلی ہر طرح کی قرارداد منظور کر سکتی ہے تاہم ان قراردادوں کا قانونی اثر نہیں ہوتا۔

سابق وزیر قانون ایس ایم مسعود کا کہنا ہے کہ موجودہ حالات میں صدر پرویز مشرف اسمبلی تحلیل کرنے کے اختیار کو استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ یہ اختیار کوئی کمزور شخص استعمال نہیں کر سکتا۔ ان کے بقول صدر مشرف کے پاس اب دو ہی راستے ہیں کہ وہ اپنے خلاف مواخذے کا سامنا کریں یا پھر مستعفی ہو جائیں۔ ان کا مؤقف ہے کہ جب تک صدر مملکت کے خلاف الزامات سامنے نہیں آتے اس وقت وہ عدالت سے رجوع نہیں کر سکتے۔

ان کا کہنا ہے کہ جس شخص کو پارلیمان کا اعتماد حاصل نہ ہو ایسے شخص کی عدالت کس طرح دادرسی کر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایسے عدالتی فیصلے موجود ہیں جہاں مقامی حکومتوں کے نظام میں جب کسی ناظم کے خلاف تحریک عدم اعتماد کامیاب ہوئی تو عدالت نے دادرسی نہیں کی اس لئے صدر مشرف اپنے خلاف مواخذے کی تحریک کامیاب ہونے کی صورت میں عدالت سے رجوع نہیں کر سکتے۔ ایس ایم مسعود کا کہنا ہے کہ پارلیمان میں صدر پرویز مشرف کے خلاف جو مواخذے کی کارروائی ہوگی اسے آئینی تحفظ حاصل ہوگا اور اس کارروائی کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ سابق وفاقی وزیر قانون سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا کا کہنا ہے کہ معروضی صورتِ حال سے ہٹ کر مواخذے کی تحریک پیش کی جائے تو اس کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ ان کے بقول صدر کے خلاف مواخذے کا اعلان اپنی نوعیت کا پہلا کیس ہے اس لئے گمان ہے کہ آئین میں دی گئی وجوہات سے ہٹ کر چارج شیٹ پیش کی جائے اور کارروائی عمل میں لائی جائے تو اس اقدام کے خلاف عدالت سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ صدر کے خلاف مواخذہ صرف ان کی موجودہ معیاد عہدہ کے مطابق کیا جا سکتا ہے اور مواخذے کی کارروائی میں ان کے سابق اقدامات کو بنیاد نہیں بنایا

جا سکتا۔ ان کے بقول صدر پرویز مشرف مواخذے کے اعلان کے باوجود اسمبلی تحلیل کرنے کا صدارتی اختیار استعمال کر سکتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے آئین میں یہ تو درج ہے کہ جب وزیر اعظم کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کی جائے تو وہ اسمبلی کو تحلیل کرنے کی سفارش نہیں کر سکتے تاہم بقول ڈاکٹر خالد رانجھا آئین میں یہ کہیں بھی درج نہیں ہے کہ جب صدر کے خلاف مواخذے کی کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہو تو وہ اسمبلی تحلیل نہیں کر سکتے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر صدر مواخذے کے دوران اسمبلی تحلیل کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اسمبلی کی تحلیل کو عدالت میں چیلنج کیا جائے گا اور اس اقدام کو ایک جواز کے طور پر اٹھایا جائے گا کہ اسمبلی بدنیتی کی بنیاد پر توڑی گئی تھی۔

ان کا کہنا ہے کہ آئین میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ صوبائی اسمبلیاں صدر کے خلاف ایسی قرارداد پیش کریں جس میں صدر کو اعتماد کا ووٹ لینے کے لئے کہا جائے۔ خالد رانجھا کا کہنا ہے کہ صدر مشرف کی جانب سے عدالت کے روبرو نئی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ لینے کی جس یقین دہانی کا حوالہ دیا جا رہا ہے وہ اس عدالتی فیصلے کا حصہ نہیں ہے جس فیصلے کے تحت صدر مشرف کو انتخاب لڑنے کی اجازت دی گئی تھی۔ سابق وزیر قانون سید اقبال حیدر نے کہا کہ صدر پرویز مشرف مواخذے کے خلاف عدالت سے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ مواخذے کی کارروائی پارلیمنٹ میں ہوتی ہے اور اس کارروائی میں عدالت مداخلت کی مجاز نہیں ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر صدر مواخذے کے خلاف عدالت سے رجوع کرتے ہیں تو یہ اقدام غیر آئینی ہوگا۔ اسمبلی تحلیل کرنے کے صدارتی اختیار کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ قانون کا یہ بنیادی اصول ہے کہ اگر کوئی فعل قانون کے مطابق کیا جائے لیکن اس میں بدنیتی شامل ہو تو یہ اقدام غیر قانونی اور غیر آئینی ہوگا۔ ان کے بقول صدر پرویز مشرف کے اسمبلی کو تحلیل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے اور اگر انہوں نے اسمبلی تحلیل کرنے کی جرأت کی یہ اقدام غیر آئینی ہوگا جس کا عدالت جائزہ لے سکتی ہے۔

(بشکریہ بی بی سی، ذات کام)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

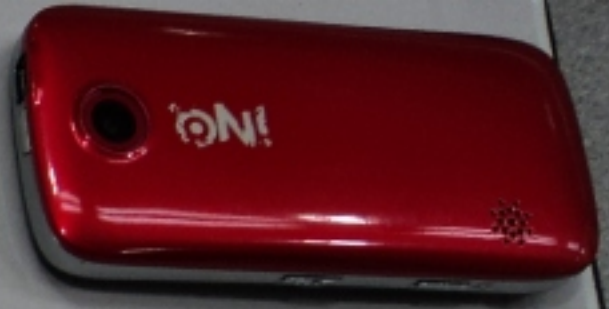

مفاہمت کی اپیل

14 اگست 2008ء کو پرویز مشرف نے کہا کہ معاشی ترقی اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لئے ملک کو سیاسی استحکام کی ضرورت ہے۔ صدر پرویز مشرف اپنے خلاف مواخذے کے اعلان کے بعد سے گزشتہ روز پہلی دفعہ کسی اجتماع میں آئے۔ یوم آزادی پاکستان کے حوالے سے منعقدہ پروگرام کے موقع پر انہوں نے کہا کہ ہمیں اختلافات بھلا دینے چاہئیں۔ ان کے حکمران اتحادی جماعتوں کی طرف سے بدعنوانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کے الزامات کی وجہ سے مستعفی ہونے کے لئے دباؤ کا سامنا ہے۔ جمعرات کو جشن یوم آزادی کے حوالے سے ٹی وی پر اپنے خطاب میں انہوں نے کہا کہ میں ملک میں سیاسی استحکام کے لئے تمام عناصر سے مفاہمت کی اپیل کرتا ہوں تاکہ ہم ملک کو درپیش اصل مسائل کی جانب توجہ دے سکیں۔ ان کا کہنا تھا کہ پاکستان اپنی تاریخ کے ایک مشکل دور سے گزر رہا ہے۔ ہمارے مخالفین مختلف سمتوں سے پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جن میں اندرونی اور بیرونی عناصر شامل ہیں۔ صدر مشرف نے ملک کے دفاع کے حوالے سے کہا کہ ہماری افواج پہلے سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں۔ صدر پرویز مشرف نے اپنا یہ خطاب ایسے دن کیا کہ جب ملک کی تین صوبائی اسمبلیوں پنجاب، سرحد اور سندھ نے بھی ان سے اعتماد کا ووٹ لینے یا مستعفی ہونے کی قرارداد منظور کر لی۔ نامہ نگاروں کا کہنا ہے کہ صدر کو اب مواخذے سے بچنے کے لئے ایک مشکل جنگ سے گزرنا پڑے گا۔

صدر مشرف کی حمایت یافتہ جماعت پاکستان مسلم لیگ (ق) کے سیکرٹری جنرل مشاہد حسین نے خبر رساں ایجنسی ایسوسی ایٹ پریس کو بتایا کہ صدر مشرف کے پاس اب دو راستے ہیں یا تو وہ اپنے مؤقف پر ڈٹے رہیں اور مواخذے کی تحریک کے خلاف لڑیں اور یا اپنا عہدہ چھوڑ کر گھر جائیں۔ اگر وہ مواخذے کے خلاف لڑنے کو تیار ہیں تو ہم ان کے ساتھ ہیں اور ان کی بھرپور حمایت کریں گے اور ہم اسی کو ترجیح دیں گے۔

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں آج تک کسی پاکستانی لیڈر کا مواخذہ نہیں ہوا لہٰذا اگر یہ مواخذہ ہوتا ہے تو ایک نئی تاریخ رقم ہوگی کیونکہ حکمران اتحادی جماعتوں کا کہنا ہے کہ ان کے پاس مواخذے کے لئے درکار ووٹوں کی تعداد موجود ہے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل صدر مشرف نے کہا تھا کہ وہ مواخذے کی کارروائی کا سامنا کرنے کی بجائے مستعفی ہونے کو ترجیح دیں گے۔ اگرچہ پاکستان کے صدر کے پاس اسمبلیاں تحلیل کرنے کا اختیار موجود ہے تاہم تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ وہ اس کو استعمال نہیں کریں گے۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

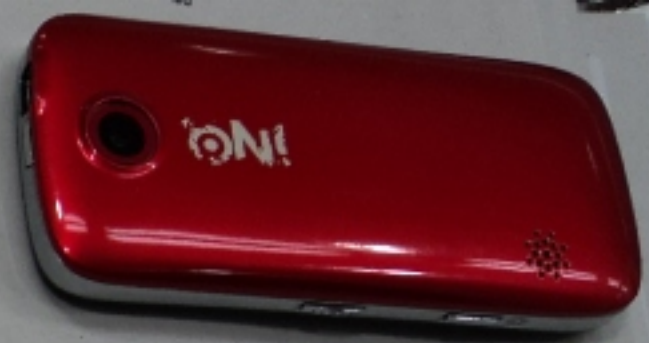

صدر، مواخذہ اور افواہیں

اسلام آباد میں یوم آزادی کی تقریبات کے موقع پر مون سون کے ساتھ ساتھ افواہوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ کیا صدر مشرف نے عہدہ چھوڑ دیا؟ کیا انہیں عہدے سے اُتار دیا گیا؟ بطور ایک فوجی حکمران پاکستان پر ایک دہائی تک حکومت کرنے والے صدر مشرف پہلے کبھی اتنے کمزور نہیں رہے۔ ان کے سیاسی حریفوں نے اپنے تمام اختلافات کو ایک طرف رکھ کر ان کے خلاف مورچہ بنایا اور ان کے مواخذے کی چارج شیٹ تیار کر لی۔ صدر مشرف نے ہمیشہ اس بات پر زور دیا کہ ان کا مواخذہ نہیں ہوگا لیکن ان کے حامی ان سے دامن چھڑاتے نظر آ رہے ہیں۔ ایسے حالات میں ان کا استعفیٰ ہی ایک واحد راستہ نظر آتا ہے۔ صدر کو محفوظ راستہ فراہم کرنے کے بارے میں بند دروازوں کے پیچھے بات ہوئی ہے اور اگر یہ مذاکرات کامیاب رہے تو وہ کسی بھی وقت استعفیٰ دے سکتے ہیں یا پھر وہ اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا جواب دینے کے لئے پارلیمان میں آ سکتے ہیں۔ اس تمام

صورت حال میں سب سے انقلابی اقدام یہ ہو سکتا ہے کہ وہ استعفیٰ دینے سے پہلے پارلیمان کو تحلیل کر کے حکومت کو برخاست کر دیں لیکن صدر مشرف جیسے سیاسی جواری کے لئے اس عمل کو جائز قرار دینا خاصا مشکل ہوگا کیونکہ ان کے اس اقدام سے مصالحت اور اتحاد کے ان کے نعرے بیکار ہو گئیں گے۔ لیکن ایسا نہیں لگتا کہ صدر مشرف کے سیاسی حریف معاف کرنے یا بھول جانے کے موڈ میں ہیں کیونکہ نواز شریف نے ان تجاویز کو ماننے سے انکار کر دیا کہ صدر مشرف کو محفوظ راہ فراہم کر دی جائے اور انہیں معافی دے دی جائے۔

میاں نواز شریف نے لاہور میں ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کیا ایسے انسان کو محفوظ راستہ دیا جانا چاہئے جس نے پاکستان کا یہ حال کیا ہو۔ نواز شریف کا کہنا تھا کہ پاکستان کے قانون اور آئین کی خلاف ورزی کر کے اور پاکستان کے اقتدار اعلیٰ کو فروخت کر کے وہ محفوظ راستہ چاہتے ہیں۔ نواز شریف کے اس مؤقف سے ایسے معاہدے تک پہنچنے میں پیچیدگی آ سکتی ہے جس سے تمام فریق مطمئن ہوں۔ یاد رہے کہ مخلوط حکومت کی تمام اتحادی جماعتوں میں سب سے بڑا اتفاق صدر مشرف سے چھٹکارا حاصل کرنا تھا اور ان کے جانے کے بعد خود ان جماعتوں میں اختلافات ہو سکتے ہیں اور اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پرویز مشرف کے بغیر پاکستان زیادہ مضبوط ہو جائے گا اور یہی سب سے زیادہ تشویش ناک بات ہے۔ حالیہ دنوں میں صدر مشرف صرف ایک ہی مرتبہ کسی عوامی تقریب میں شریک ہوئے اور وہ بھی یوم آزادی کی تقریب میں جہاں انہوں نے کمانڈر ان چیف کے انداز میں سلام کیا تقریب میں وہ سگار کے کش لے رہے تھے جبکہ کسی سرکاری عمارت میں سگریٹ نوشی غیر قانونی ہے۔ جس وقت یہ تقریب جاری تھی صدارتی محل کے باہر لوگوں کا ایک چھوٹا سا ہجوم "گو مشرف گو" کے نعرے لگا رہا تھا لیکن صدر محترم کے لئے یہ نعرے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے وہ اقتدار کے نشے اور امریکہ کی آشیرواد میں بدمست تھے۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

مشرف سے ملاقات کے بعد کہا انہوں نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا کہ وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہوں۔ انارنی جنرل ملک قیوم نے کہا کہ صدر مشرف نے ان سے عدالت سے رجوع کرنے کے بارے میں بھی مشورہ کیا۔ ملک قیوم کا کہنا تھا کہ ان کی دانست میں تو اس سلسلے میں عدالت سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ ادھر حکمران جماعت صدر مشرف پر مستعفی ہونے کے لئے دباؤ بڑھا رہا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے اہم رہنما اور پیٹ میں قائد ایوان رضا ربانی نے کہا ہے کہ صدر پرویز مشرف کی رٹ اب ختم ہو چکی ہے اور ملک کی چاروں صوبائی اسمبلیوں نے اپنا یہ واضح فیصلہ دیا ہے کہ وہ پرویز مشرف کو اب صدر نہیں دیکھنا چاہتے۔

انہوں نے کہا کہ صدر ایک وفاق کی علامت ہوتا ہے لیکن جب وفاق کی اکائیاں ہی پرویز مشرف کو پسند نہیں کرتیں اس لئے انہیں ان صوبائی اسمبلیوں میں صدر سے اعتماد کا ووٹ لینے کے بارے میں کہا گیا ہے۔ رضا ربانی نے کہا کہ اگر پرویز مشرف مستعفی نہیں ہوتے تو پھر آئین کے آرٹیکل 47 کے تحت ان کا مواخذہ کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ صدر کے خلاف مواخذے کے بارے میں حکمران اتحاد کے پاس تعداد پوری ہے۔ اس سے قبل وزیر اطلاعات شیری رحمان نے کہا ہے کہ صدر کے خلاف تیار کی جانے والی چارج شیٹ کو حتمی شکل دے دی گئی ہے اور اسے آئندہ ایک دو روز میں حکمران اتحاد میں شامل جماعتوں کی قیادت کے حوالے کر دیا جائے گا اور اسے منظوری کے بعد ایوان میں پیش کر دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ وزیر قانون فاروق ایچ نائیک نے صدر کے خلاف تیار ہونے والی چارج شیٹ کا قانونی پہلوؤں سے جائزہ لینے کے بعد ڈرافٹ تیار کرنے والی کمیٹی کے حوالے کر دیا۔

کنڈولیزا رائس کا بیان

یاد کیا جاتا ہے کہ 16 اگست کو امریکی وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس کے ایک بیان نے صدر کے حامیوں کو مایوس کیا۔ امریکی وزیر خارجہ کونڈولیزا رائس نے کہا کہ صدر پرویز مشرف کو امریکہ میں سیاسی پناہ دینے کی تجویز زیر غور نہیں ہے۔ کونڈولیزا رائس نے کہا کہ صدر مشرف امریکہ کے اچھے اتحادی ہیں۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ صدر مشرف کو سیاسی پناہ دینے کی تجویز زیر غور نہیں ہے۔ کونڈولیزا رائس نے کہا کہ سب جانتے ہیں کہ امریکہ صدر مشرف کی طرف سے ملک میں ایمرجنسی نفاذ کرنے کے فیصلے کے خلاف تھا لیکن انہوں نے وردی اتارنے کا اپنا وعدہ پورا کیا اور اب پاکستان میں ایک جمہوری حکومت ہے۔

صدر پرویز مشرف نے صوبائی اسمبلیوں کی طرف قرار دادیں منظور کئے جانے کے باوجود استعفیٰ دینے سے انکار کیا ہے۔ پاکستان کے انارنی جنرل ملک قیوم نے صد

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ہے۔ وہ اپنی بقاء اور پاکستان کی سلامتی کو الگ الگ خانے میں دیکھنے سے بظاہر مجبور دکھائی دے رہے ہیں۔ لیکن اس میں ان کا بھی کیا قصور؟ ایک ایسا شخص جسے نو برس تک اس کے حاشیہ برداروں نے دن رات بس یہ یقین دلایا ہو کہ حضور والا ہی دراصل وہ مافوق الفطرت گائے ہیں جس نے دُنیا کا بوجھ اپنے سینگوں پر اُٹھا رکھا ہے اور یہ سینگ ذرا بھی ہلے تو سب تہہ و بالا ہو جائے گا۔ اب یہی حاشیہ بردار اس مقدس گائے سے توقع کر رہے ہیں کہ وہ اگلے چند گھنٹوں میں اپنا ذہن بدل لے، چابیاں نئے منیجر کے حوالے کرے اور خیمسی منگوا کر پچھلے دروازے سے نکل لے۔

ایدھی کے بیان کے دوسرے کردار آصف زرداری کو لیجئے، جن کی زبان پر مواخذے کا لفظ اس دن کے بعد چڑھا جب این آر او کے تحت وہ آخری مقدمے سے بھی بری ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے این آر او کے ہی کاغذ کو پلٹ کر پرویز مشرف کے خلاف چارج شیٹ لکھنے کے لئے استعمال کر لیا۔ جہاں تک ایدھی کے بیان کے تیسرے کردار میاں نواز شریف کا سوال ہے تو ان کا مسئلہ بظاہر مواخذے سے زیادہ ذاتی اس کو برابر کرنا لگ رہا ہے۔ اس کے لئے نواز شریف کو ججوں کی بحالی کے مطالبے کو بھی مؤخر کرنے میں کوئی خاص پریشانی نہیں ہوئی۔ نواز شریف اور ان کے ساتھیوں کے حالیہ بیانات کے پیچھے کارفرما جذبے پر غور کیا جائے تو یہ بات چھلک چھلک کر ٹپک رہی کہ کلیجہ تب تک ٹھنڈا نہ ہوگا جب تک صدر کو قلم مولا جٹ کا نوری نتھ نہ بنا دیا جائے۔ صدر کو اسمبلی سے بکتر بند گاڑی میں بٹھا کر اٹک کے قلعے میں لے جایا جائے اور ان پر ایسی فردِ جرم عائد ہو جس کی سزا موت ہو اور پھر اس سزا کو معافی میں بدل کر انہیں طیارے میں سوار کرایا جائے اور اس کے بعد ان کی جائیداد ضبط کر لی جائے۔ چاہے اس کے نتیجے میں ایک اور بارہ اکتوبر ہی کیوں نہ ہو جائے۔ گویا تینوں حضرات نعرہ تو پاکستان اور جمہوریت بچاؤ کا لگا رہے ہیں لیکن ہر ایک اپنا اپنا پاکستان اپنی ذات کے آئینے سے باہر بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔

ان حالات میں پاکستان کو ایک نہیں بلکہ دو مواخذوں کا سامنا ہے۔ ایک

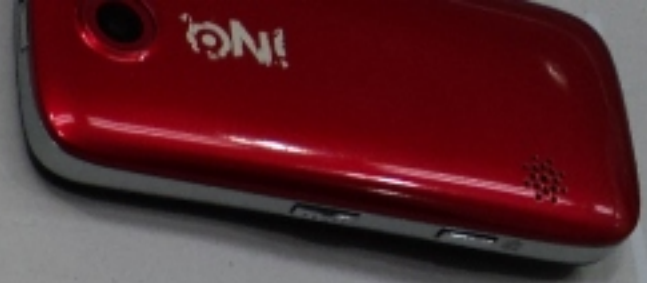

اپنا اپنا پاکستان

17 اگست 2008ء کو بی بی سی کے وسعت اللہ خان نے اپنا اپنا پاکستان کے عنوان سے پاکستان کی موجودہ صورت حال پر بہت اچھا کالم لکھا۔

پاکستان کے فاقہ مستوں کے لئے بھیک مانگنے والے عبدالستار ایدھی سے یہ بیان منسوب کیا گیا ہے کہ اس وقت پرویز مشرف، آصف زرداری اور نواز شریف پاکستان کے مفادات کو آگے بڑھانے کے بجائے اپنی ذات کے گرد گھوم رہے ہیں۔ آپ چاہیں تو اس بیان کے بعد ایدھی کو یہ کہہ کر دھتکار سکتے ہیں کہ اے بڈھے! تو کیا جانے سیاست کی الف ب۔ تو صرف لنگر بانٹ، کفنیں جمع کر، ہیروئچیوں کا علاج کر، زخمیوں کے لئے ایمبولینس بھیج، لاشیں اُٹھا، لاوارث بچوں کی دیکھ بھال کر اور اللہ اللہ کر یا آپ چاہیں تو ایدھی کے ان دو جملوں کے آئینے میں اپنے سیاسی چہرے کی جھریاں بھی گن سکتے ہیں۔ مثلاً اس وقت پرویز مشرف کا سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ عملاً سب سے پہلے میں میں تبدیل ہو چکا

Uploaded by HBC for
urdufans.com

مواخذے کے لئے تو پارلیمنٹ میں کنہرا تیار ہو رہا ہے اور ایک کنہرا پارلیمنٹ سے باہر تیار
ہے جس میں خود پاکستان کو کھڑا کرنے کی کوشش زوروں پر ہے اور اس مواخذے کے نکات
امریکہ، افغانستان، کشمیر کے حالات، معیشت، ریاستی رٹ کے درپے ادارے اور طالبان
ایک ساتھ مرتب کر رہے ہیں۔ بچت کا ایک ہی راستہ ہے کہ ان دو میں سے ایک مواخذہ وہ جلد
از جلد کامیاب ہو اور ایک ناکام بصورت دیگر صرف یہی ہوگا نہ کہ ایدھی کے رضاکاروں کا
کام بچھا اور بڑھ جائے گا۔

فیصلہ کر لیا تو معزول جج فی الفور بحال کر دیں

پاکستان پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن)، جمعیت علماء اسلام اور اے این پی پر مشتمل حکمران اتحاد نے ایک مشترکہ اعلامیہ میں ایک بار پھر اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے مواخذہ کے بعد 3 نومبر کو معزول کئے گئے ججز اعلان مری کے مطابق بحال کئے جائیں گے۔ آصف علی زرداری کے ساتھ مشترکہ پریس کانفرنس میں میاں نواز شریف نے کہا کہ ججوں کی بحالی صدر کے مواخذہ کی طرح ضروری اور اہم ہے اور میں چار ماہ تک آصف علی زرداری سے یہی بات کرتا رہا ہوں۔

حکمران اتحاد کی طرف سے صدر کے مواخذہ، معزول ججوں کی بحالی اور متنازعہ سترہویں ترمیم ختم کرنے کے فیصلے کو قومی سطح پر سراہا گیا ہے اور اسے خالص پارلیمانی جمہوریت کی طرف اہم ترین پیشرفت قرار دیا جا رہا ہے۔ حکمران اتحاد اور پارلیمنٹ سے باہر کی سیاسی اور جمہوری قوتوں نے بھی مشترکہ اعلامیہ کی تائید کی ہے۔ قاضی حسین احمد،

Uploaded by HBC for
urdufans.com

عمران خان، علامہ ساجد میر، سید منور حسن اور دیگر نے اس اعلامیہ کی تائید کی ہے تاہم مواخذہ کو وقت کی ضرورت قرار دیتے ہوئے ان رہنماؤں نے کہا کہ ججوں کی بحالی کو اولیت ملنی چاہئے۔ جبکہ وکلاء تحریک کے لیڈروں اعتزاز احسن، جسٹس (ر) وجیہہ الدین، جسٹس ایم اے شاہد صدیقی، امین جاوید اور عابد حسن منٹو نے کہا ہے کہ پہلے مواخذہ گھوڑا پیچھے گاڑی آگے باندھنے والی بات ہے اور ان کی تحریک جاری رہے گی۔ اعتزاز احسن اور بار کے دوسرے عہدیدار بھی مطمئن نہیں ہیں۔

صدر کے مواخذے کے اعلان سے یہ تو واضح ہو گیا کہ حکمران اتحاد نے اپنا واضح مؤقف متعین کر لیا ہے اور پیپلز پارٹی یا آصف علی زرداری این آر او یا امریکہ کا دباؤ قبول کرنے پر ہرگز تیار نہیں، عسکری قیادت کی غیر جانبداری میں بھی کسی کو شک نہیں۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق بعض قریبی رفقاء کے ساتھ ساتھ عسکری قوتوں نے بھی صدر کو مشورہ دیا ہے کہ وہ مواخذے کا سامنا کرنے کے بجائے استعفیٰ دے کر چلے جائیں جبکہ امریکہ نے مواخذے کو پاکستان کا اندرونی معاملہ قرار دے دیا ہے۔ صاف نظر آ رہا ہے کہ اگر صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے قومی اور چاروں صوبائی اسمبلیوں سے اعتماد کا ووٹ نہ لیا جس کا وعدہ وہ سپریم کورٹ کے سامنے کر چکے ہیں، تو مواخذہ کا عمل کامیابی سے ہمکنار ہوگا اور اب حکمران اتحاد کے پیچھے ہٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ ایک قومی اور جمہوری ضرورت ہے جس پر ملک کی بقاء اور جمہوریت کے استحکام کا انحصار ہے، حکمران اتحاد کے پاس ووٹ بھی پورے ہیں اور اسے عوام کی بھرپور تائید و حمایت بھی حاصل ہے۔

ظاہر ہے کہ مواخذہ کا عمل چند دن لے گا اور اگر پرویز مشرف نے استعفیٰ نہیں دیا تو آئین کے مطابق یہ مرحلہ اس ماہ کے آخر تک جا کر طے ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ 11 اگست سے شروع ہونے والے قومی اسمبلی کے اجلاس میں 3 نومبر کے غیر آئینی، غیر قانونی، غیر جمہوری اور غیر اخلاقی اقدامات کی واپسی اور چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت تمام معزول ججز کی بحالی کی قرارداد منظور کر کے ایگزیکٹو آرڈر کے تحت انہیں عزت و وقار کے

ساتھ بحال کر دیا جائے تاکہ ایک تو حکمران اتحاد کی سنجیدگی کا اظہار ہو، دوسرے اگر خدانخواستہ صدر کوئی غیر قانونی 58 ٹو بی کے استعمال یا ایمرجنسی کے نفاذ کی صورت میں قدم اٹھائیں تو آزاد اور جرأت مند عدلیہ اسے ناکام بنانے کے لئے موجود ہو۔ دوسرے وکلاء نے 14 اگست تک ججز بحال نہ ہونے کی صورت میں تحریک سول نافرمانی شروع کرنے کا جو اعلان کر رکھا ہے، اس کی نوبت نہ آئے اور تیسرے حکومت کے ان مخالفین کی زبان بند ہو جائے جو یہ پروپیگنڈا کرنے میں مصروف ہیں کہ جس حکمران اتحاد نے اعلان مری پر تین دنوں میں عمل نہیں کیا، اب بھی مواخذہ اور ججوں کی بحالی کا اعلان محض سیاسی اعلان ثابت ہوگا اور اس پر عملدرآمد کی نوبت نہیں آئے گی۔

یہ حکومت کی طرف سے ان معزول ججز بطور خاص چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو خراج تحسین ہوگا جنہوں نے ایک باوردی جرنیل کو غیر آئینی، غیر قانونی قدم اٹھانے سے روکا اور 3 نومبر کے اقدام کو عدالتی فیصلے کے ذریعے غیر آئینی، غیر قانونی قرار دے کر ایک نئی اور درخشاں مثال قائم کی۔ نظریہ ضرورت دفن کرنے اور غیر قانونی پی سی او کو نہ ماننے والے ان ججز کی بحالی سے قوم اور عدلیہ کو پیغام ملے گا کہ موجودہ حکمران اتحاد آزاد، غیر جانبدار اور دلیر عدلیہ کے حق میں ہے اور وہ صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے مواخذے کے ساتھ ان کے تمام اقدامات کی واپسی کا بھی خواہاں ہے اور ایک فوجی ڈکٹیٹر نے اپنی مرضی کی جو عدلیہ 3 نومبر کو ملک و قوم پر مسلط کی اور اپنے غیر آئینی و غیر قانونی احکامات کی توثیق کی، اسے بھی صدر کے ساتھ ہی رخصت کرنا چاہتا ہے تاکہ آئندہ کوئی جج کسی فوجی یا غیر فوجی آمر کے کسی غیر آئینی، غیر قانونی اقدام کی تائید و توثیق نہ کر سکے۔

حکمران اتحاد یہ اقدام کرنے کے بعد عوام کی بھرپور تائید و حمایت سے مسلح ہو کر صدر کا مواخذہ کر سکتا ہے کیونکہ اس طرح تمام ارکان پارلیمنٹ کو علم ہوگا کہ اب صدر کوئی غیر قانونی، غیر آئینی اقدام کرنے کی پوزیشن میں نہیں، اس لئے انہیں پیر پگاڑا، چوہدری برادران، مخدوم امین فہیم، شیخ رشید اور دیگر مشرف نواز لیڈروں کی چکنی چپڑی باتوں میں

Uploaded by HBC for
urdufans.com

آنے اور مواخذہ کی حمایت سے گریز کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب حکمران اتحاد معزول ججوں کو بحال کرنے میں سنجیدہ اور مخلص ہے تو اسے لٹکانے کا کوئی جواز نہیں اور شکوک و شبہات کو پروان چڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ معزول ججز کی بحالی ایک ایسا اقدام ہوگا، جو حکمران اتحاد کے عظیم کارنامے کے طور پر تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔ اگر آصف علی زرداری کو چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے حوالے سے کچھ تحفظات ہیں تو انہیں بالائے طاق رکھ کر وہ ملک و قوم کے مفاد میں قدم اٹھائیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔

اس "سادگی" پہ کون نہ مر جائے اے خدا!

صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے کہا ہے کہ اگر ان کے خلاف حکمران اتحاد کی طرف سے چارج شیٹ پیش کی گئی تو وہ پارلیمنٹ میں اس کا بھرپور جواب دیں گے۔ انہیں بتایا جائے کہ انہوں نے آئین کی کون سی خلاف ورزی کی ہے؟ حکمران اتحاد کی جانب سے صدر کے مواخذہ کے فیصلہ کے بعد جنرل (ر) مشرف نے گزشتہ روز ایوانِ صدر میں سیّد شریف الدین پیرزادہ، دیگر قانونی و آئینی مشیروں اور اپنے حلیف سیاست دانوں سے تبادلہ خیال کے دوران اس امر کا اظہار کیا کہ انہوں نے ملک کی خدمت کی ہے، وہ ملک کے منتخب صدر ہیں اور اس حیثیت میں انہوں نے انتخابات کرا کے جمہوری نظام کو مستحکم کیا ہے اس لئے وہ مواخذے کی تحریک کا مقابلہ کریں گے اور پارلیمنٹ میں اپنا دفاع کریں گے۔

حکمران اتحاد کی جانب سے جنرل (ر) مشرف کے خلاف مواخذہ کی تحریک لانے کا فیصلہ ان کے مسلسل غیر آئینی اقدامات، منتخب جمہوری حکومت کے خلاف اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے بیانات دینے اور ایوانِ صدر کو حکومت مخالف سرگرمیوں کا مرکز بنانے کی بنیاد پر ہی کیا گیا ہے۔ اصولی طور پر تو انہیں 18 فروری کے انتخابات کے نتائج سامنے آتے ہی صدر کے منصب سے مستعفی ہو جانا چاہئے تھا کیونکہ ان انتخابات میں عوام نے ان کی پالیسیوں اور ان کی حلیف اس وقت کی حکومتی جماعتوں کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا تھا۔ انہوں نے خود بھی اعلان کیا تھا کہ اگر انتخابات میں ان کے حامیوں کو شکست ہوگئی تو وہ

عوامی فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے خود بھی مستعفی ہو جائیں گے، اسی طرح انہوں نے نئی اسمبلی سے بھی اعتماد کا ووٹ لینے کا اعلان کیا جبکہ وہ ہر قیمت پر اقتدار پر براجمان رہنا چاہتے ہیں، چاہے اس کے لئے انہیں منتخب جمہوری نظام کا ہی کیوں نہ جنازہ کرنا پڑے۔

یہ طرفہ تماشا ہے کہ آئین کو دوبارہ توڑنے کا "اعزاز" حاصل کرنے والے جنرل (ر) مشرف یہ پوچھ رہے ہیں کہ انہوں نے آئین کی کون سی خلاف ورزی کی ہے؟ کیا 12 اکتوبر 1999ء کو آئین کے تحت منتخب جمہوری حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد ان کی جانب سے ماورائے آئین اقتدار سنبھالنا آئینی اقدام تھا؟ جبکہ انہوں نے اقتدار سنبھالنے کے بعد آئین کو معطل کر کے عبوری آئینی حکم (پی سی او) نافذ کیا جو درحقیقت آئین کو توڑنے کا اقدام تھا جس پر ان کے خلاف آئین کی دفعہ 6 کا اطلاق ہوتا تھا۔ انہوں نے غیر آئینی طور پر خود کو چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے برا جمان رکھا اور پھر منتخب آئینی صدر رفیق تارڑ کو غیر آئینی طریقے سے ایوانِ صدر سے نکال کر خود صدر کا منصب سنبھال لیا جو بذاتِ خود غیر آئینی اقدام تھا۔ وفاق کی علامت کی حیثیت سے صدر کا کردار قطعی غیر جانبدار ہوتا ہے مگر جنرل (ر) مشرف نے اپنے پورے عرصہ کو اقتدار میں صرف اپنے حامی سیاست دانوں کی سرپرستی کی۔ ق لیگ کی شکل میں کنگز پارٹی بنائی جس کی 2002ء اور پھر 18 فروری 2008ء کے انتخابات میں انہوں نے خود انتخابی مہم چلائی اور اپنے مخالف قومی قائدین میاں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کے بارے میں وہ مسلسل پروپیگنڈہ کرتے رہے کہ وہ نہ ملک واپس آسکتے ہیں نہ انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں۔ انہوں نے سب سے بڑا غیر آئینی اقدام باوردی جرنیل کی حیثیت سے صدر کا منصب سنبھال کر کیا تھا جس کی آئین میں کوئی گنجائش ہی نہیں جبکہ صدر کے دوبارہ انتخاب میں بھی انہوں نے قطعی غیر آئینی طور پر باوردی حصہ لیا۔ چیف جسٹس پاکستان افتخار محمد چوہدری کو غیر آئینی طور پر استعفیٰ دینے پر مجبور کیا اور ان کے انکار پر انہیں ان کے منصب سے معطل کر کے عدلیہ پر شب خون مارا جبکہ گزشتہ سال 3 نومبر کو چیف آف آرمی سٹاف کی حیثیت سے ملک میں ایمرجنسی اور پی سی او

Uploaded by HBC for
urdufans.com

صدر استعفیٰ دے کر ملک کو بحران سے بچائیں

صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے کہا ہے کہ اگر ان کے مستعفی ہونے سے ملک میں مہنگائی، لوڈ شیڈنگ اور دوسرے مسائل ختم ہو سکتے ہیں تو وہ استعفیٰ دینے کے لئے تیار ہیں۔ ایک بھارتی ٹی وی چینل سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مواخذے کی خبروں کے حوالے سے انہیں کوئی پریشانی نہیں، وہ منتخب صدر ہیں اور انہوں نے ملک میں جمہوریت کے قیام کے لئے فوج کو خیر باد کہا۔ وہ نہیں چاہتے کہ مارشل لاء کا دور دوبارہ آئے۔

چاروں صوبائی اسمبلیوں سے صدر کے استعفیٰ یا مواخذے کے حوالے سے قراردادوں کی منظوری کے بعد یہ تو واضح ہو گیا ہے کہ صدر کا ملک کی جن سیاسی قوتوں پر تکیہ تھا، وہ خوش فہمی اور خود فریبی ثابت ہوا اور پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں صورتِ حال شاید حکمران اتحاد کی توقعات سے بھی زیادہ بہتر ہو اور مسلم لیگ (ق) عملاً تحلیل ہو جائے کیونکہ جس تیزی سے ارکان پارلیمنٹ مواخذہ کے حق میں پوزیشن لے رہے ہیں اور جمہوری

ماضی کر کے انہوں نے دوسری بار آئین کی دھجیاں بکھیریں۔ اب وہ آئین توڑنے کی ہیٹ ٹرک کرنے کے خواہشمند ہیں اور پھر بھی پوچھ رہے ہیں کہ انہوں نے آئین کی کون سی خلاف ورزی کی ہے؟ ''اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!'' اپنے جن کارناموں کا وہ ملک کی خدمت کے حوالے سے تذکرہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے ہی ملک و قوم کو عالمی رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جبکہ ان کی اختیار کردہ امریکہ نواز پالیسیوں سے ملک کی سالمیت کو بھی خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔ وہ اپنی لائی گئی کٹھ پتلی اسمبلی میں تو مٹھی کے مادھوؤں کے سامنے خطاب کرنے کی جرأت نہیں کر سکے تھے جبکہ وہ اپنی قطعی مخالف پارلیمنٹ میں اپنے خلاف چارج شیٹ کا سامنا کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ اپنے غیر آئینی اقدامات کے حوالے سے تو انہوں نے تمام سابقہ فوجی آمروں کو مات دے دی ہے۔ اب انہیں اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہئے کہ وہ اس وقت مکمل طور پر تنہا ہو چکے ہیں، پوری قوم نے انہیں مسترد کر دیا ہے۔ منتخب پارلیمنٹ ان کے مواخذہ کی تیاریوں میں مصروف ہے اور ان کی سرپرست بش انتظامیہ نے بھی اب ان کے سر سے شفقت والا ہاتھ اُٹھا لیا، اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے تو انہیں رُسوا ہو کر ایوانِ صدر سے باہر جانا پڑے گا، اس لئے بہتر یہی ہے کہ وہ 18 فروری کے قومی مینڈیٹ اور عوام کے نمائندہ قومی قائدین کی اپنے بارے میں رائے کا احترام کرتے ہوئے اپنے خلاف مواخذہ کی تحریک آنے سے پہلے ہی مستعفی ہو جائیں، ورنہ وہ خود کو مکافاتِ عمل سے نہیں بچا پائیں گے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 9 اگست 2008ء)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

قوتوں کے ساتھ کھڑے ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، اسے دیکھتے ہوئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ صدر کی سیاسی پارلیمانی حمایت عوامی مقبولیت کی طرح کتنی کم ہو چکی ہے اور ان کی مشکلات میں کس قدر اضافہ ہوا ہے۔

حکمران اتحاد نے مواخذہ کے لئے چارج شیٹ تیار کر لی ہے اور اُمید کی جا رہی ہے کہ اگلے ہفتے کے آغاز پر پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلانے کے لئے باقاعدہ درخواست سپیکر قومی اسمبلی کو پیش کر دی جائے گی۔ اس صورت میں حکمران اتحاد نہ صرف آئین کی خلاف ورزی اور گراس مس کنڈکٹ کے حوالے سے الزامات عوام کے سامنے پیش کرے گا بلکہ قومی اور بین الاقوامی میڈیا میں صدر کی ذات زیر بحث آئے گی اور گفتنی و ناگفتنی ہر قسم کی باتیں ہوں گی۔ اسی بناء پر صدر کے ذاتی دوست اور بین الاقوامی مہربان انہیں مشورہ دے رہے ہیں کہ وہ مواخذہ سے قبل استعفیٰ دے کر حکمران اتحاد کو مواخذے کا عمل منطقی انجام تک پہنچانے اور عوامی دباؤ کی وجہ سے مواخذے کے بعد محاسبہ کی طرف بڑھنے سے روکیں۔

سی بی ایس نیوز کے مطابق بش انتظامیہ نے بھی چپکے سے کہہ دیا ہے کہ صدر پرویز مشرف جلد استعفیٰ دے کر ملک کو بحران سے بچائیں۔ امریکی ڈیموکریٹ رہنما جیسی جیکسن نے بھی یہی مطالبہ کیا ہے جبکہ نیویارک ٹائمز نے بھی صدر کے لئے اسی آپشن کو اختیار کرنا دانشمندی قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ استعفیٰ دے دیں گے۔ بی بی سی نے 13 اور 14 اگست کو ہونے والی یوم آزادی کی تقریبات کا جائزہ لیتے ہوئے آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی کا ایوان صدر کی تقریب میں شرکت سے گریز اور کونشن سنٹر کی تقریب میں شرکت کو فوج کی طرف سے واضح پیغام قرار دیا ہے کہ وہ صدر کے ساتھ نہیں بلکہ منتخب جمہوری حکومت کے ساتھ ہے۔ برطانوی اخبار فنانشل ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق استعفیٰ کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اس وقت اسرائیل اور بھارت کی طرف سے صدر کی حمایت کا مطلب یہی ہے کہ ہمارے یہ دونوں دشمن ملک ہی انہیں زیادہ سے زیادہ دنوں تک ایوان صدر میں موجود

دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ ساڑھے آٹھ سال تک صدر پرویز مشرف نے اپنے اقدامات، پالیسیوں اور کارروائیوں سے ملک و قوم کو جو نقصان پہنچایا ہے، اس میں مزید اضافہ ہو اور یہ ازلی دشمن اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ استعفیٰ سے انکار یا تاخیر کی وجہ سے ملکی معیشت پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر 77 روپے تک پہنچ گئی ہے، سٹاک مارکیٹ میں روزانہ اربوں روپے ڈوب رہے ہیں جبکہ سیاسی اور سماجی سطح پر بھی بے چینی جنم لے رہی ہے۔ منتخب حکومت کی پالیسی کی وجہ سے خود کش بم دھماکے رُک گئے تھے مگر ایوان صدر میں ماضی کے تسلسل کی وجہ سے مذاکرات کا عمل سبوتاژ ہوا ہے اور جنگجو آمد بجنگ آمد کے مصداق خود کش دھماکے دوبارہ شروع ہو گئے ہیں جو ملک کے لئے تباہ کن علامت ہے۔

صدر اس صورت حال کو حکومت کی ناکامی سے تعبیر کر رہے ہیں حالانکہ ان کے ساڑھے آٹھ سالہ پالیسیوں کا نتیجہ اور اقتدار پر قابض رہنے کی ضد کا شاخسانہ ہے۔ بدامنی، مہنگائی، بے روزگاری اور لوڈشیڈنگ سابقہ حکومت کے وہ تحفے ہیں، جو اس نے دہشت گردی اور خود کش دھماکوں کے ساتھ قوم کو دیئے ہیں۔ موجودہ حکومت اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود قوم کو ان سے نجات دلانے کے لئے کوشاں ہے لیکن صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کی موجودگی میں کامیابی کا اس لئے امکان نہیں کہ ایک تو موصوف روز اوّل سے سازشوں میں مصروف ہیں اور ایوان صدر کو پاور سینٹر سمجھ کر بہت سے عناصر بالخصوص ڈیورو کریسی تعاون پر آمادہ نہیں، دوسرے عوام کی پرویز مشرف سے نفرت کی وجہ سے حکومت پر دباؤ ہے کہ وہ پہلے ان کا مواخذہ کرے، اس کے علاوہ ججوں کی بحالی میں بھی رکاوٹیں درپیش ہیں اور حکومت کی قوت فیصلہ پر سوالات اُٹھ رہے ہیں۔

لہٰذا اگر صدر واقعی سب سے پہلے پاکستان کے اپنے نعرے پر قائم ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ملک موجودہ سیاسی، اقتصادی اور معاشی بحران سے نجات حاصل کرے تو پھر انہیں سیاسی قیموں اور غیر سیاسی مفاد پرستوں کے غیر حقیقت پسندانہ مشوروں کا اسیر بن کر

Uploaded by HBC for
urdufans.com

اپنا اور قوم کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اور یہ تکرار ترک کر دینی چاہئے کہ مجھے پارلیمنٹ نے پانچ سال کے لئے منتخب کیا ہے، میں اپنا کردار ادا کرتا رہوں گا اور استعفیٰ ہرگز نہیں دوں گا، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ نہ پہلی بار آئینی طریقے سے صدر منتخب ہوئے تھے اور نہ دوسری بار۔ زرداری صاحب انہیں محفوظ راستہ دینے پر تیار ہیں جس کا انکشاف چوہدری اعتزاز نے کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حوالے سے کئی امور طے پا گئے ہیں تو پھر انہیں تاخیری حربوں سے حکومت اور عوام کی قوت برداشت کا امتحان ہرگز نہیں لینا چاہئے کیونکہ میاں نواز شریف نے گزشتہ روز کھل کر کہہ دیا ہے کہ آئین توڑنے والے کو کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی لہٰذا اگر صدر نے استعفیٰ میں تاخیر کی تو حکمران اتحاد عوامی دباؤ کے مطابق مواخذہ اور پھر محاسبہ پر مجبور ہوگا اور ان تاخیری حربوں کو بھی کسی نئی سازش کا پیش خیمہ سمجھا جائے گا۔ صدر اگر حکمران اتحاد اور قوم کی نہیں مانتے تو بش انتظامیہ کی مانیں جو انہیں رضا کارانہ طور پر عہدہ چھوڑنے پر مجبور کر رہی ہے۔ آخر بش انتظامیہ تو ان کی ہمدرد اور خیر خواہ ہے۔ اس کا مشورہ صدر کے اپنے مفاد میں ہے اور انہیں اپنا مفاد بہر حال عزیز ہونا چاہئے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 16 اگست 2008ء)

استعفیٰ یا مواخذہ؟ صدر وقت ضائع نہ کریں

اخباری اطلاعات کے مطابق صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کو ممکنہ مواخذے اور اس کے بعد بغاوت سمیت سنگین نوعیت کے الزامات پر مقدمات سے بچانے کے لئے برطانوی، امریکی اور سعودی سفارت کاروں کی طرف سے کی جانے والی تلاش کی کوششیں آخری مراحل میں داخل ہو گئی ہیں جبکہ صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے مسلم لیگ (ق) کے عہدیداروں چوہدری شجاعت حسین اور چوہدری پرویز الٰہی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وہ موجودہ حالات میں کسی صورت میں استعفیٰ نہیں دیں گے اور مواخذہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔

ویسے تو اپنے مطلق العنان دور اقتدار میں بھی صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے ملک کو سیاسی، سماجی، اقتصادی اور معاشی مسائل سے دوچار کیا، ہم آزاد خارجہ پالیسی سے ہاتھ دھو بیٹھے جس کی وجہ سے امریکہ کے ساتھ ساتھ ہمیں بھارت اور افغانستان کی طرف

Uploaded by HBC for
urdufans.com

سے بھی دبانے کی کوشش کی گئی لیکن 18 فروری کے بعد جب عوام نے پرویز مشرف کے اتحادیوں اور ساڑھے آٹھ سالہ پالیسیوں کو دوٹوک انداز میں مسترد کیا تو موصوف نے عوامی مینڈیٹ ماننے کے بجائے سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا بازار گرم کر دیا اور پہلے سے آسمان بجلی، مہنگائی، بے روزگاری اور بدامنی کے حوالے سے جاری بحران مزید شدت اختیار کر گیا۔ اُوپر سے صدر صاحب نے مختلف اجتماعات میں حکومت کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ موجودہ مہنگائی، بے روزگاری، اشیائے صرف کی نایابی اور بدامنی کی ذمہ دار منتخب حکومت ہے اور میں اس کی کارکردگی سے مطمئن نہیں، اگر اس نے ڈیڑھ دو ماہ میں اپنا لائحہ عمل واضح نہ کیا تو مجھے اپنا کردار ادا کرنا پڑے گا۔

چنانچہ حکمران اتحاد کو مجبوراً صدر کے مواخذے کا فیصلہ کرنا پڑا اور صدر کے خیر خواہ پشت پناہ حلقوں کو مطمئن کرنے کے لئے براہ راست مواخذہ کی تحریک لانے کے بجائے پہلے صوبائی اسمبلیوں میں جو صدر کا حلقہ انتخاب ہیں، سے قراردادیں منظور کرائی گئیں تاکہ صدر یا تو ان اسمبلیوں سے اعتماد کا ووٹ لیں یا پھر اپنے حلقہ انتخاب سے عدم اعتماد کے اظہار کے بعد استعفیٰ کا آبرومندانہ راستہ اختیار کریں۔ یہ صدر کو محفوظ راستہ دینے کی ایک سوچی سمجھی کوشش تھی مگر صدر نے اس سے فائدہ اُٹھانے کے بجائے نادان سیاسی اور بھاری فیسوں والے قانونی مشیروں کو اہمیت دیتے ہوئے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا اعلان کر دیا جس سے ملک میں سیاسی کشیدگی اور عدم استحکام کی فضا پیدا ہوئی اور قومی معیشت پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔ ڈالر کی قدر میں اضافہ، سٹاک مارکیٹ میں مندی اور دیگر مسائل صدر کی ضد اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہیں حالانکہ حکومت نے انہیں 14 اگست تک مستعفی ہونے کا پورا موقع دیا۔

اب جبکہ پاکستان کو بحران سے نکالنے اور صدر کو محفوظ راستہ فراہم کرنے کے لئے اخباری اطلاعات کے مطابق امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ سعودی عرب بھی شامل ہو گیا ہے تو یقینی بات ہے کہ ایک دو دن میں معاملہ طے ہو جائے گا۔ اگرچہ میاں نواز شریف بضد ہیں

کہ مواخذے کے بعد قومی جرائم کی پاداش میں جنرل (ر) پرویز مشرف کو قانون کے کٹہرے میں لایا جائے اور ایک بار حتمی طور پر طے کر دیا جائے کہ آئندہ جو کوئی بھی آئین کے آرٹیکل 6 کی خلاف ورزی کرے گا، اسے نشان عبرت بنا دیا جائے گا لیکن حکومت شاید اندرونی اور بیرونی دباؤ کے علاوہ ملک میں خوشگوار سیاسی ماحول پیدا کرنے کے لئے صدر پرویز مشرف کو محفوظ راستہ دینے کی کڑوی گولی نگل لے اور انہیں تین چار ماہ بیرون ملک گزارنے کے بعد وطن واپس آ کر رہنے کی اجازت دے دی جائے۔

نمبر گیم تو واضح ہے، چاروں صوبائی اسمبلیوں نے ان پر عدم اعتماد کر دیا ہے، ایم کیو ایم تک نے ان کی حمایت میں ووٹ نہیں ڈالے۔ سینٹ میں بھی اتحاد کو 61 ارکان کی حمایت حاصل ہو چکی ہے جو اگلے دو چار روز میں مزید بڑھ جائے گی۔ قومی اسمبلی میں روز اول سے حکمران اتحاد کو دو تہائی اکثریت حاصل ہے جبکہ امریکہ اور فوج کی جانب سے بھی ٹیر جانبداری کی یقین دہانی کرائی گئی ہے، ان حالات میں پرویز مشرف کے لئے استعفیٰ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اب وہ نہ تو سودہ بازی کی پوزیشن میں ہیں اور نہ حکومت کو تنگ کرنے کی پوزیشن میں۔ اگر انہوں نے توقعات کے مطابق آج یا کل استعفیٰ نہ دیا تو پھر صرف مواخذہ ہی نہیں ہوگا، حکومت کو عوامی دباؤ اور نواز شریف جیسے اتحادیوں کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے محاسبہ کا اہتمام بھی کرنا پڑے گا۔

صدر صاحب کو استعفیٰ کے بعد ملک میں رہنے پر اصرار بھی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اپنے دور اقتدار میں انہوں نے سرحد اور بلوچستان میں جو مظالم ڈھائے اور امریکہ کو خوش کرنے کے لئے مختلف جہادی گروپوں کے خلاف جو کارروائیاں کیں، اس کا بدلہ لینے کے لئے القاعدہ و طالبان کے علاوہ بھی کئی عناصر ان کا پیچھا کریں گے، ریاست ان کی حفاظت کے لئے اپنے وسائل مختص کرنے سے قاصر ہوگی اور ملک میں استحکام بھی نہیں آئے گا لہٰذا اگر یہ اطلاعات درست ہیں کہ سعودی عرب نے انہیں پناہ دینے کی پیش کش کی ہے تو انہیں بلا تاخیر یہ قبول کر لینی چاہئے۔ انہیں خوش فہمی کے خول سے نکل کر زمینی حقائق کا سامنا کرنا

Uploaded by HBC for
urdufans.com

چاہے وہ نہ تو مقبول ہیں اور نہ ان کا مستقبل کی سیاست میں کوئی کردار ہے کہ وہ ملک میں رہنے پر اصرار کریں۔ یہ وقت مطالبات منوانے کا نہیں، عزت اور جان بچانے کا ہے اور حکمران اتحاد نے انہیں جو مہلت دی ہے اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ ایک بار چارج شیٹ عوام کے سامنے آگئی تو مواخذے کا عمل مکمل ہوئے بغیر نہ تو واپس ہوگی اور نہ عوام ٹرائل سے کم پر راضی ہوں گے۔ آخر وہ ملک سے اپنی ضد کی کتنی قیمت وصول کرنا چاہتے ہیں؟

نئے صدر کے لئے بھی اتفاق رائے ہونا چاہئے:

پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری نے اعلان کیا ہے کہ صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کی علیحدگی کے بعد عہدہ صدارت خالی ہو جائے گا جس پر پیپلز پارٹی ہی کا حق ہے۔ ان کی اس رائے سے پاکستان کے عوام یقیناً متفق نہیں ہوں گے کیونکہ اس وقت ملک میں ایک پارٹی کی حکومت نہیں بلکہ حکمران اتحاد میں بہت سی پارٹیاں شامل ہیں، ان میں سے مسلم لیگ (ن) ایک مقبول جماعت ہے اور قومی اسمبلی میں اس کی 92 نشستیں ہیں، اگرچہ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے کہا ہے کہ میاں نواز شریف عہدہ صدارت کے خواہشمند ہیں تو ان کے نام پر غور کیا جا سکتا ہے لیکن مسئلہ خواہش کا نہیں اُصول کا ہے۔ پیپلز پارٹی کے پاس ملک کا سب سے بڑا عہدہ، وزیر اعظم کا موجود ہے۔ اس کے بعد قومی اسمبلی کے سپیکر کا عہدہ بھی پیپلز پارٹی کے پاس ہے۔ پیپلز پارٹی کو چاہئے کہ اس سلسلے میں حکمران اتحاد کے ساتھ مشاورت کی جائے اور اتفاق رائے سے فیصلہ کیا جائے کہ اس اعلیٰ ترین ملکی منصب پر کسے فائز کیا جائے، یہ فیصلہ جماعتی مفادات سے بالاتر ہو کر کیا جائے۔ سب سے زیادہ مستحسن بات تو یہ ہوگی کہ کسی مناسب شخصیت کا انتخاب کر لیا جائے اور اس کے لئے تمام اتحادی پارٹیوں میں اتفاق رائے پیدا کیا جائے۔ پیپلز پارٹی نے خود ہی دوسری پارٹیوں کے ساتھ مل کر مخلوط حکومت کی صورت میں اتفاق رائے کی حکومت قائم کی ہے۔ اب اس اتفاق رائے میں ان پارٹیوں کو بھی شامل کیا جائے جو پارلیمنٹ سے باہر ہیں۔ اس سے قومی سیاست میں اعتدال اور باہمی برداشت کی روایت کو فروغ ملے گا اور

جس طرح جنرل (ر) پرویز مشرف کو اقتدار سے باہر نکالنے کے لئے تمام صوبوں کی اسمبلیوں کے ذریعے سیاسی حلقوں نے یک جہتی اور اتفاق رائے کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسی طرح عہدہ صدر کے لئے جو بھی شخصیت منتخب کی جائے اس پر بھی مکمل اتفاق رائے ہونا چاہئے۔ اس سے ملک میں بہتر سیاسی ماحول پیدا ہوگا۔ یہ اہتمام ضروری ہے کہ پارلیمانی نظام کے تقاضوں کے تحت صدر آئین کے پابند شخص کو ہونا چاہئے جو عہدہ یا اختیارات کا لالچی نہ ہو۔ ایوان صدارت کے لئے موزوں شخصیت کا حامل اور جمہوری نظام کے استحکام کے لئے کام کرے۔

(روزنامہ نوائے وقت، 17 اگست 2008ء)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

صدر کے سامنے حلف لینے کی بات نہیں کی اور نہ ہی سندھ کے آٹھ ججوں نے صدر کے سامنے حلف دیا۔ تین روز تک جاری رہنے والے اس اعصاب شکن سیاسی ڈائیلاگ کا اختتام رات گئے آصف زرداری کی طرف سے بڑے پُرجوش لہجے میں پڑھے گئے مشترکہ بیان سے ہوا جس کا متن یہ ہے۔

حکمران اتحاد کے گزشتہ 3 دنوں تک جاری رہنے والے مشترکہ اجلاسوں میں اس عزم کا اظہار کیا گیا ہے کہ جمہوری قوتیں حقیقی جمہوریت کی جانب پیشرفت کے لئے مل کر کام کریں گی۔ اتحاد نے یہ بات محسوس کی کہ 18 فروری 2008ء کو پاکستان کے عوام نے جمہوری قوتوں کے حق میں واضح مینڈیٹ دیا اور جنرل مشرف کو نکالنے کے لئے ان کی کنگز پارٹی کو شکست دے کر تبدیلی کے حق میں ووٹ دیئے گئے۔ ان کے واضح وعدے کے باوجود کہ اگر ان کی جماعت کو انتخابات میں شکست ہوئی تو وہ استعفیٰ دے دیں گے۔ وہ بدستور صدر کے منصب سے چمٹے ہوئے ہیں۔ وہ سبکدوش ہونے والی اسمبلی سے 7 اکتوبر کے لئے انتخابات کی آئینی پوزیشن کے باوجود منصب صدارت پر برقرار ہیں۔ انہوں نے اپنے اٹارنی کے ذریعے سپریم کورٹ کے سامنے واضح الفاظ میں وعدہ کیا تھا کہ وہ نئی منتخب اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ لیں گے۔ جس میں وہ ناکام رہے ہیں۔ وہ آئین کے آرٹیکل 56 کے تحت نئی پارلیمنٹ سے بھی خطاب کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

جنرل مشرف نے اپنے 8 سالہ دور کے دوران جن پالیسیوں پر عمل کیا ہے وہ پاکستان کو انتہائی نازک بحران کے کنارے پر لے آئی ہیں۔ ان کی پالیسیوں کی ناکامی نے ملک کو تاریخ کے بدترین بحران میں دھکیل دیا ہے۔ ان کی پالیسیوں نے وفاق کو کمزور کیا ہے اور قوم کے قومی اداروں پر اعتماد کو متزلزل کیا ہے۔ وہ کنگز پارٹی کی ملی بھگت سے جمہوریت کی جانب پیشرفت کو نقصان پہنچانے کے لئے مصروف عمل رہے ہیں جسے پاکستان کی عوام نے مسترد کر دیا تھا۔ متذکرہ بالا وجوہات اور نئی منتخب اسمبلیوں سے اعتماد کا ووٹ لینے میں ان کی ناکامی کے پیش نظر اتحاد کی قیادت اس امر پر یقین رکھتی ہے کہ جنرل

محلاتی سازشیں نقطہ عروج کو چھونے لگیں

طویل اعصاب شکن مرحلہ بالآخر ختم ہوا اور نواز شریف زرداری مذاکرات کی کامیابی کی نوید ملی حکمران اتحاد کی طرف سے مشترکہ اعلامیہ سامنے آیا جس میں کہا گیا کہ صدر کا مواخذہ ہوگا جس کے فوراً بعد 2 نومبر والی عدلیہ بحال ہو جائے گی۔ میاں نواز شریف جب لندن سے گزشتہ دنوں واپس آئے تو انہوں نے ایئرپورٹ پر پہلا بیان یہی دیا تھا کہ اس مرتبہ وہ فیصلہ کن مذاکرات کریں گے اور ان کی بات نہ مانی گئی تو حکومتی اتحاد ختم ہو جائے گا۔ مذاکرات کے آغاز کے ساتھ ہی صدارتی عمل میں ہونے والی سازشیں اپنے نقطہ عروج کو چھونے لگی مذاکرات کے آغاز سے پہلے ہی یہ واویلا شروع ہو گیا کہ مذاکرات ناکام رہیں گے۔ فاروق ایچ نائیک سے منسوب یہ بیان جاری ہوا کہ انہوں نے ججوں کو صدر کے سامنے حلف اٹھانے کی تلقین کی ہے۔ سندھ کے 8 ججوں کی بحالی کی خبریں جاری ہوئیں حیرت انگیز طور پر یہ خبریں غلط ثابت ہوئیں فاروق نائیک نے کہا کہ انہوں نے کبھی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

مشرف کے خلاف آرٹیکل 47 کے تحت مواخذہ کی کارروائی ناگزیر ہو چکی ہے۔

متذکرہ بالا مقصد کے حصول کے لئے نومنتخب چاروں صوبائی اسمبلیاں جو صدر کے انتخاب کے لئے الیکٹورل کالج ہیں میں قراردادیں پیش کی جائیں گی جو اس مطالبے پر مبنی ہوں گی کہ جنرل مشرف سپریم کورٹ سے کئے گئے وعدے کے مطابق فوراً اعتماد کا ووٹ لیں۔ اتحاد نے مزید فیصلہ کیا ہے کہ ذری طور پر مواخذہ کی کارروائی شروع کرے گا۔ حکمران اتحاد کی قیادت جنرل مشرف کے خلاف ایک چارج شیٹ پیش کرے گی۔

اجلاس نے میثاق جمہوریت پر عملدرآمد کرنے کے عزم کا بھی اظہار کیا اور ملک کو آئینی حکمرانی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے مل کر کام کرنے کی ضرورت کا بھی احساس کیا ہے۔ اس کے علاوہ آئین کی بالادستی، عدلیہ کی آزادی، قانون کی حکمرانی اور منڈلاتے ہوئے اقتصادی بحران سے نکلنے کے لئے مل کر کام کرنے کا اظہار کیا۔ اقتصادی بحران اتحاد کو 31 مارچ 2008ء کو ورثے میں ملا۔ اس کے علاوہ قیمتوں میں اضافے کو روکنے، بیروزگاری، غربت اور لوڈشیڈنگ کو کنٹرول کرنے کے لئے ٹھوس کوششوں کی ضرورت پر زور دیا۔

اتحاد نے فاٹا اور صوبہ سرحد میں کشیدگی کی صورت حال سے نمٹنے پر بھی اتفاق کیا، اس ضمن میں پارلیمنٹ میں اتفاق رائے سے مرتب کی گئی پالیسیوں کو بروئے کار لایا جائے گا۔

حکمران اتحاد کی قیادت نے ملک میں حقیقی جمہوریت کی بحالی کے لئے ٹھوس عزم کا اظہار کیا جس میں میثاق جمہوریت کے مطابق 17 ویں ترمیم کی منسوخی سرفہرست ہے تاکہ ملک میں 1973ء کے آئین پر مبنی حقیقی وفاقی پارلیمانی نظام کی بحالی ممکن ہو سکے۔

اعلان مری کے مطابق ججوں کی بحالی کے اتحاد کے فیصلے کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی نے پاکستان مسلم لیگ (ن) کو کابینہ میں دوبارہ شامل ہونے کی استدعا کی ہے۔

اعلامیہ سے پہلے صدر چین تشریف لے جا رہے تھے لیکن اب نہیں جا رہے۔

انہوں نے اپنے دیرینہ دوست جمع کر لئے ہیں اس وقت صدارتی محل میں ہونے والی سازشیں نقطہ عروج کو چھو رہی ہیں۔ شریف الدین پیرزادہ نے صدارتی محل میں ڈیرے ڈال لئے ہیں ملک قیوم ان کی معاونت کے لئے موجود ہیں اور چوہدری شجاعت کا فرمانا ہے کہ صدر 58 ٹو بی کا استعمال کر سکتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ صدر کے پاس اسمبلی کی تحلیل یا ایمرجنسی کا نفاذ کے آپشن موجود ہیں لیکن پاکستان میں تمام فیصلے صدر اور وزیراعظم اپنی مرضی سے نہیں کیا کرتے امید کی جانی چاہئے کہ عوامی طاقت کے سامنے صدارتی محل کی سازشیں دم توڑ جائیں گی۔

ادھر اتحادی حکومت کی گزشتہ 5 ماہ کی کارکردگی نے عوام کو شدید مایوس کیا ہے۔

عوام صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے 9 اور مسلم لیگ ق کے 5 سالہ دور کے بعد ملک میں جمہوری ماحول، عدلیہ کی آزادی، قانون کی حاکمیت اور اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل چاہتے تھے۔ لیکن 18 فروری کے بعد آنے والی حکومت کو ایک جانب جہاں بحران میں گرفتار ملک ملا وہاں اتحاد کے درمیان بعض معاملات پر شدید اختلافات بھی دیکھنے کو ملا جس میں معزول ججوں کی بحالی اور صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کو اقتدار سے الگ کرنا نمایاں ہے۔ وکلاء کی تحریک بھی برابر حکومت پر دباؤ ڈالتی رہی۔ اس کے ساتھ ساتھ عوام مہنگائی کے ہوشربا اضافے، توانائی کے بحران، امن و امان کی خراب صورت حال اور سیاست دانوں کی ناقص کارکردگی سے انتہائی مایوس ہوئے۔ دوسری جانب حکمران اتحاد نے اس عرصہ میں لاکھ اختلافات کے باوجود اسمبلی توڑنے کی سازش ناکام رکھی۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کی قیادت نے ملک کے اندر اور ملک کے باہر صدر کے مواخذے، صدارت سے علیحدگی اور معزول ججوں کی بحالی کے حوالے سے مذاکرات، بات چیت جاری رکھی۔ اعلانات بھی ہوئے اور معاہدے بھی، یقین دہانی بھی کی گئی اور وعدہ خلافی بھی ہوتی رہیں، نئے اتحادی پیدا کرنے کی کوشش بھی کی گئی اور حکومت سے علیحدگی کی دھمکی بھی دیتی رہی،

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ایوان صدر معاملات کو قریب سے دیکھنے لگا تو واشنگٹن انتظامیہ بھی معاملات سلجھانے کی کوشش کرتی رہی۔ غرض 18 فروری سے 8 اگست 2008ء کے درمیان حکمران اتحاد کی جماعتوں میں کئی طرح کے اُتار چڑھاؤ دیکھنے کو ملے۔ ذیل میں ہم 4 جماعتی اتحاد کے اس عرصے میں ہونے والی ملاقاتوں، مذاکرات، بات چیت اور گفتگو کا تاریخی طور پر جائزہ لیں گے۔

18 فروری 2008ء کے انتخابات کے فوری بعد کسی بھی جماعت کو واضح اکثریت حاصل نہ ہو سکی جس پر اکثریتی نشستیں حاصل کرنے والی جماعتوں یعنی پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) نے مخلوط حکومت بنانے کا ارادہ کیا۔ جبکہ ماضی میں آمریت کے خلاف ہونے والی جدوجہد کے بعد ان کا دیرپا بھی اکٹھے رہنا ضروری ہو گیا تھا اس سلسلے میں 21 فروری 2008ء کو اسلام آباد میں میاں محمد نواز شریف اور آصف علی زرداری اسفندیار ولی خان کی زیر قیادت تینوں جماعتوں کا اجلاس ہوا، جس میں تینوں پارٹیوں نے مل کر حکومت بنانے پر اتفاق کیا۔ اس کے علاوہ بے نظیر بھٹو کے قتل کی تحقیقات اقوام متحدہ سے کرانے پر اتفاق ہوا، عدلیہ کی بحالی کے لئے جوائنٹ ڈیکلریشن پر دستخط کئے گئے جس کا طریقہ کار پارلیمنٹ پر چھوڑ دیا گیا۔ اس موقع پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے پاکستان مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف نے کہا کہ پیپلز پارٹی کے مینڈیٹ کا احترام کرتے ہیں ان کے لئے کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کریں گے، مشرف عوام کا فیصلہ جتنا جلدی سمجھ جائیں اچھا ہوگا۔ آصف علی زرداری نے کہا کہ قومی اتفاق رائے سے حکومت بنانا چاہتے ہیں پارلیمنٹ کے اندر اور باہر جمہوری قوتوں کو ساتھ لے کر چلیں گے۔ بلوچستان میں عام معافی کا اعلان کیا جائے گا۔ وزیر اعظم کا فیصلہ پیپلز پارٹی کرے گی جبکہ اسفندیار ولی خان کا کہنا تھا کہ پیپلز پارٹی کے ساتھ چلنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ 23 فروری تک حکومت سازی کا مرحلہ کافی آگے تک بڑھ چکا تھا اس کے ساتھ ساتھ وزیر اعظم بننے کے لئے امین فہیم نے لابنگ کرنا شروع کر دی تھی۔ اس دن پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری اور پیپلز پارٹی

پارلیمنٹرین کے صدر مخدوم امین فہیم کے درمیان اسلام آباد میں ملاقات ہوئی جس کے بعد مخدوم امین فہیم نواز شریف سے ملنے کے لئے اسی دن مری چلے گئے جہاں پر دونوں رہنماؤں کے درمیان عدلیہ کی بحالی اور کابینہ کی تشکیل کے موضوع پر مذاکرات ہوئے۔ اسی دن زرداری سے مختلف سیاسی رہنماؤں اور نومنتخب آزاد ارکان نے ملاقاتیں کیں اور حکومت میں شامل ہونے کے حوالے سے بات چیت کی۔ منظور وٹو کی پنجاب اور انور سیف اللہ نے سرحد کی وزارت اعلیٰ کے لئے ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

27 فروری کو پیپلز پارٹی، مسلم لیگ ن اور عوامی نیشنل پارٹی کی پارلیمانی پارٹیوں کا اہم مشترکہ اجلاس اسلام آباد میں ہوا جہاں آصف علی زرداری کی جانب سے نومنتخب ارکان کے اعزاز میں ظہرانہ دیا گیا ظہرانہ میں پی پی پی، ن لیگ اور اے این پی نے 171 ارکان کی عددی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قومی اسمبلی کا اجلاس فوری طور پر بلانے کا مطالبہ کیا جنوں کی پارلیمنٹ کے ذریعے بحالی پر تینوں جماعتوں میں اتفاق پایا گیا اس سلسلے میں ایک کمیٹی بھی قائم کی گئی۔ اس موقع پر مسلم لیگ ن کے قائد میاں محمد نواز شریف نے کہا تھا کہ ہم دو تہائی اکثریت کے قریب پہنچ گئے ہیں لہٰذا صدر پرویز مستعفی ہو جائیں۔ فوج کا سیاست سے کردار ختم کریں گے اب تینوں جماعتوں کا مشترکہ پارلیمانی اجلاس ہوا کرے گا۔ آصف علی زرداری کا کہنا تھا کہ عوامی مینڈیٹ کی حامل جماعتوں کا اکٹھا ہونا بے نظیر بھٹو کے خوابوں کی تعبیر ہے ہم پارلیمنٹ کی بالادستی اور اسٹیبلشمنٹ کے لئے متحد ہیں۔ اسفندیار ولی نے دوٹوک انداز میں کہا کہ ممکن ہے جسے ہم مصلحت سمجھیں وہ قوم کے نزدیک بے غیرتی ہو، عوامی اکثریت دکھانے کا یہ عمل مرکز سے صوبہ پنجاب میں اس وقت منتقل ہوا جب مسلم لیگ ن کے صدر میاں محمد شہباز شریف نے 8 مارچ کو لاہور میں عشائیہ دیا۔ جس میں پنجاب کی سطح پر حکومت سازی کے لئے پیپلز پارٹی نے مسلم لیگ ن کی حمایت کی۔ 274 نو منتخب ارکان صوبائی اسمبلی کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے شہباز شریف نے کہا کہ عدلیہ کی آزادی پر ہم سب کا اتفاق ہے جبکہ شاہ محمود قریشی نے کہا کہ اختلافات کے باوجود

Uploaded by HBC for
urdufans.com

زرداری ان سے تیسرے روز ملنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ دوسری جانب اسفندیار ولی خان بھی ملنے سے معذرت کر دیتے ہیں جبکہ مخدوم صاحب کی جانب سے یہ بیان سامنے آتا ہے کہ انہوں نے فضل الرحمٰن سے وزارت عظمیٰ کے لئے مدد نہیں مانگی، سیاست کی بساط بچھی ہے اس پر کون کیسے چلتا ہے، چند روز میں واضح ہو جائے گا، جسے وزیراعظم بننے کا شوق ہے وہ میدان میں آجائے، توقع ہے کہ زرداری میرے علاوہ کسی اور کو وزارت عظمیٰ کی نشست کے لئے نامزد نہیں کریں گے۔

قومی اسمبلی میں حلف اُٹھانے کے اگلے روز یعنی 18 مارچ کو اسلام آباد میں نئے حکمران اتحاد کا پہلا اجلاس ہوا جس میں وزارتوں کی تقسیم کا فارمولا طے پایا گیا جبکہ جے یو آئی (ف) نے بائی کاٹ کر کے اپنے مطالبات منوائے۔ وزارت کی تقسیم کے فارمولے کے حوالے سے اتحادی جماعتوں کو 6 نشستوں پر ایک وزارت ملنا طے پایا جبکہ وفاقی کابینہ کو 3 مراعل پر تشکیل دینے کا فیصلہ کیا گیا اور کہا گیا کہ پہلے 20 وزراء کا حلف اور محکموں کا اعلان نئے وزیراعظم کریں گے۔ اسی طرح سینیٹ میں نمائندگی کی بنیاد پر جے یو آئی (ف) کو اضافی وزارت دینے کا فیصلہ ہوا۔ مذاکرات کے بعد صحافیوں سے بات کرتے ہوئے شیری رحمٰن نے کہا کہ واک آؤٹ کی خبریں درست نہیں، قبائلی اراکین اسمبلی سے کابینہ کی تشکیل کے اگلے مرحلے میں بات چیت ہوئی۔ سینیٹ میں قائد ایوان رضا ربانی نے اظہار خیال کے دوران کہا کہ حکومتی اتحاد کے درمیان مکمل ہم آہنگی ہے چیلنجوں کا مل کر مقابلہ کریں گے۔ مسلم لیگ ن کے چوہدری نثار نے کہا کہ عدلیہ کی آزادی کی خاطر صدر مشرف سے حلف لیں گے، 26 مارچ کو آصف علی زرداری امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد کو لاہور فون کرتے ہیں جس میں قاضی حسین احمد نے فرد واحد کی بجائے فیصلے پارلیمنٹ کے ذریعے کرنے کے اعلانات کا خیر مقدم کیا۔ انہوں نے کہا کہ نئی حکومت نے ملکی خودمختاری کو ترجیح دی تو تعاون کریں گے۔ آصف علی زرداری اور نواز شریف نے امریکی وفد کو پیغام دے کر قومی جذبات کی ترجمانی کی۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے قائدین

ل کر چلنے کا فیصلہ کیا ہے۔

عام انتخابات کے بعد اتحادی جماعتوں کا دوسرا بڑا اہم اجتماع مارچ میں بھوربن میں ہوا جس میں معزول ججوں کی بحالی اور حکومت سازی کے حوالے سے انتہائی اہم فیصلے کئے گئے اور بعد میں یہی مذاکرات دونوں بڑی سیاسی جماعتوں کے درمیان اختلافات کا باعث بنا۔ 9 مارچ کو اعلان مری پر دستخط کئے گئے یہ وہ تاریخ ہے جس پر ایک سال قبل 2007ء میں چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو عہدے سے ہٹا کر صدارتی ریفرنس دائر کیا گیا تھا۔ اعلان مری میں درج تھا کہ نئی حکومت کے بننے کے ایک ماہ (یعنی 30 دن) کے اندر ججوں کو بحال کیا جائے گا۔ مسلم لیگ ن مرکز میں وزارتیں لے گی۔ وزارت عظمیٰ کا حق پیپلز پارٹی کو دیا گیا، قومی اسمبلی کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر پیپلز پارٹی جبکہ پنجاب میں مسلم لیگ ن کے ہوں گے۔ آصف علی زرداری نے مشترکہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مشرف عوامی فیصلہ تسلیم کریں، ہم عوامی توقعات پر پورا اُتریں گے، پہلا ریلیف بنیادی ضروریات کے حوالے سے دیں گے، سانحہ کراچی جیسے واقعات کی جوڈیشل انکوائری ہوگی، تمام معزول ججوں کا اکٹھا موو ہٹ کریں گے۔ نواز شریف نے اس موقع پر کہا کہ ججوں کی بحالی پارلیمنٹ میں قرارداد کے ذریعے ہوگی، ہمیں ایسا پاکستان دے کر احسان جتایا جا رہا ہے جہاں مہنگائی اور بیروزگاری عروج پر ہے۔ مشرف جلد اقتدار منتقل کر دیں، اسی میں ان کی بہتری ہے۔ خارجہ پالیسی مل کر بنائیں گے، بینظیر بھٹو کے قتل جیسے معاملات پر باہم مشاورت سے فیصلے کریں گے، وزارت عظمیٰ پیپلز پارٹی کا حق ہے۔ واضح رہے کہ وزارت عظمیٰ کے مضبوط امیدوار اور پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین کے صدر مخدوم امین فہیم اس انتہائی اہم مذاکرات میں شریک نہیں ہوئے تھے جبکہ ان کا کہنا تھا کہ میں مصروف نہیں تھا مجھے مری مذاکرات کے لئے بلوایا ہی نہیں گیا۔

14 مارچ کو اسلام آباد کے سیاسی منظرنامے میں کچھ اہم ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ مخدوم امین فہیم غیر گم بنانے کے لئے مختلف قائدین سے ملاقاتیں کرتے ہیں جبکہ آصف علی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

پارلیمنٹ کی بالادستی، ججوں کی بحالی اور صدر پرویز مشرف کے مستقبل کے حوالے سے 30 مارچ کو لاہور میں ملے جہاں نواز شریف اور آصف علی زرداری میں نظام کی تبدیلی اور پارلیمنٹ کی بالادستی کے حوالے سے اتفاق پایا گیا۔ اس ملاقات میں یہ طے پایا گیا کہ میاں شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب ہوں گے اور 10 دن میں خزانے کی بیلنس شیٹ جاری کی جائے گی۔ اس موقع پر پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری نے کہا تھا کہ عدلیہ کا بحران اتنا بڑا نہیں جتنا بنایا جا رہا ہے۔ وقت آنے پر ڈاکٹر قدیر کا مسئلہ بھی حل کیا جائے گا۔ نواز شریف کا مؤقف تھا کہ آئین توڑنے والے عوامی مینڈیٹ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جبکہ بنیادی ایشوز پر ہمارے پیپلز پارٹی سے زیادہ اختلافات نہیں ہیں۔ البتہ متحدہ قومی موومنٹ (MQM) پر تحفظات دور نہیں ہوئے ہیں۔

آصف علی زرداری جو عام انتخابات کے بعد سب کو ساتھ لے کر چلنے کی پالیسی پر گامزن تھے اور جنہوں نے اپنی سب سے بڑی مخالف جماعت مسلم لیگ ن تک سے غیر فطری اتحاد کر لیا تھا نے 2 اپریل کو کراچی میں ایم کیو ایم کے مرکز نائن زیرو پر جا کر سب کو حیران کر دیا۔ اس موقع پر نائن زیرو میں زرداری پر زبردست گل پاشی کی گئی اور دونوں جماعتوں کے قائدین کے لئے جئے بھٹو جئے بے نظیر اور جئے الطاف کے نعرے لگائے گئے، زرداری اور الطاف نے ایک دوسرے کو معاف کر دیا اور مل کر پاکستان کو بچانے کا عہد کیا۔ الطاف کے رہنماؤں نے ملکی صورت حال کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی۔ الطاف حسین نے اس موقع پر کہا کہ اب ہماری محبت کی روشنی کے مزید چراغ جلیں گے، آصف علی زرداری کا نائن زیرو آمد پر دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرتا ہوں آئندہ ہمیں لڑانے اور ملک کے خلاف ہر سازش کرنے والوں کو ناکام بنا دیں گے۔ آصف زرداری نے الطاف حسین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ دوستی کا یہ پودا آئندہ تناور درخت بنے گا۔

اپریل میں اسلام آباد میں حکمران اتحاد کے قائدین کے درمیان مذاکرات کے دو دور ہوئے، پہلا دور 15 اپریل کو ہوا جس میں نواز شریف اور آصف زرداری کے مابین

ججوں کی بحالی کے حوالے سے بات چیت ہوئی مگر یہ بغیر کسی نتیجے کے ختم ہو گئی۔ دوسرا دور 21 اور 22 اپریل کو ہوا۔ 21 اپریل کو ہونے والی ملاقات پنجاب ہاؤس میں ساڑھے 3 گھنٹے تک جاری رہی۔ جس میں نواز شریف کی معاونت شہباز شریف، راجہ ظفر الحق، چوہدری نثار علی خان، ظفر اقبال جھگڑا اور احسن اقبال نے کی۔ جبکہ آصف زرداری کے پاس اس موقع پر فاروق ایچ نائیک، شیری رحمٰن و دیگر افراد تھے۔ دونوں جماعتوں کی قیادت میں اس موقع پر الگ ملاقات بھی ہوئی۔ تاہم دونوں میں ججوں کی بحالی کے لئے قرارداد پر اتفاق رائے نہ ہو سکا اور ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمر اور بحالی کی تاریخ پر ڈیڈ لاک پیدا ہو گیا۔ جبکہ آئینی پیکیج اور قرارداد کے مسودے پر بھی اتفاق نہیں ہو سکا۔ مسلم لیگ ن کے صدیق الفاروق نے کہا کہ مذاکرات ناکام نہیں نامکمل تھے اور کل پھر یہ جاری رہیں گے ادھر پیپلز پارٹی کے فرحت اللہ بابر نے کہا کہ ججوں کی بحالی کے مسئلے پر دونوں جماعتوں میں اتفاق ہے۔ اگلے روز یعنی 22 اپریل کو پنجاب ہاؤس میں ایک مرتبہ پھر مذاکرات کے لئے تیاریاں کی گئیں اطراف کے قائدین کے درمیان بات چیت کا عمل 2 گھنٹے تک جاری رہا۔ جس میں نواز شریف اور آصف علی زرداری نے علیحدہ ملاقات بھی کی۔ تاہم دونوں رہنماؤں میں اس بات پر اتفاق پایا گیا کہ ججوں کی بحالی اعلان مری کے مطابق ہو گی۔ اس سلسلے میں قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کرنے کے لئے کمیٹی قائم کی گئی جس نے خفیہ مقام پر اجلاس بھی منعقد کیا۔ مذاکرات کے اختتام پر قائد مسلم لیگ ن نے کہا کہ ڈائیلاگ میں رکاوٹ ہو سکتی ہے ڈیڈ لاک نہیں۔ قرارداد جلد اسمبلی میں لائی جائے گی اور کمیٹی حائم فریم دے گی۔ اتحاد توڑنے کی کوشش کرنے والے عناصر ناکام ہوں گے۔ ادھر زرداری کا کہنا تھا کہ میں اُلٹی گنتی کے خلاف ہوں، کمیٹی تمام پہلوؤں کا جائزہ لے گی اور چیف جسٹس کی مدت ملازمت پر بھی فیصلہ کرے گی۔

اپریل میں ہی معزول کردہ ججوں کی بحالی کے حوالے سے پہلی بار غیر ملکی سرزمین، دبئی میں 28 اپریل کو آصف علی زرداری اور شہباز شریف کے مابین بات چیت

Uploaded by HBC for
urdufans.com

پارلیمنٹ کی بالادستی، ججوں کی بحالی اور صدر پرویز مشرف کے مستقبل کے حوالے سے 30 مارچ کو رائے ونڈ لاہور میں ملے جہاں نواز شریف اور آصف علی زرداری میں نظام کی تبدیلی اور پارلیمنٹ کی بالادستی کے حوالے سے اتفاق پایا گیا۔ اس ملاقات میں یہ طے پایا گیا کہ میاں شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب ہوں گے اور 10 دن میں خزانے کی بیلنس شیٹ جاری کی جائے گی۔ اس موقع پر پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری نے کہا تھا کہ عدلیہ کا بحران اتنا بڑا نہیں جتنا بنایا جا رہا ہے۔ وقت آنے پر ڈاکٹر قدیر کا مسئلہ بھی حل کیا جائے گا۔ نواز شریف کا موقف تھا کہ آئین توڑنے والے عوامی مینڈیٹ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جبکہ بنیادی ایشوز پر ہمارے پیپلز پارٹی سے زیادہ اختلافات نہیں ہیں۔ اتحادی متحدہ قومی موومنٹ (MQM) پر تحفظات دور نہیں ہوئے ہیں۔

آصف علی زرداری جو عام انتخابات کے بعد سب کو ساتھ لے کر چلنے کی پالیسی پر گامزن تھے اور جنہوں نے اپنی سب سے بڑی مخالف جماعت مسلم لیگ ن تک سے غیر فطری اتحاد کر لیا تھا نے 2 اپریل کو کراچی میں ایم کیو ایم کے مرکز نائن زیرو پر جا کر سب کو حیران کر دیا۔ اس موقع پر نائن زیرو میں زرداری پر زبردست گل پاشی کی گئی اور دونوں جماعتوں کے قائدین کے لئے جئے بھٹو جئے بے نظیر اور جئے الطاف کے نعرے لگائے گئے، زرداری اور الطاف نے ایک دوسرے کو معاف کر دیا اور مل کر پاکستان کو بچانے کا عہد کیا۔ الطاف کے رہنماؤں نے ملکی صورت حال کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کی۔ الطاف حسین نے اس موقع پر کہا کہ اب ہماری محبت کی روشنی کے مزید چراغ جلیں گے، آصف علی زرداری کا نائن زیرو آمد پر دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کرتا ہوں آئندہ ہمیں لڑانے اور ملک کے خلاف ہر سازش کرنے والوں کو ناکام بنا دیں گے۔ آصف زرداری نے الطاف حسین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ دوستی کا یہ پودا آئندہ تناور درخت بنے گا۔

اپریل میں اسلام آباد میں حکمران اتحاد کے قائدین کے درمیان مذاکرات کے دو دور ہوئے، پہلا دور 15 اپریل کو ہوا جس میں نواز شریف اور آصف زرداری کے مابین

ججوں کی بحالی کے حوالے سے بات چیت ہوئی مگر یہ بغیر کسی نتیجے کے ختم ہو گئی۔ دوسرا دور 21 اور 22 اپریل کو ہوا۔ 21 اپریل کو ہونے والی ملاقات پنجاب ہاؤس میں ساڑھے 3 گھنٹے تک جاری رہی۔ جس میں نواز شریف کی معاونت شہباز شریف، راجہ ظفر الحق، چوہدری نثار علی خان، ظفر اقبال جھگڑا اور احسن اقبال نے کی۔ جبکہ آصف زرداری کے پاس اس موقع پر فاروق ایچ نائیک، شیری رحمٰن و دیگر افراد تھے۔ دونوں جماعتوں کی قیادت میں اس موقع پر الگ ملاقات بھی ہوئی۔ تاہم دونوں میں ججوں کی بحالی کے لئے قرارداد پر اتفاق رائے نہ ہو سکا اور ججوں کی ریٹائرمنٹ کی عمر اور بحالی کی تاریخ پر ڈیڈ لاک پیدا ہو گیا۔ جبکہ آئینی پیکیج اور قرارداد کے مسودے پر بھی اتفاق نہیں ہو سکا۔ مسلم لیگ ن کے صدیق الفاروق نے کہا کہ مذاکرات ناکام نہیں نامکمل تھے اور کل پھر یہ جاری رہیں گے ادھر پیپلز پارٹی کے فرحت اللہ بابر نے کہا کہ ججوں کی بحالی کے مسئلے پر دونوں جماعتوں میں اتفاق ہے۔ اگلے روز یعنی 22 اپریل کو پنجاب ہاؤس میں ایک مرتبہ پھر مذاکرات کے لئے تیاریاں کی گئیں اطراف کے قائدین کے درمیان بات چیت کا عمل 2 گھنٹے تک جاری رہا۔ جس میں نواز شریف اور آصف علی زرداری نے علیحدہ ملاقات بھی کی۔ تاہم دونوں رہنماؤں میں اس بات پر اتفاق پایا گیا کہ ججوں کی بحالی اعلان مری کے مطابق ہو گی۔ اس سلسلے میں قومی اسمبلی میں قرارداد پیش کرنے کے لئے کمیٹی قائم کی گئی جس نے خفیہ مقام پر اجلاس بھی منعقد کیا۔ مذاکرات کے اختتام پر قائد مسلم لیگ ن نے کہا کہ ڈائیلاگ میں رکاوٹ ہو سکتی ہے ڈیڈ لاک نہیں۔ قرارداد جلد اسمبلی میں لائی جائے گی اور کمیٹی ٹائم فریم دے گی۔ اتحاد توڑنے کی کوشش کرنے والے عناصر ناکام ہوں گے۔ ادھر زرداری کا کہنا تھا کہ میں اُلٹی گنتی کے خلاف ہوں، کمیٹی تمام پہلوؤں کا جائزہ لے گی اور چیف جسٹس کی مدت ملازمت پر بھی فیصلہ کرے گی۔

اپریل میں ہی معزول کردہ ججوں کی بحالی کے حوالے سے پہلی بار غیر ملکی سرزمین، دبئی میں 28 اپریل کو آصف علی زرداری اور شہباز شریف کے مابین بات چیت

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ہوئی۔ قوم یہ تمام حالات بڑی خاموشی اور مایوسی سے دیکھ رہی تھی کہ کسی طرح پاکستان کے خالصتاً اندرونی مسئلے کو بیرون ملک لے جا کر نہ صرف دُنیا بھر میں پاکستان کو نشانہ بنایا جا رہا ہے بلکہ قومی خزانے کو بھی بیدردی سے ضائع کیا جا رہا ہے۔ تاہم ججوں کی بحالی کے مسئلے پر دبئی مذاکرات کے پہلے روز ہی یہ عمل ڈیڈ لاک کا شکار ہو گیا۔ مسلم لیگ ن نے پیپلز پارٹی کی جانب سے دی گئی ڈیڈ لائن میں توسیع کی تاریخ سے اتفاق نہیں کیا جبکہ ن لیگ کی طرف سے قرارداد یا ایگزیکٹو آرڈر (انتظامی حکم) کے ذریعے ججوں کی بحالی پر اصرار برقرار رہا۔ ان مذاکرات میں دونوں جماعتوں کے جج ججوں کی مدت ملازمت پر بھی اختلافات سامنے آئے۔ مذاکرات کے بعد اطراف کے قائدین نے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کو اس سارے عمل سے دُور رکھا جس پر میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد نے احتجاج کیا جبکہ بعض ماہرین نے اس موقع پر کہا کہ حالات اگر یونہی جاری رہے تو اتحاد کا مستقبل خطرے میں پڑ سکتا ہے۔

اپریل کے آخر میں نواز شریف کے دبئی جانے پر نواز آصف مذاکرات کا ایک اور مرحلہ 30 اپریل کو شروع ہوا۔ یہ مذاکرات 7 گھنٹے تک جاری رہے۔ جس میں ججوں کا مسئلہ سرفہرست تھا تمام ایشو پر فریقین کے درمیان ملاقات ہوئی۔ چوہدری نثار علی خان نے اس موقع پر کہا کہ کچھ قانونی معاملات حل طلب ہیں اور ہم مذاکرات کے حوالے سے کافی پرامید بھی ہیں ججوں کی بحالی میں دو چار روز کی تاخیر کوئی بڑا مسئلہ نہیں تاہم بحال ضرور ہوں گے۔ دبئی مذاکرات کا حتمی راؤنڈ یکم مئی کو ہوا جس میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے چوٹی کے قائدین نے حصہ لیا۔ مذاکرات کے بعد نواز شریف کی جانب سے یہ بات سامنے آئی کہ جج قرارداد سے بحال ہوں گے وہ مذاکرات سے مطمئن ہیں اور عوام خوشخبری سنیں گے۔ تاہم انہوں نے مذاکرات کے دوران واک آؤٹ کا تاثر سختی سے مسترد کر دیا۔ اس موقع پر آصف علی زرداری نے کہا کہ کل یعنی 2 مئی کو لاہور میں میاں نواز شریف کی پریس کانفرنس کے بعد وہ اپنا مؤقف پیش کریں گے۔ نواز شریف ہمارے لیڈر ہیں اور لیڈر ہمیشہ پہلے

بات کرتے ہیں تاہم ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہماری پوزیشن وہی ہے جو پہلے تھی۔ اس موقع پر میاں شہباز شریف، فاروق ایچ نائیک، شیری رحمن اور رحمان ملک نے بھی مذاکرات کی کامیابی کی بات کی۔ لاہور کی پریس کانفرنس میں میاں نواز شریف نے ججوں کی بحالی کے لئے 12 مئی کی تاریخ کا اعلان کیا اور کہا کہ اگر ایسا نہ ہو سکا تو ان کی جماعت وزارتیں چھوڑ دے گی۔ 12 مئی سے قبل اچانک میاں نواز شریف اور آصف علی زرداری لندن جاتے ہیں اور 9 مئی کو مذاکرات کا ایک اور دور شروع ہوتا ہے تاکہ وکلاء اور سول سوسائٹی کی جانب سے ججوں کی بحالی کے حوالے سے دباؤ کو کم کیا جا سکے عوام ویسے بھی مہنگائی سے سخت پریشان تھے اور 100 دن کے پیکیج کے ذریعے انہیں کوئی ریلیف نہیں مل رہا تھا۔ ادھر لندن مذاکرات بے نتیجہ ثابت ہوئے۔ نواز شریف اتحادی جماعت سے سخت نالاں تھے انہوں نے مذاکرات کے بعد صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ زرداری نے وقت مانگا ہے، 12 مئی تک انتظار کریں گے۔ ساری سیاست مشرف نے کھیلی ق لیگ بھی ذمہ دار ہے ان سے مل کر ملک سنوارا نہیں جا سکتا ہم نے پی سی او ججوں کو ماننے کی کڑوی گولی ججوں کی بحالی کے لئے نگلی۔ میں آج بھی مزید بات چیت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہمارے درمیان پایا جانے والا اختلاف رائے دور نہیں ہو سکتا ہم قرارداد اور ایگزیکٹو آرڈر کا انتظار 12 مئی تک کریں گے پھر وفاق کی مخلوط حکومت سے الگ ہونے کا فیصلہ کریں گے میاں نواز شریف نے مزید کہا کہ میں نے زرداری پر واضح کر دیا کہ مذاکرات کی ناکامی سے ایوان صدر فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرے گا۔ آصف علی زرداری نے البتہ مذاکرات سے قبل صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ حکمران اتحاد قائم رہے گا قوم جلد خوشخبری سنے گی۔

اسی دوران لندن ہی میں 10 مئی کو میاں شہباز شریف آصف علی زرداری، خواجہ آصف، رحمان ملک اور حسین حقانی میں ملاقات ہوئی جس میں ججوں کی بحالی پر بات ہوئی تاہم ڈیڈ لاک ختم نہیں ہو سکا۔ آصف علی زرداری نے اس موقع پر کہا کہ کچھ لوگوں نے بھوربن (مری) معاہدہ ججوں کی بحالی تک محدود کر دیا ہے۔ 28 مئی کو آصف علی زرداری

Uploaded by HBC for
urdufans.com

اور نواز شریف اسلام آباد میں ملتے ہیں لیکن ان کی یہ ملاقات بھی گزشتہ ملاقاتوں کی طرح بے نتیجہ رہی اور اختلافات برقرار رہے۔ تاہم دونوں رہنما صدر کے اختیارات وزیر اعظم کو منتقل کرنے پر متفق تھے اور چیف جسٹس کی مدت 5 سال کرنے پر مشروط رضامندی بھی دیکھنے کو ملی۔ اس موقع پر نواز شریف نے صدر پرویز مشرف کے فوری مواخذے کا مطالبہ بھی کیا۔ 3 جون کو زرداری ہاؤس اسلام آباد میں آصف علی زرداری اور مسلم لیگ ن کے صدر میاں شہباز شریف کے درمیان بات چیت ہوتی ہے لیکن اطراف سے کوئی پیشرفت نہیں ہوئی اور ججوں کی بحالی پر اختلافات برقرار رہا۔ البتہ آئینی پیکیج کا جائزہ لینے کے لئے مشترکہ کمیٹی بنانے پر اتفاق پایا گیا۔

جون میں مذاکرات کے اُوپر تلے دو دور ہوئے جو 18 اور 20 تاریخ کو رائے ونڈ میں میاں محمد نواز شریف اور آصف علی زرداری کی سربراہی میں ہوئے تاہم ججوں اور صدر کے مواخذے کے حوالے سے فریقین کسی نتیجے پر پہنچ نہیں سکے۔ مسلم لیگ ن نے اپنی اتحادی پارٹی کو گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے حوالے سے اپنے تحفظات سے آگاہ کیا جبکہ آصف علی زرداری نے مسلم لیگ ن کو دوبارہ وزارتیں قبول کرنے کو کہا۔

المختصر، انتخابات کے بعد سے عوامی توقعات کے برعکس نہ ججوں کو بحال کیا گیا اور نہ ہی صدر مشرف کے مواخذے کے حوالے سے کوئی قابل عمل طریقہ کار اپنایا گیا۔ اتحادی جماعتوں میں سے کوئی اسے حل کرنے میں سنجیدہ ہے اور کوئی اسے روایتی سیاست کی نظر کر کے اپنے مفادات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ این آر او بدعنوانی کے مقدمات سے بری ہونے میں کس نے فائدہ اُٹھایا اور کن کو نقصان ہوا یہ قوم بہتر جانتی ہے لیکن ان سب سے ہٹ کر وکلا، برادری، سول سوسائٹی اور عوام آج بھی آزاد عدلیہ، قانون کی بالادستی، صدر کے مواخذے اور آزاد خارجہ پالیسی کے خواہاں ہیں تاکہ وہ پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ بنتا دیکھ سکیں۔

(روزنامہ نوائے وقت 19 اگست 2008ء)

شہزادہ مقرن کی آمد اور.....

17 اگست 2008ء کی سب سے اہم خبر یہ تھی کہ سعودی انٹیلی جنس کے سربراہ شہزادہ مقرن پاکستان تشریف لا چکے ہیں اور سعودی طیارہ چک لالہ ایئر پورٹ پر تیار کھڑا ہے۔ اس صورت حال پر میں نے نوائے وقت کی 18 اگست کی خصوصی اشاعت میں شہزادہ مقرن کی آمد کو اس کھیل کا کلائمیکس قرار دیا۔ ریکارڈ کی درستگی اور صورت حال کو سمجھنے کے لئے مضمون ملاحظہ کریں۔

صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف مواخذہ یا محفوظ راستہ دینے کی بات چیت اپنے حتمی نتائج کی طرف بڑھ رہی ہے اور شنید یہ ہے کہ صدر استعفیٰ پر تو تیار ہیں لیکن وہ محفوظ راستے کی ضمانت بھی چاہتے ہیں۔ جس کی انہیں گارنٹی بھی درکار ہے۔ گو کہ صدارتی ترجمان کی طرف سے ان باتوں کی نفی کی جا رہی ہے لیکن آثار بتا رہے ہیں کہ معاملات اب صدر کے ہاتھ میں نہیں رہے۔ گزشتہ نو سال کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ آخری مراحل پر عموماً سعودی حکومت کی "انٹری" ہوتی ہے جو ہو چکی ہے۔ شہزادہ مقرن پاکستان تشریف لا چکے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ہیں اور حسب روایت وہ شاہ عبداللہ کا خصوصی پیغام بھی لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے صدر مشرف، میاں نواز شریف، آئی ایس آئی کے سربراہ، چوہدری شجاعت اور دیگر اہم شخصیتوں سے ملاقات بھی کرنی ہے۔ سیاسی حلقے مصر ہیں کہ کسی بھی لمحے صدر صاحب کی باوردی رخصتی کی خبر منظر عام پر آسکتی ہے جبکہ اپوزیشن جس میں چوہدری پرویز الٰہی، شجاعت اپنی اور کسی حد تک مشاہد حسین شامل ہیں ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں کہ صدر مقابلہ کریں گے استعفیٰ نہیں دیں گے۔

صدر پرویز مشرف کے مواخذے کے لئے چارج شیٹ تیار کرنے والی کمیٹی نے آج اپنا کام مکمل کر کے مسودہ وزیر قانون فاروق نائیک کے حوالے کر دیا ہے۔ وزیر اطلاعات شیری رحمٰن نے بتایا ہے کہ وزیر قانون اس مسودے کو تکنیکی شکل دے کر جلد حکومتی اتحاد کے سربراہان کے حوالے کریں گے اور آئندہ ہفتے صدر کے مواخذے کی تحریک پارلیمان میں پیش کر دی جائے گی۔ اطلاعات کے مطابق صدر پرویز مشرف کے مواخذے سے پہلے معاملہ طے کرنے کے بارے میں بعض پاکستانی شخصیات، امریکہ اور برطانیہ کے نمائندوں کی کوششیں بھی آخری مرحلے میں ہیں۔ اس بارے میں مسلم لیگ (ق) کے ایک سرکردہ رہنما سینیٹر طارق عظیم نے تصدیق کی ہے کہ کچھ لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ حکومت اور صدر کے درمیان معاملہ افہام و تفہیم سے طے کیا جائے کیونکہ صدر کا مواخذہ قومی مفاد میں نہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ لوگ کون ہیں اور کیا ان میں پاکستان میں تعینات امریکی سفیر اور برطانیہ کے سابق ہائی کمشنر مارک لائل گرانٹ بھی شامل ہیں تو طارق عظیم نے کہا کہ وہ لوگ جو صدر پرویز مشرف اور بے نظیر بھٹو کے درمیان ہونے والی قومی مصالحت کے عمل میں شامل رہے وہ کوششیں کر رہے ہوں اور مارک لائل گرانٹ تو اس عمل میں پہلے روز سے شامل رہے ہیں۔ طارق عظیم نے صدر پرویز مشرف کو محفوظ راستہ دینے کے بارے میں وضاحت کی کہ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ صدر ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ مجھے پکا یقین ہے کہ وہ پاکستان میں رہیں گے۔

حکومتی اتحاد اور صدر کے درمیان ٹاشی کے حوالے سے گزشتہ روز وزیر دفاع چوہدری احمد مختار نے بھی تصدیق کی تھی اور کہا تھا کہ صدر پرویز مشرف کے ساتھیوں نے انہیں محفوظ راستہ دینے کے لئے حکومت سے رابطے کئے ہیں۔ وزیر دفاع نے اسلام آباد ائیر پورٹ کو بے نظیر بھٹو کے نام سے منسوب کئے جانے کی تقریب کے بعد صحافیوں سے بات چیت میں یہ بھی کہا تھا کہ صدر کو محفوظ راستہ دینے کے بارے میں بہت سارے معاملات طے پا چکے ہیں اور اس کی تفصیلات بہت جلد سامنے آجائیں گی۔ ادھر اتحادی حکومتی ذرائع نے بی بی سی کو بتایا ہے کہ صدر پرویز مشرف پہلے تو کہہ رہے تھے کہ وہ کیوں مستعفی ہوں اور بعد میں جب ان پر دباؤ بڑھ گیا تو انہوں نے پھر یہ پیشکش کی کہ وہ اسمبلی توڑنے اور گورنروں کی بھرتیوں سمیت بعض اختیارات چھوڑنے کے لئے تیار ہیں اور انہیں فی الحال نہ چھیڑا جائے۔ حکومتی ذرائع کا کہنا ہے کہ اب جیسے جیسے مواخذے کی تحریک پیش کرنے کا وقت قریب آرہا ہے تو بعض لوگوں کے ذریعے صدر نے عہدہ چھوڑنے کی صورت میں کچھ مطالبات رکھے ہیں۔ جس کے مطابق صدر چاہتے ہیں کہ گزشتہ برس تین نومبر کو آئین معطل کرنے، ایمرجنسی لگانے اور ججوں کی برطرفی سمیت جو بھی احکامات جاری کئے انہیں قانونی تحفظ دیا جائے، ان کے مستعفی ہونے کے بعد انہیں ریٹائرمنٹ کے فوائد جشمول پروٹوکول اور کسی بھی معاملے میں ٹرائل نہ کرنے کی ضمانت دی جائے۔ دریں اثناء صدر کی خواہشات اور مطالبات کی مسلم لیگ (ن) کے ایک سرکردہ رہنما چوہدری نثار علی خان نے بھی پارلیمان کے باہر صحافیوں سے بات کرتے ہوئے تصدیق کی ہے۔ چوہدری نثار نے کہا کہ اس وقت صدر پرویز مشرف آٹھ سالہ گناہوں کی معافی اور باقی زندگی سکون سے گزارنے کو یقینی بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا مسلم لیگ (ن) کا موقف واضح ہے کہ صدر مشرف کے اقدامات کو قانونی تحفظ دینے کی ضرورت ہے اور نہ محفوظ راستہ دینا چاہئے۔ ان کا آئندہ مقام انصاف کا کٹہرا ہے۔ حکومتی اتحاد کی صدر پرویز مشرف کی معافی کے بارے میں دعویٰ اپنی جگہ لیکن مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چوہدری شجاعت حسین نے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

صدر سے ملاقات کے بعد نجی ٹی وی چینل سے بات کرتے ہوئے کہا کہ صدر مشرف سے استعفیٰ کا فیصلہ کیا ہے اور نہ ہی محفوظ راستہ مانگا ہے۔ ان کے مطابق صدر کے پاس کچھ آپشن ہیں اور حکومت کی جانب سے چارج شیٹ سامنے آنے کے بعد وہ فیصلہ کریں گے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ حکومتی اتحاد اور صدر کے حامیوں کے دعویٰ اپنی جگہ لیکن بظاہر یہ ہے کہ جلد صدر کے استعفیٰ یا مواخذے کے بارے میں صورتِ حال واضح ہو جائے گی۔

پاکستان کی سیاسی تاریخ کے مضبوط اور طاقتور ترین صدر جنرل (ر) پرویز مشرف مواخذہ، محاسبہ، مقدمہ اور مستعفی ہونے کی خبروں کے شدید زد میں ہیں۔ 12 اکتوبر 1999ء سے تاحال ان کی نیم فوجی اور نیم سیاسی زندگی میں اگرچہ کئی بار اُتار چڑھاؤ آیا مگر 18 فروری 2008ء کے بعد بالعموم اور اگست 2008ء میں بالخصوص ان کے خلاف ملک بھر میں جو فضا پیدا ہوئی ہے اس کا شاید وہ اندازہ نہیں کر پائے کہ کسی طرح سیاسی جماعتیں انہیں چاروں شانے چت کر سکتی ہیں کہ ان کا اقتدار میں رہنا تو کجا ملک میں رہنا بھی اب مشکل نظر آ رہا ہے۔

اگست میں ملکی سیاسی جوار بھاٹے میں جو ہلچل مچی اس نے ایوانِ صدر کو ہلا کر رکھ دیا اور اب صورتِ حال یہ ہو گئی ہے کہ انہیں نا صرف ابن الوقتوں نے چھوڑ دیا بلکہ وہ خصوصی مشیر جو انہیں قانونی اور آئینی اُمور میں مشورہ دیا کرتے تھے، نے نا صرف صدر کو محفوظ راستہ سے گزر جانے کو کہہ رہے ہیں بلکہ بعض نے تو خود صدر سے محفوظ راستہ مانگ لیا ہے اور اب اپنے مجبور صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے لئے اپنی پارٹی اجلاسوں میں دس سال تک باوردی صدر بنانے کی قراردادیں پاس نہیں کر رہے اور ان کے ہرکاروں اور پیادوں نے بھی خاموشی اختیار کر کے ایک بار پھر جمہوریت کی گردان شروع کر دی ہے۔

پاکستان کی چاروں صوبائی اسمبلیوں نے صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف قراردادیں بھاری اکثریت سے منظور کر لی ہیں اور صدر سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا ہے۔ ادھر حکمران اتحاد نے صدر مشرف کے خلاف چارج شیٹ تیار کر لی ہے جس میں

آئین کی خلاف ورزی اور سنگین ہا انتظامی اہم نکات ہیں۔ پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن)، عوامی نیشنل پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام (ف) کے چار رہنماؤں اتحاد نے اگرچہ ججوں کی بحالی کا مسئلہ قدرے پس پشت ڈال دیا ہے تاہم وہ پہلے صدر کے عہدے سے ہٹنے پر متفق ہوئے ہیں۔ حکمران اتحاد کو اپنی کامیابی پر مکمل اعتماد ہے تو مسلم لیگ (ق) اور ایم کیو ایم جیسی اپوزیشن جماعتیں صدر مشرف کو اس عہدے پر دیکھنا چاہتی ہیں لیکن وہ بھی اب آہستہ آہستہ کنارہ کش ہو رہی ہیں جبکہ عوام کی اکثریت نے مختلف سروے کے دوران پاکستان کے موجودہ سنگین حالات کی ذمہ داری صدر مشرف پر ڈالی ہے اور ان کے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم عوامی مطالبے کی بجائے صدر پرویز مشرف کے گزشتہ چند مہینوں کے بیانات کا جائزہ لیں گے جس میں انہوں نے اپنے مستعفی ہونے یا نہ ہونے کے متعلق مختلف پلیٹ فارم پر اظہارِ خیال کیا تھا۔

صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کو وردی اور شیروانی اُتارنے کے حوالے سے گزشتہ کئی سال سے کہا جا رہا ہے وردی تو انہوں نے بالآخر نومبر 2007ء میں اُتار دی تاہم شیروانی تادمِ تحریر انہوں نے پہنی ہوئی ہے اور جس کے اُترنے کا کوئی بھی حتمی جواب نہیں دیا جا سکتا کیونکہ صدر مشرف جو آج بھی ایک ریٹائرڈ کمانڈو کی طرح کام کر رہے ہیں کچھ معلوم نہیں کہ آج جو وہ انتہائی کمزور نظر آ رہے ہیں ان میں یکدم طاقت آ جائے اور اپنے سیاسی مخالفین کو چت کر دیں یا پھر وہ نوشتہ دیوار کو پڑھنے کے بعد اسے سمجھ بھی لیں اور اقتدار سے علیحدہ ہو جائیں جس کے امکانات بہرحال زیادہ ہیں کہ اب اس بار امریکہ نے بھی اسے پاکستان کا اندرونی معاملہ قرار دیا ہے جبکہ سعودی انٹیلی جنس سربراہ شہزادہ مقرن کا حالیہ خفیہ دورہ محض صدر کے محفوظ رطور پر اقتدار سے الگ ہونے کے لئے تھا۔ نومبر 2007ء میں صدر مشرف نے اسلام آباد میں سکائی ٹیلی ویژن کے نامہ نگار ایلیکس کرافورڈ کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے موجودہ بحران پر استعفیٰ دینے پر غور کیا تھا لیکن میں فی الحال کرسی نہیں چھوڑوں گا۔ میں کوئی ڈکٹیٹر نہیں ہوں۔ میں جمہوریت چاہتا ہوں جب

Uploaded by HBC for
urdufans.com

پاکستان میں بدامنی ختم ہو جائے گی تو میں عہدہ چھوڑ دوں گا۔ یہ انٹرویو اس وقت کیا گیا جب ملک میں 3 نومبر کی ایمرجنسی لگی ہوئی تھی اور ہنگامی حالت نافذ تھی۔ اس موقع پر صدر نے بدامنی کے خاتمے کی بات کی۔ ان حالات میں کوئی کیا گارنٹی دے سکتا ہے کہ بدامنی کب ختم ہوگی۔ کہنے والے تو یہ بھی کہتے ہیں کہ 1947ء سے 2008ء تک پاکستان مسلسل بدامنی کا شکار رہا ہے لہٰذا صدر جو اس وقت وردی میں تھے، نے ایوانِ صدر میں بیٹھنے کے لئے اپنے لئے ایک بڑی معقول وجہ ڈھونڈی۔

جنوری 2008ء کے اوائل میں سنگاپور کے ایک روزنامے کو دیئے گئے انٹرویو میں صدر مشرف نے کہا تھا کہ نئی منتخب حکومت نے مفاہمت کے ساتھ آگے بڑھنے کا رویہ نہ اپنایا اور ان کے مواخذے کی کوشش کی تو وہ مستعفی ہونے کو ترجیح دیں گے۔ موجودہ حالات پر اگر نظر ڈالی جائے جس میں صوبائی اسمبلیوں (جو صدر کے انتخابی کالج کے اہم عنصر ہیں) نے صدر مشرف کے خلاف بھرپور عدم اعتماد کیا ہے، میں صدر کو اپنی بات کا پاس رکھتے ہوئے مستعفی ہو جانا چاہئے۔ انٹرویو میں انہوں نے مزید کہا تھا کہ پاکستانی علاقوں میں انتہا پسندوں کے خلاف اتحادی افواج کی کارروائی پاکستان کی خودمختاری کی خلاف ورزی ہوگی۔ اسے ملک کی سالمیت پر حملہ تصور کیا جائے گا اور اس کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔ لیکن آج فاتا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب صدر کے سابقہ بیان کے برعکس ہے۔

ادھر 18 فروری 2008ء کے انتخابات میں ق لیگ کا پتہ جس خوبصورتی سے صاف ہوا اس نے خود صدر پرویز مشرف کو ہلا کر رکھ دیا اور بڑی سیاسی جماعتوں نے حکومت سازی کے لئے کام کرنا شروع کر دیا اس موقع پر صدر پرویز مشرف کا کہنا تھا کہ میں استعفیٰ نہیں دوں گا اور نئی حکومت کے ساتھ قانونی و آئینی تعلقات قائم رکھوں گا۔ جبکہ ق لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین نے کہا تھا جو وہ آج بھی کہہ رہے ہیں کہ صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے خلاف مواخذہ کی بھرپور مخالفت کریں گے۔ مارچ میں میڈیا کے ذریعے صدر پرویز مشرف نے اپنی تنہائی کا ذکر کیا تھا۔ حتیٰ کہ اوڈھو کو دیئے گئے ایک غیر سیاسی انٹرویو میں

انہوں نے کہا تھا کہ گزشتہ 8,9 ماہ سے میں اور میری فیملی دباؤ میں ہیں۔ فیصلوں کی اہمیت کے باعث 8 سال میں کئی بار خود کو تنہا محسوس کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ پاکستان کے پاس ترقی یافتہ ہونے کے تمام وسائل اور ذرائع موجود ہیں لیکن معقول قیادت نہیں کیونکہ لیڈر شپ ناکام ہوگئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ میں حقیقت پسند شخص ہوں اور مجھ میں ذرا بھی میں نہیں ان سے جب پوچھا گیا کہ لوگ انہیں کیسے یاد کریں تو صدر پرویز مشرف کا جواب تھا کہ مجھے ایک ایسے شخص کے طور پر یاد کیا جائے جس نے ایمانداری سے کام کیا ہو۔ تاہم اس کا فیصلہ تو ایک مؤرخ ہی بہتر کر سکے گا کہ ان کے دورِ اقتدار میں ہونے والے اقدامات آیا انہیں ایماندار ٹھہراتے ہیں یا نہیں۔

مئی 2008ء میں صدر کی رخصتی کے حوالے سے کافی کہا گیا ایک جانب جہاں حکمران اتحاد ججوں کی بحالی کے لئے دباؤ تھا تو دوسری جانب صدر مشرف کے مواخذے کے حوالے سے بھی دباؤ بڑھ گیا تھا۔ اس سے قبل 28 اپریل کو اسلام آباد میں امریکی کانگرس کے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا کہ آئین کے مطابق وہ 5 سال تک ذمہ داریاں ادا کریں گے۔ 2 مئی کو انہوں نے جارحانہ بیان دیا کہ مجھے دیوار سے لگانے کی کوشش کی گئی تو بھرپور جواب دوں گا۔ 18 مئی کو صدر کے ترجمان میجر جنرل (ر) راشد قریشی جنہوں نے کچھ عرصہ قبل ہی ایک مرتبہ پھر ترجمانی کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں، نے کہا کہ ملک میں استحکام آنے پر ہی مشرف خدا حافظ کہیں گے تاہم ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ گویا راشد قریشی نے اپنے پیش رو فوجی حکمرانوں کے ترجمانوں کی طرح ایک بار پھر عوام کو یہ کہہ کر چپ کرانے کی کوشش کی کہ حالات درست نہیں۔ ملک انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے اور یہ کہ ملک شدید خطرے میں گھرا ہوا ہے۔ 2 مئی کو پاکستان کے ایک قومی اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ 3 نومبر 2007ء کے غیر آئینی اقدام کی توثیق کے عوض صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے استعفیٰ کی پیشکش کر دی۔ واضح رہے کہ یہ پیشکش اس وقت کی گئی جب ایوانِ صدر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ پیپلز پارٹی تمام ججوں کو بحال اور

Uploaded by HBC for
urdufans.com

صدارتی اختیارات ختم کرنے والی ہے۔ 21 مئی کو صدر نے ایک مرتبہ پھر اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ آئینی صدر ہیں اور استعفیٰ نہیں دیں گے۔ اس عرصے میں صدر مشرف اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی کے درمیان کئی ایک ملاقاتیں ہوئیں اور مختلف طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں تاہم 25 مئی کو صدر کے ترجمان کی جانب سے یہ بیان سامنے آیا کہ آرمی چیف کو تبدیل نہیں کیا جا رہا۔ ان کا انتخاب میرٹ پر ہوا ہے۔ 29 مئی کو صدر نے خود کہہ دیا کہ میرے اور آرمی چیف کے درمیان اختلافات نہیں ہیں۔ اسی دن حالات نے اس تیزی سے پلٹا کھایا کہ محسوس ہو رہا تھا کہ صدر مشرف خاموشی سے اقتدار چھوڑ رہے ہیں ان کے مستعفی ہونے کی خبریں گرم تھیں اور چیئرمین سینیٹ میاں محمد سومرو کی جرمنی سے ہنگامی واپسی عمل میں آئی تاہم عوام کو مایوس ہونا پڑا۔ اگلے روز امریکی صدر جارج واکر بش نے اپنے پاکستانی ہم منصب کی حمایت کے لئے فون کیا جس میں صدر مشرف نے کہا کہ میرے خلاف افواہوں کا مرکز لاہور ہے۔ لاہور کی ایک مخصوص جماعت لوگوں کو اشتعال دلا رہی ہے جس سے معاشی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ میں پارلیمنٹ کا منتخب صدر ہوں۔ استعفیٰ دے رہا ہوں نہ ہی جا رہا ہوں۔

جون کے گرم مہینے کی طرح اس ماہ میں صدر کے حوالے سے بھی خاصی گرما گرم خبریں لوگوں تک پہنچیں۔ 7 جون کو اسلام آباد میں سینئر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے صدر مشرف نے کہا تھا کہ میں استعفیٰ نہیں دوں گا۔ اختیارات کم کئے گئے تو خاموش نہیں بیٹھوں گا۔ غیر متوازن شخص نہیں کہ موجودہ حالات میں 58 ٹو بی کا استعمال کروں۔ ملک سے فرار ہونے کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ میں پوچھتا ہوں کہ وہ جہاز کہاں گیا جو مجھے لینے آیا تھا، میں نے ادھر ہی جینا اور ادھر ہی مرنا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ جہاز آ گیا۔ میں 35 سال ایک جگہ پر رہا ہوں، یہ فورس میرے خلاف کیسے ہو سکتی ہے؟ قوم کو اس حوالے سے کیوں کنفیوز کیا جا رہا ہے۔ 20 جون کو ایک امریکی ادارے کی سروے رپورٹ سامنے آئی جس میں کہا جاتا ہے کہ 73 فیصد پاکستانی مشرف کی رخصتی چاہتے ہیں اسی روز صدر

پرویز مشرف پارلیمنٹ کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے خلاف مواخذے کی تحریک لانا پارلیمنٹ کا آئینی حق ہے فیصلہ قبول کروں گا جبکہ راشد قریشی ایک بار پھر کہتے ہیں کہ صدر مشرف کے استعفیٰ کی افواہوں میں کوئی صداقت نہیں۔ 22 جون کو صدر اپنے مستقبل کے حوالے سے 3 آپشن کی بات کرتے ہیں آیا ان حالات میں وہ تماشائی بن کر ملک کو دیکھتے رہیں یا سب کچھ تج منجدھار میں چھوڑ دیں یا پھر اپنے ایجنڈے کا آغاز کریں۔ ان کا کہنا تھا کہ ابھی انہوں نے ان 3 آپشن میں سے کسی کے متعلق حتمی فیصلہ نہیں کیا وہ اسلام آباد کے مضافاتی علاقہ چک شہزاد میں ذاتی گھر بنا رہے ہیں جو عنقریب مکمل ہو جائے گا۔ صدر کا کہنا تھا کہ میں ملک چھوڑ کر نہیں بھاگوں گا یہیں رہوں گا۔ 30 جون کو صدر کی امریکی وفد اور اپوزیشن رہنما چوہدری پرویز الٰہی سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں بھی انہوں نے پارلیمنٹ کے مواخذہ کے اختیار کو تسلیم کیا اور کہا کہ وہ استعفیٰ نہیں دیں گے اور آئینی کردار ادا کرتے رہیں گے۔

صدر مشرف پر اقتدار چھوڑنے کے لئے جولائی میں بھی دباؤ رہا۔ اس مہینے کی شروعات امریکی نائب وزیر خارجہ برائے جنوبی ایشیا رچرڈ باؤچر کی راولپنڈی میں صدر سے ملاقات سے ہوئی جس میں امریکہ نے کہہ دیا کہ صدر مشرف کے مستقبل کا فیصلہ پاکستان کے عوام کریں گے۔ سرمایہ دار ممالک کے قائدین ہر چیز کو منافع کے ترازو میں تولتے نظر آتے ہیں۔ امریکی قیادت جو کل تک صدر مشرف کو اپنا بہترین دوست کہتے ہوئے نہیں تھکتی تھی آج وہ اس سے فاصلے بڑھا رہی ہے۔ جس پر صدر مشرف نے یہ تک کہہ دیا کہ نواز شریف کے لئے میرے دروازے کھلے ہیں۔ 4 جولائی کو دورہ کراچی کے دوران وہاں کے تاجروں کے ایک گروپ کی طرف سے دیئے گئے عشائیہ سے خطاب کرتے ہوئے صدر نے کہا کہ میرے جانے سے اگر مسائل حل ہو جائیں تو میں ایک دن بھی صدر نہ رہوں۔ یہ وہ فوج نہیں جو مجھے چھوڑ دے، ملک بحرانوں کی زد میں ہے، موجودہ حکومت میری پالیسی چلا رہی ہے اور چلائے گی۔ صدر پر تنقید کرنے والے افراد کے متعلق انہوں

Uploaded by HBC for
urdufans.com

نے کہا کہ مخالفت بات کرنے والے یہ میرے وہ بچے تھے جنہیں چاہتا تو فقیر بنا لیتا۔ میں
نے کوئی چوری نہیں کی کہ ملک چھوڑ جاؤں۔ میرا جینا مرنا پاکستان کے ساتھ ہے مجھے ان
ٹھپوں اور باتوں پر ہنسی آتی ہے اور دکھ بھی ہوتا ہے جن میں کہا جاتا ہے کہ جہاز تیار ہے اور میں
ترکی یا امریکہ جا رہا ہوں میں کہیں بھی نہیں جا رہا بلکہ یہیں ہوں میرے پاس اتنی رقم نہیں کہ
میں امریکہ میں گھر بنا سکوں۔ جس طرح پاکستانی نظموں میں ہیرو کے سر پر ڈنڈا ہوتا ہے تو
اور ظلم کی باتیں کرتا ہے لگتا ہے کہ ان کے گھر سے ڈنڈے پڑے ہیں تو ان کے دماغ بھی پھر
گئے ہیں۔ اپنے اوپر تلنے والے الزامات کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ میں نے کرپشن کی
نہ جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی پیسے کمائے ہیں۔ میں ادھر ہی ہوں اور ادھر ہی رہوں گا۔ میں
دانستہ خاموش رہا لیکن کسی سے ڈرتا نہیں ہوں۔ 27 جولائی کو صدر پرویز مشرف نے گورنر
سندھ ڈاکٹر عشرت العباد اور چوہدری برادران سے ملاقات کی جس میں یقیناً اس وقت ان
کی حمایت کا کہا گیا ہوگا کہ وہ صدر کا عہدہ نہ چھوڑیں ہم مواخذے کی تحریک کا بھرپور دفاع
کریں گے جس پر اختیارات میں صدر کا یہ بیان چھپا کر وہ صورت حال کا باریکی سے جائزہ
لے رہے ہیں حکومت حلیفوں سے نمٹنے کے لئے 2 ماہ میں اپنی پالیسی وضع کر دے اور اگلے
ماہ صدر کے حامی انہیں مشورہ دے رہے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس لگ بھگ 20
آپشن ہیں جن میں سے کوئی بھی انہیں ایوان صدر میں رہنے سے متعلق نہیں انہیں یہ عہدہ
چھوڑنا ہوگا اور فوری طور پر مستعفی ہو جائیں کچھ عرصے کے لئے بیرون ملک چلے جائیں اور
الزامات کا دفاع کریں۔

اگست 2008ء تک صدر کی مقبولیت کا گراف مزید گر گیا اور ملک کے مختلف
حلقوں کی طرف سے ان کے مستعفی ہونے کے مطالبے میں شدت آ گئی۔ اس حوالے سے
نواز زرداری سہ روزہ ملاقات اور اعلامیہ اسلام آباد نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی، چارج
شیٹ تیار کر لی گئی۔ وفاقی اکائیوں نے صدر پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا اس کے باوجود صدر
مشرف اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ 9 اگست کو اسلام آباد میں ق لیگ کے

رہنماؤں سے ہونے والی ملاقات میں انہوں نے کہا کہ استعفیٰ دینے کا فیصلہ الزامات دیکھ کر
کریں گے۔ میں حالات کا باریک بینی سے جائزہ لے رہا ہوں مجھ پر آئین کی خلاف ورزی
کا الزام غلط ہے۔ میں نے آئین پر کوئی ڈاکہ نہیں ڈالا، پارلیمنٹ نہیں توڑوں گا۔ نواز
شریف ذاتی اور انتقامی سیاست کر رہے ہیں۔ اپنے مستقبل کے حوالے سے صدر جنرل
پرویز مشرف نے کہا کہ وہ اس کا فیصلہ دوستوں کے مشورے سے کریں گے۔ جشن آزادی
کے ایک دن بعد صدارتی کیمپ آفس میں پاکستان مسلم لیگ کے قائدین سے ملاقات میں
صدر نے کہا کہ ملک میں جاری سیاسی عدم استحکام کے ذمہ دار نواز شریف ہیں۔ استعفیٰ نہیں
دے رہا بلکہ مواخذے کا ڈٹ کر مقابلہ کروں گا۔ صدر کا کہنا تھا کہ میں نے ایسا کون سا جرم
کیا ہے کہ استعفیٰ دوں، تمام فیصلے قومی مفاد کو سامنے رکھ کر کئے ہیں، مجھے پارلیمنٹ نے منتخب
کیا ہے آئینی صدر ہوں، صرف چند عناصر استعفیٰ کی خبریں پھیلا رہے ہیں۔ دفاع کرنا صدر
کا آئینی حق ہے، نواز شریف اداروں کے درمیان تصادم چاہتے ہیں۔

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد ایک بار پھر سیاسی ہلچل کا مرکز بن چکا ہے۔ تادم تحریر
صدر کے مواخذے کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں وفاقی وزیر اطلاعات شیری رحمان
نے کہا ہے کہ مشرف کے پاس آرٹیکل 44 موجود ہے وہ استعفیٰ دینا چاہیں تو دے سکتے
ہیں۔ اطلاعات ہیں کہ صدر نے مواخذے کا سامنا کرنے کی بجائے اقتدار سے الگ
ہونے کا ذہن بنا لیا ہے انہیں اگر بتایا گیا تو وہ ریٹائرمنٹ اور مستعفی ہونے کی سہولتوں سے
محروم اور مقدمات کا سامنا کر سکتے ہیں۔ پوسٹ مشرف منظر نامے پر تا حال حکمران اتحاد
میں اتحاد نظر نہیں آ رہا کہ ایک گروہ انہیں محفوظ راستہ دینے کا خواہشمند ہے اور دوسرا محاسبہ کرنا
چاہتا ہے۔ ادھر وکلاء نے بھی محفوظ راستہ دینے کی مخالفت کی ہے، ہونا بھی یہ چاہئے کہ اگر
صدر پر پوری قوم 9 سال تک الزامات لگاتی رہی ہے تو اسے اب ثابت بھی کیا جانا چاہئے۔
خواہ یہ الزامات جھوٹے ہی کیوں نہ ثابت ہوں ایک عمل کا آغاز تو کیا جانا چاہئے۔ آخر اس
ملک میں دستور اور قانونی روایات کو پھلنے پھولنے کا موقع بھی تو ملنا چاہئے۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کس نے کب کیا کہا؟

مشرف کا مواخذہ، ججوں کی بحالی

18 فروری کے انتخابات کے فوری بعد سے صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کی بے دخلی اور مواخذے کے ساتھ ساتھ 3 نومبر 2007ء کو معزول کئے جانے والے جج حضرات کی بحالی کے حوالے سے حکمران اتحاد پر دباؤ بڑھ گیا تھا اس حوالے سے پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین، پاکستان مسلم لیگ (ن)، عوامی نیشنل پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام (ف) کی قیادت پر وکلاء تحریک کی طرف سے زور دیا گیا کہ وہ جمہوری حکمران ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے آمریت کے باقیات کو ختم کریں اور عدلیہ کو 3 نومبر سے قبل کی صورت حال پر واپس لائیں گزشتہ 5 ماہ میں حکمران اتحاد کی دو اہم سیاسی جماعتوں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کو اس حوالے سے کڑے امتحان سے گزرنا پڑا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ حالات اس نہج پر نظر آئے کہ اتحاد ٹوٹ جائے گا اور قومی اسمبلی کو برطرف کر دیا جائے گا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ یہ سب نہیں ہوا جو یقیناً ملک و قوم اور جمہوریت کے لئے خوش آئند تھا اور ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم جنرل (ر) پرویز مشرف کے مواخذے اور ججوں کی بحالی کے حوالے سے حکمران

اتحاد میں شامل رہنماؤں کے بیانات پر نظر ڈالتے ہیں کہ کس نے کس وقت کیا کہا۔ واضح رہے کہ اس تمام عرصے میں مسلم لیگ (ن) کا صدر کے مواخذے اور ججوں کی بحالی کے حوالے سے موقف واضح رہا ہے۔

صدر مشرف کا مواخذہ:

جنرل (ر) پرویز مشرف اقتدار چھوڑ دیں۔ نواز شریف، آصف علی زرداری۔

(19-02-08)

صدر مشرف کی قسمت کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے گی۔ آصف زرداری۔

(20-02-08)

محاذ آرائی نہیں چاہتے۔ صدر پرویز کے فوری مواخذے کی ضرورت نہیں۔ امین فہیم۔

(23-02-08)

صدر کے مواخذے کے لئے پارلیمنٹ میں ہماری دو تہائی اکثریت نہیں۔ آصف زرداری۔

(25-02-08)

صدر مشرف نے پارلیمنٹ سے اعتماد کا ووٹ لے لیا تو ان کے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔ پیپلز پارٹی۔

(25-02-08)

صدر مشرف کا مواخذہ ہماری ترجیح نہیں۔ زرداری۔

(26-02-08)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

مشرف جلد انتقال اقتدار مکمل کردیں۔ نواز شریف۔
(09-03-08)

مشرف غیر آئینی صدر ہیں بہت جلد ان کی باقیات ختم کر دی جائیں
گی۔ شریک چیئرمین پیپلز پارٹی۔
(06-05-08)

نواز شریف مشرف سے فوری جنگ کے حامی ہیں ہم فی الحال معاملہ
چھیڑنا نہیں چاہتے ہیں۔ آصف علی زرداری۔
(12-05-08)

عوام روٹی بجلی نہیں پرویز مشرف سے نجات چاہتے ہیں، میرے
پاس مشرف کو گھر بھجوانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ وہ جمہوریت میں
رکاوٹ ہیں ہٹانے کے لئے دباؤ ہے۔ آصف علی زرداری۔
(22-05-08)

صدر نے حکومت کے خلاف مواد اکٹھا کر لیا ہے تو پرواہ نہیں، مشرف
کو عوامی جذبات کا خیال کرنا چاہئے۔ زرداری۔
(23-05-08)

پرویز مشرف مواخذے کے بغیر خود چلے جائیں ورنہ مواخذہ ہوگا۔
شریک چیئرمین۔
(24-05-08)

مشرف کو ڈیڈ لائن نہیں دی۔ زرداری۔
(07-06-08)

پارلیمنٹ صدر پرویز کا مواخذہ کرے گی۔ زرداری۔

مشرف کے ساتھ ورکنگ ریلیشن شپ مجبوری کے تحت ہے۔ آصف
علی زرداری۔
(07-06-08)

مشرف کو گھر بھیجنے والی جماعت پیپلز پارٹی ہی ہوگی۔ زرداری۔
(08-06-08)

ایوانِ صدر میں بھی جلد جئے بھٹو کے نعرے گونجیں گے۔ آصف
زرداری۔
(15-06-08)

ہم اور نواز شریف رُخصتی چاہتے ہیں لیکن اے این پی اور متحدہ مشرف
کے مواخذے پر تیار نہیں۔ زرداری۔
(16-06-08)

مشرف کو صدر نہیں مانتے لیکن وہ ایک حقیقت ہیں۔ زرداری۔
(17-06-08)

مشرف کو نہ ہٹا سکے تو میں اور نواز شریف جیل میں ہوں گے۔
زرداری۔
(18-07-08)

پیپلز پارٹی کا مشرف سے بیک چینل رابطہ ہے۔ امین فہیم۔
(19-07-08)

(19-07-08)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ججوں کی بحالی:

نواز شریف کو مینڈیٹ ججوں کی بحالی کی وجہ سے ملا۔ اعتزاز احسن۔
(19-02-08)

عدلیہ کی آزادی کے لئے مسلم لیگ (ن) کے ساتھ ہیں۔ آصف زرداری۔
(25-02-08)

پیپلز پارٹی سے ججوں کی بحالی کا معاہدہ ہو چکا ہے۔ نواز شریف۔
(28-02-08)

ججوں کو پارلیمنٹ کی طاقت سے بحال کرائیں گے۔ نواز شریف، آصف علی زرداری اور اسفندیار ولی خان میں اتفاق رائے۔
(27-02-08)

عدلیہ بحال ہوئی تو آئینی بحران پیدا ہوگا۔ فاروق حسین نائیک۔
(12-03-08)

وزیر اعظم بنا تو سب سے پہلے معزول جج رہا کروں گا۔ امین فہیم۔
(14-03-08)

عدلیہ کا بحران ورثہ میں ملا عوام صبر کریں ججوں کا معاملہ حل کر کے قوم کو تحفہ دیں گے۔ زرداری۔
(06-04-08)

تمام برطرف ججوں کو بحال کریں گے۔ آصف علی زرداری۔
(21-04-08)

آمر کا ساتھ دینے والے جج کو ٹانگ دیں گے۔ زرداری۔
(22-04-08)

آئینی پیکیج کے بغیر پارلیمنٹ میں کوئی قرارداد آئے گی نہ اگیر یکٹو آرڈر، ہمیں ججوں کی بحالی کا مینڈیٹ نہیں ملا۔ ججوں کی بحالی کے لئے 30 دن کا وقت دے کر کوئی حدیث نہیں لکھ دی یہ ایک سیاسی بیان اور سیاسی معاہدہ ہے۔ زرداری۔
(28-04-08)

اعلان مری پر قائم ہیں لیکن ججوں کی بحالی مسئلہ ہے حل کے لئے فارمولہ ہونا چاہئے۔ شریک چیئرمین پیپلز پارٹی۔
(01-05-08)

ججوں کی بحالی سے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتا۔ 12 مئی کو لازمی فیصلہ آجائے گا۔ زرداری۔
(06-05-08)

62 نکاتی آئینی پیکیج تیار کر لیا۔ اتحادیوں کو بھجوا رہے ہیں۔ آصف علی زرداری۔
(23-05-08)

پیکیج کے بغیر بحال کئے تو سارا سسٹم ختم ہو جائے گا۔ زرداری۔
(28-05-08)

غریب جسٹس افتخار کی بحالی نہیں روٹی مانگ رہے ہیں۔ آصف علی زرداری۔
(22-06-08)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

جنرل (ر) مشرف کے نام لکھا گیا ایک خط

یہ خط جنرل (ر) پرویز مشرف کو جون 2017ء میں لکھا گیا تھا۔ ہمارے حکمران جب اقتدار میں ہوتے ہیں تو خود کو عقل کل سمجھ لیتے ہیں اور عوام کی حیثیت ان کے نزدیک کیڑے مکوڑے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جب یہ خط لکھا گیا تو جنرل صاحب اقتدار کے نشے میں بدمست تھے اور انہوں نے روزنامہ نوائے وقت میں اس کی اشاعت کا نوٹس لیا۔ زیادہ بہتر تو یہ تھا کہ وہ اس خط میں چھپے پیغام کو سمجھ لیتے لیکن ایسا کب ہوتا ہے؟ کم از کم پاکستان میں۔

جناب صدر ذی وقار!

آپ کے لئے ڈھیروں دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ کچھ معروضات گوش گزار کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ بہت سی باتیں انسان کے اندازوں، خواہشوں، توقعات اور تخمینوں کی تیار کردہ جنم پتریوں حتیٰ کہ اس کی خواہشات اور توقعات کے دائروں سے بھی خارج ہوتی ہیں۔ وہ کسی متعین منزل کو اپنی تقدیر سمجھنے لگی بند حتمی راہوں پر

چلا جا رہا ہوتا ہے کہ یکایک غیب کے پردوں میں لپٹا ہوا کوئی خاص لمحہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے اور پھر سب کچھ بدل جاتا ہے۔

جناب صدر! میں پاکستانیت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ایک محب الوطن پاکستانی ہوں، ایک طالب علم ہونے کے ناطے میں سیاسی آلائشوں سے کوسوں دور ہوں۔

"Sincere to Every Government but Loyal to None"

کے مصداق میں ہر حکومت کے ساتھ مخلص ہوتا ہوں نہ کہ وفادار۔ سو اپنی اسی مخلصانہ سرشت سے مجبور ہو کر میں یہ "مرحلہ ہائے شوق" طے کر رہا ہوں۔ آپ کیا جانیں کہ یہ سطور لکھتے وقت ناگہانی افتاد کی بے مہر ساعتوں سے میرے ذہن و قلب میں کس نوع کا ارتعاش آیا ہوا ہے۔ یقیناً اس امر میں حرج ہی کیا ہے کہ اگر میں آپ سے اپنی جان کی امان مانگ لوں کیونکہ بہر حال سچ ہمیشہ کڑوا ہی ہوتا ہے۔

جناب صدر! مشہور کمیونسٹ فلاسفر کارل مارکس نے ہیگل سے متاثر ہو کر کتنی عمدہ بات کہی تھی کہ "تاریخ میں ہر واقعہ دو مرتبہ وقوع پذیر ہوتا ہے، پہلی مرتبہ ایک حادثے کے طور پر اور دوسری مرتبہ ایک غلطی کی صورت میں۔" نجانے ایسا کیوں ہوتا ہے لیکن ایسا ضرور ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں تاریخ کو اپنے آپ کو دہرانے کی عادت سی پڑ گئی ہے جیسا کہ دل والے دانشور خلیل جبران نے کہا تھا کہ "تاریخ اپنے آپ کو صرف انہی لوگوں کے سامنے دہراتی ہے جو تاریخ سے نابلد ہوں۔" یہ ماسوائے بار بار دہرائے جانے کے علاوہ اور کچھ نہیں جس میں بعد میں آنے والا اپنے سے پہلے والے سے بھی تلخ تجربات دہراتا ہے۔

جناب صدر! کیا آپ کے ہوتے یہ کبھی ممکن ہو سکے گا کہ "باوردی جمہوریہ پاکستان" اس منحوس چکر سے نکل کر اسلامی جمہوریہ پاکستان بن سکے؟ وہ پاکستان جس کا خواب شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ نے دیکھا تھا اور جس کی سرسبز و شاداب تعبیر کے لئے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اپنی جان تک لڑا دی تھی۔ یہ اسی منحوس چکر ہی کا کرشمہ ہے کہ جس میں کرپٹ سول حکومت کے بعد اس کے برابر کی کرپٹ فوجی حکومت آ جاتی ہے۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

12 اکتوبر 1999ء کے "انقلاب عظیم" میں جب آپ نے بھاری مینڈیٹ کی حامل ایک منتخب حکومت کو اپنی انا کی بھینٹ چڑھا دیا۔ دو تہائی اکثریت کے حامل وزیر اعظم کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ایک فوجی بیرک کے تہہ خانے میں ڈال دیا گیا۔ تین جرنیل ٹکٹکیوں سے ڈراتے دھمکاتے رہے۔ پھر اٹک قلعے کی کال کوٹھری اس کا مقدر ٹھہری۔ بالآخر اسے جلاوطن کر دیا گیا۔ آپ نے "چیف ایگزیکٹو" کے لقب سے انتظامیہ کو اپنی مٹھی میں لیا۔ بطور چیف ایگزیکٹو آپ نے اپنے اختیارات کا پہلا کلہاڑا ریاست کے دوسرے ستون "مقننہ" پر چلایا۔ پارلیمنٹ رخصت کر دی گئی۔ قانون سازی ہی نہیں، آئین سازی بھی آپ نے اپنی مٹھی گرفت میں لے لی۔ 20 جون 2001ء میں آپ نے اپنے سابقہ پیش رووں کی طرح خود ساختہ عہدے کو ٹھوکر مار کر "صدر مملکت" کا مرصع و مسجع عہدہ سنبھال لیا کیونکہ ہر آمر عہدہ صدارت کی چھتری ہی میں اپنے آپ کو محفوظ خیال کرتا ہے۔

30 اپریل 2002ء کو آپ نے جنرل کرامویل آلیمور کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ریفرنڈم کا انعقاد کیا۔ اس متنازعہ ریفرنڈم کی بنیاد پر آپ کو مزید پانچ سال کے لئے اقتدار میں رہنے کا جواز مل گیا۔

جناب صدر! پھر آپ نے اپنی ضرورت کی خاطر ایک من پسند پارلیمنٹ تخلیق کی جس کے 442 ارکان سر جھکائے اس توجہ کے ساتھ آپ کے ارشادات عالیہ سنتے اور ان پر اپنی مہر توثیق ثبت کرتے رہتے ہیں جس طرح مریدان وفا کیش مجسمۂ عقیدت بنے اپنے شیخ طریقت کے ملفوظات سمیٹتے رہتے ہیں۔ یہ منفرد اعزاز صرف آپ ہی کا ہے کہ آپ چیف آف دی آرمی سٹاف کے عہدہ پر فائز رہتے ہوئے ایک دن کور کمانڈر، صدر مملکت کی حیثیت سے دوسرے دن قومی سلامتی کونسل اور مسلم لیگ (ق) کے رہنما کے طور پر تیسرے دن پارٹی کے اجلاس کی صدارت فرماتے نظر آتے ہیں۔ مشہور برطانوی وزیر اعظم سر ونسٹن چرچل نے ایک بار کہا تھا کہ اقتدار ایک سر چڑھتی شراب ہے۔

جناب صدر! آپ نے اپنے تمام تر صدارتی اختیارات سے متاثر ہوئے بغیر ٹی

وی پر آ کر قوم سے کئے گئے وعدے کو کک مار کر آرمی چیف کا عہدہ برقرار رکھا۔ اس کے ساتھ اپنا ذاتی اعتماد بھی کھو دیا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اعتماد اور اعتبار کردار سے وابستہ ہیں اور کردار ختم ہو جائے تو سب کچھ برباد ہو جاتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک شخص کی ذات میں بہت زیادہ اختیارات کو مرکوز کرنے کا مطلب سراسر فسادات کو دعوت دینا ہے۔ یقین جانئے! اقتدار کرپٹ کرتا ہے اور مکمل اقتدار مکمل طور پر کرپٹ کر جاتا ہے۔

جناب صدر! آزادی اس وقت ہوتی ہے جب اختیارات تقسیم کر دیئے جائیں یہی وجہ ہے کہ امریکہ کا صدارتی نظام دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اقتدار اور چیک اینڈ بیلنس کا علیحدہ علیحدہ نظام۔ آپ بھی چیک اینڈ بیلنس کی بات کرتے ہیں مگر صرف اس وقت جب یہ آپ کو Suit کرتا ہے۔ آج آپ مکمل طور پر وردی اتارنے کے وعدے کو بھول چکے ہیں۔ 1999ء میں ملک کو گن پوائنٹ پر یرغمال بنا لینے کے بعد آپ کے ہفت زباں فوجی ترجمان نے زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ جہاں دوسرے لوگ اقتدار کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں ہم ایسا نہیں کریں گے بلکہ ہم تاریخ رقم کریں گے۔ آپ نے ان کی اس بات سے اتفاق کیا تھا۔

جنوری 2000ء میں آپ نے خود ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا تھا کہ میں اپنے اقتدار کو دوام نہیں بخشوں گا میں اس سلسلے میں کوئی سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا لیکن اپنے الفاظ پر قائم رہوں گا۔ مگر اب آپ صدر اور آرمی چیف کے عہدوں پر غیر معینہ مدت تک برقرار رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے لئے اس میں حیران و پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں کیونکہ آپ کے وعدوں پر اعتبار نہیں رہا اور آپ کے لفظوں پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔

جناب صدر! اٹلی کے فاشسٹ لیڈر مسولینی کی طرح غالباً آپ بھی پارلیمانی جمہوریت کو غلط سمجھتے ہیں اور لوگوں کی خود مختاری کو تاش کے پتوں کے بادشاہ کی طرح دیکھتے ہیں۔ آج آپ کے "آگے بڑھتے ترقی کرتے پاکستان" میں آپ کی مطلق العنانیت کے مقابلے میں عوامی خواہشات کیا ہے؟ صرف ایک "عوام کی حکومت عوام کی طرف سے عوام کے لئے" پاکستانی عوام، عوامی حکومت میں رہنا چاہتے ہیں، کسی آمریت کے سائے میں

Uploaded by HBC for
urdufans.com

نہیں۔ وہ قانون کی طاقت چاہتے ہیں طاقت کا قانون نہیں چاہتے۔

جناب صدر! یہ درست ہے کہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف فرشتوں کے پیروں کی
ہی پاکیزگی نہیں رکھتے تھے۔ وہ کوئی نیکی کا مجسمہ بھی نہیں تھے لیکن ان کی ذاتی کجیوں کو جواز
کر جمہوریت کو پابہ رسن کر دینا کسی طور بھی اچھی مثال نہیں ہے۔ محاورے کے طور پر اسے ہم
یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بدترین جمہوریت بہترین آمریت سے اچھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ
قدرت اللہ شہاب "شہاب نامہ" میں رقم طراز ہیں کہ زندگی اور جمہوریت میں ایک قدر
مشترک یہ ہے کہ پے در پے ناکامیوں کی وجہ سے دونوں منقطع نہیں بلکہ جوں توں چلتی رہتی
ہیں اگر جمہوریت ناکام ہونے لگے تو نقل خون کی طرح اس کا واحد علاج مزید جمہوریت ہے
دوبارہ ناکام ہونے لگے تو بھی مزید جمہوریت باقی طریقے عطائیوں، اناڑی ریفارمروں اور
نیم حکیموں کے نسخے ہوتے ہیں جو ملک و قوم کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

جناب صدر! بدقسمتی سے آپ نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور جمہوریت کے نام پر
آپ نے جس بندوبست کی داغ بیل ڈالی وہ آپ کے دور صدارت کے ساتھ ہی دم توڑ
دے گا۔ جمہوری نظام کی مسلسل ناکامی، عوامی رائے کی بے توقیری، آئین کی بے حرمتی،
مقبول قیادتوں کی رسوائی، قومی ہیروز کے اجلے دامن پر پھینکی جانے والی سیاہی، عدالتی نظام
کی کمزوری اور کارگر قوتوں کی شہ زوری نے عملیت پسندی، زمینی حقائق اور مصلحت و گریز
کے ایک ایسے فلسفے کی بنیاد ڈالی ہے جس نے بزدلی کو حکمت، مفاد پرستی کو دانش، بے اصولی کو
معاملہ فہمی، ضمیر فروشی کو حب الوطنی، خوشامد کو تقاضائے وقت اور بے حمیتی کو مصلحت کیشی بنا دیا
ہے۔ موجودہ صورتحال میں کس طرح کوئی جمہوری نظام پھل پھول سکتا ہے؟

جناب صدر! سول حکومتوں کے دوران بھی فوج کا پاکستانی سیاست میں بہت
اہم کردار رہا ہے۔ پاکستان کی سیاست میں یکے بعد دیگرے مداخلت تباہی کا منصوبہ ہے۔
آزادی کے (61) سالوں میں 32 سال آپ لوگ کھا گئے۔ ان 32 سالوں کی بیلنس شیٹ
میں رسوائیوں، جگ ہنسائیوں اور پسپائیوں کا پلڑا بھاری ہے۔ سقوط ڈھاکہ جیسا جگر پاش

سانحہ بھی فوجی حکمرانی کے ماتھے کا جھومر ہے۔ آج ہمارے ملک میں آپ کی سربراہی میں
ایک ایسی حکومت مسلط ہے جو لوگوں کی ترجمان نہیں ہے اس لئے پارلیمانی جمہوریت کی
بڑھوتری روک دیا ہے اور لوگوں کے اپنے سیاسی اداروں پر تھوڑے بہت اعتماد کو بھی ختم کر دیا
ہے۔ اس پر مزید برا یہ ہوا ہے کہ اس نے لوگوں کو کرپٹ اور پراگندہ کر دیا ہے اور اب ان کا
بطور شہری ایک آزاد، خود مختار اور جمہوری ملک سے اعتماد اٹھ گیا ہے۔

جناب صدر! تاریخ کا سبق یہ ہے کہ لوگ اقتدار کی وجہ سے کرپٹ نہیں ہوتے
بلکہ جب انہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ جہاں حکومت کر رہے ہیں۔ وہ غیر قانونی ہے اور ایک
ایسی حکومت جو مسلط کی گئی ہو۔ رومانیہ کے سابق ڈکٹیٹر چاؤ یوشینکو نے ایک بار کہا تھا کہ مجھے
معلوم ہے کہ میں یہ ملک بچا سکتا ہوں اور دوسرا کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ کی سوچ میں بھی
اسی نظریے کا عکس جھلکتا ہے۔ آپ کے بقول "پاکستان آج ایک منقسم، تباہ شدہ سیاسی نظام
کا شکار ہو چکا ہے۔"

جناب صدر! ان حالات کا ذمہ دار کون ہے؟ میرے نزدیک صرف فوجی حکومت
حال ہی میں کنگز کالج لندن سے وارسٹڈیز کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے
والی سیاسی تجزیہ نگار ڈاکٹر عائشہ صدیقہ نے "Miltary Inc" نامی ایک کتاب لکھی ہے۔
اس کتاب میں مصنفہ نے سیاست میں فوج کی دخل اندازی اور ملک کے اقتدار پر قبضہ کر
لینے کے سانحات کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ مصنفہ کے مطابق تشکیل پاکستان سے لے کر
1977ء تک فوجی حکمرانوں نے سیاست میں اپنے استحکام کو فوقیت دی اور اس منصوبے کے
تحت سیاستدانوں کو اپنے احکامات کی تعمیل کرنے اور بدلے میں انعام و اکرام، وزارتی اور
مشاورتی عہدے حاصل کرنے کا عادی بنایا۔

جناب صدر! ڈاکٹر عائشہ صدیقہ فوج کے اس آئینی فرض کو سب سے اہم قرار
دیتی ہے کہ اس کا کام سرحدوں کی حفاظت اور بیرونی خطرات سے تحفظ کی فراہمی ہے۔ ان
کے مذکورہ بالا الفاظ سے مجھے فرانس کے وزیراعظم کلیمنیسو یاد آ رہے ہیں جنہوں نے پہلی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

...ریٹ مقیم کے زمانے میں ایک تجربہ کار سیاستدان نے مجھ سے بات کی تھی۔ یہ ایک ایسی رائے ہے جسے آپ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ گلیڈسٹون نے کہا تھا کہ ہر ملک ایک سنجیدہ کام ہے جو فوج کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ دوسرے لفظوں میں وزیراعظم گلیڈسٹون یہ کہنا چاہتے تھے کہ فوج صرف ایک کام ہی بخوبی سے کر سکتی ہے اور وہ ہے جنگ کرنا' سیاست کرنا اس کے بس کا کام نہیں اسے سیاستدانوں کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ کیا اب بھی آپ نہیں مانیں گے؟ پاکستانی فوج کا کام سیاستدانوں کی فوج ہے کہ اس کا کام غیر ملکی حملوں سے اپنے لوگوں کا دفاع کرنا ہے' ان غلاموں کی فوج ہے کہ اس کا کام غیر ملکی حملوں سے اپنے لوگوں کا دفاع کرنا ہے' پھر اسے سیاست میں ملوث کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ پاکستانی فوج کو سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر سکیں؟

جناب صدر! ایک کے بعد آپ کے جمہوری حکومت کو ختم کرنے کے بہانے غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ یکے بعد دیگرے آپ کی حکومت کی عقلی دلیلیں غلط ثابت ہو رہی ہیں۔ کرپشن (محدود ہو چکی ہے' روزگاری بہت بڑھ چکی ہے' تنخواہیں بہت کم ہیں' مہنگائی کے مارے لوگ غربت سے نڈھال خودکشیاں کر رہے ہیں۔ 80 فیصد عوام صاف پانی کی بوند بوند کو ترس رہی ہے' ننگے پیروں بندر بستی ہے' اربوں روپے کے قرضے معاف ہوتے رہتے ہیں لیکن پچاس ہزار والوں کے گھروں کی قرقیاں ہو رہی ہیں' پڑھے لکھے نوجوان نوکریوں کے لئے تھانے چھوٹی چھوٹی نوکریوں کے لئے دھکے کھاتے پھر رہے ہیں۔ 15 ارب ڈالر سے زیادہ کے زرمبادلہ کے ذخائر رکھنے والے ملک کی معیشت سولہ سکھ کے شاہراہ دستور پر جھاڑیں چھنکاتی پھر رہی ہے۔ لوگ بہتر زندگی کے انتظار میں تھک چکے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ ان تمام خرابیوں کو "انقلاب" سے تعبیر کر رہے ہیں جس کے تحت پاکستان کو نئی راہوں پر گامزن کیا جا رہا ہے۔

جناب صدر! ذرا تعصب کی عینک اتار کر سچے دل سے بتائیں کہ کیا آج کے پاکستان کا حجم 1999ء کے پاکستان سے زیادہ اجلا اور دلکش ہے؟ کیا عالمی برادری میں آج پاکستان کا وقار بلند ہے؟ کیا آج ہم اس سے بہتر منزل پر ہیں جس پر آٹھ سال قبل تھے؟

...قسمتی سے آپ میں یہ حیران کن خوبی موجود ہے کہ آپ حقائق اور زمینی حقائق کو نظرانداز کر دیں۔ تاریخ نے آپ کو بار بار جمہوری کردار ادا کرنے کا موقع دیا مگر آپ نے بار بار غلط راستہ اختیار کیا۔ آپ کہتے ہیں کہ میں جمہوریت کی خاطر وردی میں رہوں گا۔ لیکن وزیراعظم سر ونسٹن چرچل نے کہا تھا کہ جمہوریت کوئی رنڈی نہیں ہے کہ کوئی شخص اسے بندوق کے زور پر لا سکے۔ بدقسمتی یہ بھی ہے کہ آج آپ کی وردی بے اب آپ اپنی کھال قرار دے چکے ہیں۔ پاکستان میں جمہوریت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ باوردی صدارت کو جائز ثابت کرنے کے لئے آپ ترکی کے مصطفیٰ کمال پاشا اور فرانس کے چارلس ڈیگال کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ یہاں میں تاریخی حوالے سے صرف ترکی کے سیاسی نظام کو آپ کے سامنے واضح کرنا چاہوں گا جو آپ کے لئے ہمیشہ مطلوب و محبوب رہا ہے اور جس کی "ایجنٹل سیکیولرٹی کونسل" آپ کے دل میں ایک رومانوی آرزو کی طرح سلگتی رہتی ہے۔ اقتدار سنبھالنے کے فوراً بعد آپ نے ترکی اور مصطفیٰ کمال پاشا کے بارے میں اپنی بے کراں محبوبیت کا اظہار کیا تھا۔

جناب صدر! ترکی اور پاکستان کی مسلح افواج کلی طور پر جداگانہ پس منظر رکھتی ہے۔ یہ بیسویں صدی کے اوائل کی بات ہے۔ جب مغربی طاقتوں کی سازشوں کے نتیجے میں ترکی "یورپ کا مرد بیمار" بن گیا۔ انہی دنوں ترک فوج کے جوان افسر جن کی اکثریت کیپٹن اور میجر رینک کے افسروں کی تھی' یکجا ہوئے اور ترکی کو اس آشوب سے نکالنے کا فیصلہ کیا۔ یہ "جوانانِ ترکی" کے نام سے مشہور ہوئے۔ ترکی کے عوام نے ان کا بھرپور ساتھ دیا' انور پاشا کی قیادت میں جوان فوجی افسروں نے اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ کسی فرد واحد کا نہیں' عوام اور نوجوان فوجیوں کا لایا ہوا انقلاب تھا جس کے لئے وہ شانہ بشانہ لڑے۔

انور پاشا کی قیادت اندرونی اور بیرونی محاذ پر کوئی تبدیلی نہ لا سکی تو "جوانانِ ترکی" نے قیادت کا جھنڈا لیفٹیننٹ کرنل مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاتھ میں دے دیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے تقریباً ایک عشرے پر مشتمل جنگ میں فوج کی قیادت کی اور ترکی کی ہمہ پہلو آزادی کا

Uploaded by HBC for
urdufans.com

خون آشام بھیڑیئے

6 جولائی 2008ء کو اسی عنوان سے میں نے پاکستان کے بے بس بے کس لیکن غیور عوام کی حالت زار پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک اہم مضمون لکھا جو آپ کو صورتحال کی سنگینی سمجھنے میں مدد دے گا۔

کیا ہم واقعی صرف بھیڑوں کا ایک گروہ ہیں جس کا جب جی چاہے ہمیں لاٹھی سے ہانک کر اپنی مرضی سے لے جائے، اپنی مرضی سے ہمارا استعمال کرے، ہمارا استحصال کرے اور پھر ہمیں دوسرے کسی قصائی کے ہاتھ فروخت کر کے اپنا بوریا بستر باندھ کر چلا جائے۔ جی ہاں! اب ہمیں بطور قوم سنجیدگی سے سوچنا ہوگا ورنہ جس رفتار سے پاکستان کا برسر اقتدار اشرافیہ پاکستان کے 90 فیصد عوام کے گلے پر چھری چلا رہا ہے۔ شاید اگلے کچھ سالوں میں من حیث القوم ہمارا وجود ہی نہ مٹ جائے۔ 29 جون کو جس طرح اچانک پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں بڑھائی گئی ہیں یہ غریب بے کس بے بس مجبور مقہور اور زندہ

جناب صدر! آج پاکستان کے کسی شخص کو اس بارے میں شک نہیں کہ آزادی کا مطلب فوجی حکومت سے آزادی ہے کیونکہ فوجی حکومت سے آزادی پاکستان کی آزادی کے لئے ضروری ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ فوج کا جمہوری حکومت میں کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر پاکستان کو بچانا ہے تو فوج کا سیاسی تنازعات سے کردار ختم ہونا چاہئے۔ پاکستان براہ راست اور بالواسطہ طور پر فوجی حکومت میں نہیں رہ سکتا کیونکہ فوجی حکومت کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی اور اس کا زوال اس کے مقدر میں ہوتا ہے۔

جناب صدر! آج ہمارا ملک ایک دوراہے پر کھڑا نظر آتا ہے۔ کہنے کو تو آج ہمارے پاس ایک منتخب پارلیمنٹ بھی ہے اور بہت سی سیاسی جماعتیں بھی، آزاد صحافت بھی ہے اور اس کے علاوہ جمہوریت کے لئے ضروری دوسرے تمام "لوازمات" بھی لیکن یہ سب کھوٹے ہیں جن کا پالیسی کے معاملات میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ ایسا جمہوری نظام کس کام کا جبکہ اصل فیصلے کہیں اور ہوتے ہوں۔

جناب صدر! بجائے کانٹوں بھرے رستوں پر چلنے کے، حرج ہی کیا ہے کہ اگر آپ ماضی کی شرمناک روایات کو ٹھوکر مار کر پارلیمانی جمہوریت کو سیدھا اور ایماندارانہ راستہ اختیار کریں۔ ہماری قوم پہلے بھی ان راستوں پر بھٹکتی رہی ہے۔ کیا وہ ایک بار پھر اس کی مقتل ہو سکتی ہے؟ البرٹ آئن سٹائن نے کہا تھا کہ ایک چیز کو یہ سوچ کر بار بار کرنا کہ اس سے مختلف نتائج برآمد ہوں گے پاگل پن کی نشانی ہے۔ پھر کیوں نہ آپ تاریخ سے سبق سیکھیں لیکن جیسا کہ ہیگل نے ایک طویل عرصہ قبل کہا تھا کہ انسان نے تاریخ سے کچھ نہیں سیکھا سوائے یہ کہ اس نے تاریخ سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔

اللہ آپ کو آسانیاں عطا فرمائیں اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف بھی عطا فرمائیں۔ (آمین)

ایمان، امید اور محبت کے ساتھ

ایک محب الوطن پاکستانی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

درگور پاکستانی عوام کے بھوکے پیٹ میں زہریلا خنجر ہی نہیں گھونپا گیا بلکہ ہماری ہڈیوں سے گودا بھی نکال لیا گیا ہے۔ اچانک صوبہ سرحد میں آپریشن کا آغاز، ڈیزل کی کمیابی اور پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ۔ کوئی کچھ کہے کیسی ہی دلیل کیوں نہ دی جائے اس حقیقت کو جھٹلانا ناممکن ہے کہ یہ بین الاقوامی سازش کی کڑی ہے۔ پاکستان کے سخت جان عوام کو زندہ درگور کرنے کے لئے خفیہ ہاتھوں نے پھر حرکت کی ہے۔ شطرنج کی بساط پر کچھ مہرے آگے بڑھائے اور پیچھے کئے جا رہے ہیں اور جلد یا بدیر وہ روز بدلانے کی تیاریاں عروج پر ہیں۔ جب پاکستانی عوام کو ایتھوپیا اور رونڈا کے عوام کی طرح زندہ لاشوں میں تبدیل کر کے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اقوام متحدہ کے مکئی کے دانوں، سوکھے دودھ اور موٹی دال کے پیکٹوں کی بھیک پر زندہ رہنے کے لئے مجبور کر دیا جائے گا۔ اطلاعات کے مطابق آئل اینڈ گیس ریگولیٹری اتھارٹی نے پٹرول کی قیمت 6.88 روپے فی لیٹر، ہائی اسپیڈ ڈیزل کی قیمت میں 5.02 روپے، لائٹ ڈیزل کی قیمت میں 4.47 روپے، ہائی آکٹین کی قیمت میں 8.09 روپے اور مٹی کے تیل کی قیمت میں 8.29 روپے فی لیٹر کا اضافہ کر دیا۔ اوگرا نے یکم جولائی سے پندرہ جولائی تک پٹرول کی مصنوعات کی قیمتوں میں دو دن پہلے ہی اضافہ کر دیا۔ اوگرا کے مطابق پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں 10 فیصد اور مٹی کے تیل کی قیمت میں 30 فیصد اضافے کے بعد پٹرول 75.69 روپے فی لیٹر، ہائی اسپیڈ ڈیزل 55.15 روپے، لائٹ ڈیزل 49.06 روپے، مٹی کا تیل 49.73 روپے اور ہائی آکٹین 88.86 روپے فی لیٹر ہوگا۔ ادھر ٹرانسپورٹروں نے پٹرول و ڈیزل کی نئی قیمتوں کو مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ اگر یہ اضافہ واپس نہ لیا گیا تو پہیہ جام ہڑتال کی جائے گی۔

پٹرولیم مصنوعات میں اس ہوشربا اضافے کے بعد مہنگائی میں شدید ترین اضافہ ہوگا اور روزمرہ اشیائے صرف عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہو جائیں گی۔ یاد رہے کہ حالیہ رپورٹوں کے مطابق اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں گذشتہ 6 برسوں میں اوسطاً ڈیڑھ سو فیصد سے بھی زائد اضافہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں تازہ بے

رحمانہ اضافہ اونٹ کی کمر میں آخری تنکا ہی ہے اور اس کے بعد حکمرانوں کے پاس یہ کہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا کہ وہ عوام کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ موجودہ حکومت کو اقتدار میں آئے ہوئے ابھی چار ماہ بھی نہیں ہوئے ہیں اور اس عرصہ میں تیل کی قیمتوں میں تین بار جنگی بنیادوں پر اضافہ کیا جا چکا ہے۔ حکمران حسب عادت اس اضافے کو عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں کے ساتھ جوڑ رہے ہیں حالانکہ ہمارے دیگر پڑوسی ممالک بھی اسی عالمی منڈی سے تیل خریدتے ہیں۔

بھارتی حکومت نے اسی رجحان کے دوران دو تین ماہ قبل تیل کی قیمتوں میں کمی کر دی تھی۔ گذشتہ ماہ حکومت کو مجبوراً 10 فیصد اضافہ کرنا پڑا تو بھارتی وزیراعظم نے باقاعدہ قوم سے خطاب کر کے اضافے کا جواز بتایا اور عوام کی تکالیف پر گہرے دکھ کا بھی اظہار کیا۔ ہمارے ہاں ہر دوسرے تیسرے ہفتے تیل کی قیمتوں میں فی لیٹر سات سات روپے کا اضافہ کیا جا رہا ہے اور عوام کی حالت زار کا کسی کو احساس ہی نہیں۔ اب کی بار حکومت نے اس اضافے کے لئے پہلی تک کا انتظار بھی گوارا نہیں کیا اور نہایت خاموشی سے عوام کی رہی سہی قوت خرید پر شب خون مارا گیا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ صدر پرویز کی پالیسیوں کے نتیجہ میں ملک معاشی طوائف الملوکی کی صورتحال سے دوچار ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ چینی کا تو مقامی اور عالمی سطح پر کوئی بحران نہیں ہے لیکن اس کی قیمت میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور تھوک مارکیٹ میں چینی کی فی بوری قیمت میں 120 روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ گیس جو ملک کے اندر وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہے اس پر بھی حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں اور گذشتہ روز سے ایل پی جی کی قیمتوں میں روزانہ کی بنیادوں پر اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق ایک ماہ کے دوران گیس کے 11.8 کلوگرام سلنڈر کی قیمت میں 190 روپے اور 45.5 کلوگرام سلنڈر کی قیمت میں 743 روپے کا خطیر اضافہ کیا گیا ہے جس سے گھریلو اور پبلک ٹرانسپورٹ کے صارفین شدید طور پر متاثر ہو رہے ہیں۔ ادھر بجلی کی صورتحال یہ ہے کہ روزانہ آٹھ آٹھ گھنٹے کی لوڈشیڈنگ کی جا رہی ہے اور شہریوں کو

Uploaded by HBC for
urdufans.com

در گویا پاکستانی عوام کے بھوکے پیٹ میں زہر یلا خنجر ہی نہیں گھونپا گیا بلکہ ہماری ہڈیوں سے
گودا بھی نکال لیا گیا ہے۔ اچانک صوبہ سرحد میں آپریشن کا آغاز' ڈیزل کی کمیابی اور پٹرولیم
مصنوعات کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ۔ کوئی کچھ کہے' کیسی ہی دلیل کیوں نہ دی جائے اس
حقیقت کو جھٹلانا ناممکن ہے کہ یہ بین الاقوامی سازش کی کڑی ہے۔ پاکستان کے سخت جان
عوام کو زندہ درگور کرنے کے لئے خفیہ ہاتھوں نے پھر حرکت کی ہے۔ شطرنج کی بساط پر مہرے
آگے بڑھائے اور پیچھے کئے جا رہے ہیں اور جلد یا بدیر وہ روز بدلانے کی تیاریاں
عروج پر ہیں۔ جب پاکستانی عوام کو ایتھوپیا اور روانڈا کے عوام کی طرح زندہ لاشوں میں
تبدیل کر کے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اقوام متحدہ کے مکئی کے دانوں' سوکھے دودھ اور مونی دال
کے پیکٹوں کی بھیک پر زندہ رہنے کے لئے مجبور کر دیا جائے گا۔ اطلاعات کے مطابق آئل
اینڈ گیس ریگولیٹری اتھارٹی نے پٹرول کی قیمت 6.88 روپے فی لیٹر' ہائی اسپیڈ ڈیزل کی
قیمت میں 5.02 روپے' لائٹ ڈیزل کی قیمت میں 4.47 روپے' ہائی آکٹین کی قیمت میں
8.09 روپے اور مٹی کے تیل کی قیمت میں 8.29 روپے فی لیٹر کا اضافہ کر دیا۔ اوگرا نے یکم
جولائی سے پندرہ جولائی تک پٹرول کی مصنوعات کی قیمتوں میں دو دن پہلے ہی اضافہ
کر دیا۔ اوگرا کے مطابق پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں 10 فیصد اور مٹی کے تیل کی قیمت
میں 30 فیصد اضافے کے بعد پٹرول 75.69 روپے فی لیٹر' ہائی اسپیڈ ڈیزل
55.15 روپے' لائٹ ڈیزل 49.06 روپے' مٹی کا تیل 49.73 روپے اور ہائی آکٹین
88.86 روپے فی لیٹر ہوگا۔ ادھر ٹرانسپورٹروں نے پٹرول و ڈیزل کی نئی قیمتوں کو مسترد کرتے
ہوئے اعلان کیا ہے کہ اگر یہ اضافہ واپس نہ لیا گیا تو پہیہ جام ہڑتال کی جائے گی۔

پٹرولیم مصنوعات میں اس ہوشربا اضافے کے بعد مہنگائی میں شدید ترین اضافہ
ہوگا اور روزمرہ اشیائے صرف عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہو جائیں گی۔ یاد رہے کہ حالیہ
رپورٹوں کے مطابق اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں گذشتہ 6 برسوں میں اوسطاً ڈیڑھ سو
فیصد سے بھی زائد اضافہ پہلے ہی ہو چکا ہے۔ پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں تازہ ہے

رجحانہ اضافہ اونٹ کی کمر میں آخری تنکا ہی ہے اور اس کے بعد حکمرانوں کے پاس یہ کہنے کا
کوئی جواز باقی نہیں رہ جاتا کہ وہ عوام کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں۔ موجودہ حکومت کو
اقتدار میں آئے ہوئے ابھی چار ماہ بھی نہیں ہوئے ہیں اور اس عرصہ میں تیل کی قیمتوں میں
تین بار جنگی بنیادوں پر اضافہ کیا جا چکا ہے۔ حکمران حسب عادت اس اضافے کو عالمی
منڈی میں تیل کی قیمتوں کے ساتھ جوڑ رہے ہیں حالانکہ ہمارے دیگر پڑوسی ممالک بھی اسی
عالمی منڈی سے تیل خریدتے ہیں۔

بھارتی حکومت نے اسی رجحان کے دوران دو تین ماہ قبل تیل کی قیمتوں میں کمی کر
دی تھی۔ گذشتہ ماہ حکومت کو مجبوراً 10 فیصد اضافہ کرنا پڑا تو بھارتی وزیراعظم نے باقاعدہ قوم
سے خطاب کر کے اضافے کا جواز بتایا اور عوام کی تکالیف پر گہرے دکھ کا بھی اظہار کیا۔
ہمارے ہاں ہر دوسرے تیسرے ہفتے تیل کی قیمتوں میں فی لیٹر سات سات روپے کا اضافہ
کیا جا رہا ہے اور عوام کی حالت زار کا کسی کو احساس ہی نہیں۔ اب کی بار حکومت نے اس
اضافے کے لئے پہلی تک کا انتظار بھی گوارا نہیں کیا اور نہایت خاموشی سے عوام کی رہی سہی
قوت خرید پر شب خون مار گیا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ صدر پرویز کی پالیسیوں کے نتیجہ میں
ملک معاشی طوائف الملوکی کی صورتحال سے دوچار ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ چینی کا
تو مقامی اور عالمی سطح پر کوئی بحران نہیں ہے لیکن اس کی قیمت میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا
ہے اور تھوک مارکیٹ میں چینی کی فی بوری قیمت میں 120 روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ گیس جو
ملک کے اندر وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہے اس پر بھی حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں اور گذشتہ
روز سے ایل پی جی کی قیمتوں میں روزانہ کی بنیادوں پر اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک اخباری
اطلاع کے مطابق ایک ماہ کے دوران گیس کے 11.8 کلوگرام سلنڈر کی قیمت
میں 190 روپے اور 45.5 کلوگرام سلنڈر کی قیمت میں 743 روپے کا خطیر اضافہ کیا گیا
ہے جس سے گھریلو اور پبلک ٹرانسپورٹ کے صارفین شدید طور پر متاثر ہو رہے ہیں۔ ادھر
بجلی کی صورتحال یہ ہے کہ روزانہ آٹھ آٹھ گھنٹے کی لوڈشیڈنگ کی جا رہی ہے اور شہریوں کو

Uploaded by HBC for
urdufans.com

سخت گرمی میں شدید پریشانیوں کا سامنا ہے جبکہ واپڈا بجلی کی پیداوار بڑھانے کی بجائے
اس کے نرخوں میں اضافے پر زور دے رہا ہے۔ بجلی کی قلت اور مہنگائی نے ملکی صنعت اور
تجارت کا بھی تاپا پھر کر دیا ہے۔

ایک تازہ اطلاع کے مطابق تاجروں اور صنعتکاروں نے عالمی بینک کی ہدایت پر
ملک میں بجلی کے نرخ 10 روپے فی یونٹ بڑھانے کی اطلاعات پر شدید تشویش کا اظہار
کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب تاجروں اور صنعتکاروں کو اپنا بوریا بستر باندھ کر کسی دوسرے
ملک میں کام کرنے کی تیاری کرنا ہوگی۔ ملک میں نئی صنعتیں لگ نہیں رہیں اور جو صنعتیں کام
کر رہی ہیں وہ بھی بند ہونے کے خطرے سے دوچار ہیں۔ مسلسل بڑھتی ہوئی پیداواری
لاگت نے صنعتکاروں کو کنارے لگا دیا ہے۔ اگر عالمی بینک کی ہدایت پر عمل کر لیا گیا تو ملک
میں تیار ہونے والے کپڑے کی لاگت 35 تا 40 فیصد تک بڑھ جائے گی اور ہم بے بسی سے
اپنے لٹنے کا تماشا دیکھتے رہیں گے؟

زمینی سچائی یہ ہے کہ بنگلہ دیش کے سو روپے ہمارے 130 روپے کے برابر ہیں۔
بھارت کے سو روپے ہمارے 160 یا 170 روپے کے برابر ہیں۔ کہاں گیا ٹریکل ڈاؤن
اکانومی والا یہودی بنکوں کا ایجنٹ اور اس کے حواری۔ کوئی ہے جو ان درندوں کو عدالتوں
کے کٹہرے میں لائے۔

امریکہ کی طرف سے امداد کی تازہ کھیپ ملتے ہی صوبہ سرحد میں آپریشن شروع کر
دیا گیا ہے۔ ایف سی کے جوانوں نے ٹارگٹ علاقوں کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ باڑہ میں
مکمل کرفیو کا نفاذ کر کے مقامی لوگوں کو گھروں سے باہر نہ نکلنے کے احکام جاری کر دیئے گئے
اور لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعے لوگوں کو گھروں تک محدود رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ باڑہ میں
تمام کاروباری مراکز بند کر دیئے گئے اور تمام راستے سیل کر کے باڑہ جانے پر پابندی عائد کر
دی گئی ہے۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے جو آپریشن کے آغاز کے وقت پشاور پہنچے
کہا ہے کہ فاٹا سمیت صوبہ سرحد میں امن و امان کے قیام کے لئے ہر ممکن اقدام کئے جائیں

گے اور حکومتی رٹ قائم کرنے کے لئے کوئی کسر اٹھا رکھی جائے گی' سرحد حکومت کو امن
معاہدوں کے لئے مکمل آزادی دی گئی مگر دوسری طرف ان معاہدوں کی پاسداری نہیں
ہوئی۔ حکومت کی رٹ ہر حالت میں قائم کی جائے گی تاہم اب بھی کوشش کی جائے گی کہ
باہمی مفاہمت کے ذریعہ حالات کو معمول پر لایا جائے تاہم فوجی آپریشن حکومت کا آخری
آپشن ہوگا۔

تحریک طالبان نے فاٹا میں فوجی کارروائی کو امن معاہدے کی خلاف ورزی سے
تعبیر کر کے حکومت کے ساتھ ہر قسم کے مذاکرات معطل کرنے کا اعلان کیا ہے تاہم خیبر
ایجنسی میں سرگرم تنظیم لشکر اسلام نے سیکیورٹی فورسز کا مقابلہ نہ کرنے کا مستحسن اعلان کیا ہے
جس کے بعد توقع ہے کہ علاقے میں زیادہ خونریزی نہیں ہوگی اور حکومت کو ایک بار پھر
مذاکرات کے ذریعے معاملہ حل کرنے کا موقع فراہم ہوگا۔ حکومت کو اپنی رٹ قائم کرنے
کے لئے ضروری اقدامات کرنے چاہئیں لیکن اس کے لئے طاقت کا استعمال ہرگز ضروری
نہیں ہے۔ اب تک کے تجربات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ طاقت کے استعمال سے
معاملات سلجھنے کی بجائے مزید الجھتے ہیں۔ مقامی طالبان کے خلاف طاقت کا استعمال صرف
خارجی آقاؤں اور ان کے آلہ کار عناصر کی خواہش ہے' محض ان کی اس خواہش پر قوم کے
مفادات کو قربان نہیں کر دینا چاہئے لیکن عملاً ایسا ہی ہو رہا ہے۔ خون آشام بھیڑیئے اپنی لمبی
زبانوں کے ساتھ پاکستانی عوام پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ مہنگائی اور دہشت کے ہتھیاروں
سے مسلح ان بھیڑیوں کے منہ کو پاکستانی عوام کے خون کی چاٹ لگ چکی ہے۔ آج ہمیں من
حیث القوم یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم خاموشی سے ان کی خوراک بن جائیں گے یا اپنے زندہ قوم
ہونے کا ثبوت دیں گے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

■ ■ ■

Uploaded by HBC for
urdufans.com

امریکی جارحیت، ہوشربا مہنگائی اور بدامنی

27 جولائی 2008، نوائے وقت سنڈے ایڈیشن میں پاکستانی عوام کی حالت زار بیان کرنے کے حوالے سے میں نے یہ مضمون لکھا جو ٹھوس معاشی حقائق اور جنرل مشرف اور "ٹریکل ڈاؤن" اکانومی کے بازی گر سابق وزیراعظم سٹی بنک کے اعلیٰ افسران اور ملٹی نیشنل مافیا کے ملازم مسٹر شوکت عزیز کی دن رات محنت کا بھیانک نتیجہ تھا۔ موصوف جن کی پشتینی ہی امریکن ہے اپنا مشن مکمل کر کے ملک سے فرار ہو چکے ہیں۔

امریکہ کے متوقع صدر بارک اوباما نے حال ہی میں افغانستان کا طوفانی دورہ کیا ہے جس میں انہوں نے فرمایا کہ وہ صدر منتخب ہوتے ہی 10 ہزار مزید امریکی فوج افغانستان میں بھیج دیں گے۔ قبل ازیں بارک اوباما کے پاکستان سے متعلق زہریلے بیانات اور دھمکیاں گذشتہ دنوں اخباروں کی زینت بنتی رہی ہیں جن سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ میں ری پبلکن یا ڈیموکریٹس کسی کی بھی حکومت ہو پاکستان سے متعلق ان کی

پالیسی پہلے سے طے شدہ ہوتی ہے جس سے وہ سرمو انحراف نہیں کرتے۔ صرف ایک کام ہوتا ہے کہ امریکی اپنی گاڑی میں جوتنے کے لئے کبھی پاکستان سے گدھا تبدیل کر لیتے ہیں۔ عموماً اسے گھوڑا تبدیل کرنا کہا جاتا ہے لیکن پاکستان میں انہیں جس اعتبار کے وفادار غلام میسر ہیں۔ ان کو گھوڑے کی بجائے گدھے سے تشبیہ دینا زیادہ مناسب دکھائی دیتا ہے۔ گذشتہ قریباً 7 سال کی امریکی "گدھا گیری" کا ہمیں بالآخر یہ انعام ملا کہ امریکی صدر بش نے جاتے جاتے کہہ دیا کہ آئندہ جو بھی خطرہ لاحق ہوا وہ پاکستان کے قبائلی علاقوں سے ہوگا اسی لئے امریکیوں نے پاکستان کے قبائلی علاقوں پر اپنا تصرف قائم کرنے کی عملی منصوبہ بندی کر لی ہے۔

ہماری حکومت کی کارکردگی پر کوئی تبصرہ اس لئے لاحاصل ہے کہ وہ بے چارے اپنے دماغ سے فیصلہ کر ہی نہیں سکتے۔ جتنی پابندیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اس کے بعد ان میں ذاتی فیصلے کرنے کی صلاحیت ہی سلب ہو چکی ہے۔ جس ملک کے وزیراعظم کو حکومت چلانے کے لئے ہدایات لینے اپنے لاؤلشکر سمیت وہائٹ جانا پڑے اس پر رحم ہی کھایا جا سکتا ہے۔ حالت یہ ہے کہ طالبان اور ہماری سیکیورٹی فورسز حالت جنگ میں ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف کامیابیوں کے دعوے اس طرح کئے جاتے ہیں جیسے یہ پاک بھارت جنگ ہو رہی ہو۔ سیکیورٹی فورسز کے ترجمان کہتے ہیں کہ ہم نے قلعہ ہنگو کو آزاد کروالیا ہے۔ اتنی تعداد میں طالبان مارے گئے ہیں۔ طالبان کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے جبکہ ان کی طرف سے سیکیورٹی فورسز کے جاں بحق ہونے والوں کی تعداد سرکاری اعلانات سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ فاٹا کی سات ایجنسیاں ہیں اور کہیں بھی عوام کو سکون نہیں۔ راتوں رات نئے نئے لشکر جنم لے رہے ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہیں۔ درمیان میں ہماری سیکیورٹی فورسز کھڑی ہیں۔ اب انتہائی خطرناک اور تشویشناک بات یہ ہے کہ اچانک بلوچستان کا محاذ پھر گرم ہو گیا ہے۔ ڈیرہ بگٹی میں سیکیورٹی فورسز اور علیحدگی پسندوں کے درمیان لڑائی ہو رہی ہے جس میں دونوں اطراف سے مرنے والوں کی تعداد یہ بتانے کے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

لئے کافی ہے کہ ان جھڑپوں کی نوعیت کیا ہے۔

پاکستانی معیشت مجموعی طور پر اس وقت شدید مندی کا شکار ہے۔ عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں بڑھنے اور ملک میں سیاسی افراتفری کے باعث اس وقت ملکی معیشت کے تمام سیکٹرز جہاں، بحران کا شکار ہیں وہاں سٹاک مارکیٹ بھی اپنے تاریخی بحران سے گزر رہی ہے۔ جمعرات کے روز سٹاک مارکیٹ کا بحران اس وقت انتہائی شدت اختیار کر گیا جب کراچی اور لاہور کی سٹاک ایکسچینج کے باہر توڑ پھوڑ شروع کر دی۔ چھوٹے سرمایہ کاروں نے اس تمام بحران کا ذمہ دار اسٹاک مارکیٹ انتظامیہ اور ریگولیٹرز کو قرار دیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کی جانب سے حصص کی فروخت کی حکمت عملی اور اسٹاک مارکیٹ سے سرمایہ نکال کر اس کی بیرونِ ملک منتقلی بھی اس بحران کا باعث ہے۔ بعض بروکرز کے بقول غیر ملکی سرمایہ کاروں نے حصص کی فروخت کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق صرف بدھ کے روز سٹاک مارکیٹ سے 14 ارب روپے کی رقم نکال لی گئی تھی۔ یہ سلسلہ گذشتہ ایک ماہ سے مسلسل جاری ہے جس حکومت اور سٹاک مارکیٹ انتظامیہ اسے روکنے میں بری طرح ناکام رہی ہے جس کے باعث جمعرات کے روز سٹاک مارکیٹ مکمل طور پر کریش کر گئی۔

18 اپریل 2008ء کو کے ایس ای 100 انڈیکس 15676 پوائنٹس کے ساتھ اپنی تاریخ کی بلند ترین سطح پر پہنچ چکا تھا لیکن اس کے باوجود تمام سرکاری اور بڑے نجی مالیاتی اداروں کی جانب سے مارکیٹ کو سپورٹ نہ کرنا انتہائی حیران کن ہونے کے ساتھ ساتھ شکوک و شبہات کو بھی جنم دیتا ہے۔ 18 اپریل کو کراچی سٹاک ایکسچینج میں حصص کی مالیت 4791 ارب روپے تھی لیکن صرف تین ماہ کے دوران 1312 ارب روپے کی کمی کے ساتھ 14 جولائی 2008ء کو حصص کی یہ مالیت 3479 ارب روپے رہ گئی تھی۔ یوں کراچی سٹاک مارکیٹ کے سرمائے میں مجموعی طور پر 30 سے 35 فیصد کمی واقع ہو چکی ہے۔ اب سوال یہ

ہے کہ سٹاک مارکیٹ کے بحران کی اصل وجوہات کیا ہیں؟ بظاہر تو یہی کہا جا رہا ہے کہ ملک کے معاشی و سیاسی حالات اور امن و امان کی خراب تر ہوتی ہوئی صورتحال نے اس بحران کو جنم دیا ہے۔ اس کے علاوہ نو منتخب جمہوری حکومت کی ڈانواں ڈول پوزیشن کو بھی اس کی بڑی وجہ قرار دیا جا رہا ہے۔ تاہم ان تمام وجوہات اور عوامل کے ساتھ ساتھ ایک اور بنیادی عنصر جو ہمارے ملک کی سٹاک مارکیٹس میں پایا جاتا ہے وہ ''سٹہ بازی'' کا عنصر ہے۔ سٹاک مارکیٹ کے بحران میں سٹہ بازی کے پہلو کو قطعی طور پر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پاکستانی سٹاک مارکیٹ کا شمار دنیا کی بڑی سٹہ باز سٹاک مارکیٹوں میں ہوتا ہے بلکہ کراچی سٹاک مارکیٹ کو کسی حد تک سٹہ بازی کا بہت بڑا مرکز تصور کیا جاتا ہے۔ یہ عمل جہاں ایک طرف اسلامی احکامات کے منافی اور شرعی اصولوں کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے وہاں دوسری طرف ملکی معیشت کے لئے زہر قاتل ہونے کے ساتھ ساتھ حکومتی ریونیو کو بھی بڑے پیمانے پر نقصان پہنچا رہا ہے۔ حکومت میں شامل بعض کرپٹ عناصر حصص کے کاروبار پر کیپٹل گین ٹیکس عائد نہ کر کے نہ صرف یہ کہ سٹہ بازوں کی حمایت و حوصلہ افزائی کر رہے ہیں بلکہ ان سٹہ بازوں سے اپنا ''حصہ'' وصول کر رہے ہیں۔ گذشتہ ہفتے کی ہی ایک اخباری رپورٹ کے مطابق ان کرپٹ اور خفیہ عناصر نے سٹاک مارکیٹ کے کرتا دھرتا بروکرز کے ساتھ ساز باز کر کے حصص کے کاروبار پر کیپٹل گین ٹیکس عائد نہ کرنے کے صلہ میں 30 ارب روپے وصول کئے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ 30 ارب روپے کی بھاری بھرکم ''بخشش'' عنایت کرنے والے بروکر حضرات اپنا یہ خسارہ چھوٹے سرمایہ داروں سے پورا کرنے کے لئے وہ تمام ہتھکنڈے آزمائیں گے جو ان کے لئے ممکن ہو سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جمعرات کے روز احتجاج کرنے والے چھوٹے سرمایہ داروں نے سٹاک مارکیٹ انتظامیہ اور بڑے بروکرز کو ہی اس تمام صورتحال کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق تاجروں اور صنعتکاروں نے حکومت کی جانب سے اعلان کردہ نئی پالیسی کو غیر واضح اور ناقابل قرار دے کر مسترد کر دیا ہے اور الزام عائد کیا ہے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کہ حکومت نے نئی تجارتی پالیسی کے حوالے سے تاجروں اور صنعتکاروں کی تمام آراء کو
نظر انداز کر دیا ہے۔ تاجر رہنماؤں نے وزیر تجارت چودھری احمد مختار کے اس دعوی کو
رواں مالی سال کے 22 ارب 10 کروڑ ڈالر کا برآمدی ہدف با آسانی حاصل کر لیا جائے گا
ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ بڑھتی ہوئی پیداواری لاگت' سیاسی عدم استحکام
امن وامان کی خرابی کے عوامل کے ہوتے ہوئے برآمدات کے ہدف تجارت کو گذشتہ سال
192 بلین ڈالر کا برآمدی ہدف سونپا گیا تھا جو پورا نہ ہو سکا۔ یہ ہدف بھی غیر حقیقت پسندانہ
تھا کیونکہ 17 بلین ڈالر کا جو ہدف ہم نے 07-2006 میں حاصل کیا تھا وہ اس ہدف سے
2.2 بلین ڈالر زیادہ تھا۔ اس کے علاوہ گذشتہ سال خدمات کی برآمدات جو کہ نیشنل اکاؤنٹس
کے مختلف 21 شعبہ جات میں تقسیم ہیں 2.9 بلین ڈالر تھیں اور دفاع کے متعلق برآمدات 63.9 ملین
ڈالر تھیں۔ پیداواری شعبہ نے بھی گذشتہ عشرے کی سب سے کم شرح ترقی دیکھی جو کہ
گذشتہ سال کے 8.1 فیصد کے مقابلے میں اس سال 5.4 فیصد رہی۔ لارج سکیل
پیداواری شعبہ کے حالات اس سے بھی خراب رہیں۔ اس شعبہ میں ترقی گذشتہ سال
8.6 فیصد کے مقابلے میں صرف 4.8 فیصد رہی۔ برآمدی شعبہ نے کسی حد تک اچھی
کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور برآمدات میں سال 8-2007 میں 13.23 فیصد ترقی ہوئی
لیکن حقیقت یہ ہے کہ برآمدات کے شعبے میں پاکستان معاصر دنیا سے بہت پیچھے ہے۔ عالمی
نقطہ نظر سے پاکستان کی بڑی 200 برآمدی اشیاء کا برآمدات میں تناسب 91 فیصد ہے جبکہ
ان اشیاء کا عالمی مارکیٹ میں تناسب صرف 19 فیصد ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ دنیا
کی 81 فیصد اشیاء تجارت میں پاکستان کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر برآمدات اور درآمدات
کے تناسب میں زمین وآسمان کا فرق موجود ہے جس کی وجہ ملک کا تجارتی خسارہ اپنی انتہائی
حدوں کو چھو رہا ہے۔ رواں سال میں ہمیں 20.77 بلین امریکی ڈالر کے تجارتی خسارے کا
سامنا ہے۔ اس سال درآمدات میں پچھلے سال کے مقابلے میں 9.428 ارب ڈالر کا
اضافہ ہوا جبکہ برآمدات میں صرف 2.246 ارب ڈالر اضافہ ہوا۔

100 دنوں میں موجودہ حکومت نے معاشی بدحالی کا جو تحفہ دیا اس نے نہ صرف
عوام کی کمر توڑ دی بلکہ اس کے اثرات سٹاک مارکیٹ تک جا پہنچے اور سٹاک مارکیٹ بدترین
منڈی کا شکار ہو کر رہ گئی۔ کراچی سٹاک ایکسچینج میں چھوٹے سرمایہ کاروں نے مشتعل ہو کر
عمارت پر ہلہ بول دیا اور توڑ پھوڑ کی۔ سرمایہ کاری میں ملک وقوم کو 1933 ارب روپے کا
خسارہ برداشت کرنا پڑا کیونکہ 31 مارچ 2008ء کو مارکیٹ میں کل سرمایہ 4623 ارب
روپے تھا جو اب 3690 ارب روپے ہے۔ سٹاک مارکیٹ 15126 پوائنٹس سے
3248 پوائنٹس گر کر 11878 پر پہنچ گئی ہے۔ یہ سطور لکھتے وقت یہ گراوٹ 36 فیصد تک پہنچ
چکی ہے اور معاملہ 3248 پوائنٹس سے گر کر 5600 تک آ گیا ہے۔ افراط زر صرف غذائی
اجناس میں 19.7 فیصد بڑھا ہے۔ پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخائر میں 15.8 فیصد
(2.1 ارب ڈالر) کمی واقع ہوئی ہے۔ ڈالر کے مقابلے میں پاکستانی کرنسی 8.3 روپے ان
سودنوں میں کم ہو چکی ہے۔ عالمی منڈی میں پاکستانی روپیہ سب سے کم قیمت کرنسیوں میں
شامل ہو چکا ہے۔ سودنوں میں بیرونی قرضوں کا حجم 373.5 ارب روپے بڑھ گیا ہے۔ اس
کی وجہ روپے کی قدر میں کمی ہے۔ پاکستان کے عوام پر روزانہ کی بنیاد پر قرضوں کا بوجھ
3.70 ارب روپے بڑھ رہا ہے۔ اس معاشی بدحالی کا بنیادی سبب ملک میں سیاسی عدم
استحکام اور گومگو کی پالیسی ہے۔ جغرافیائی صورتحال کا اثر انداز ہونا لازمی امر ہے۔
لوڈشیڈنگ کے باعث بے شمار صنعتیں بند ہو چکی ہیں۔ درآمدات پر زور' بھارت سے سی این
جی بسوں اور تیل وڈیزل درآمد کرنے کی' یہ سطور تحریر کرتے وقت اجازت دی گئی ہے۔ گندم
15 لاکھ ٹن امریکہ سے آ رہی ہے۔ برآمدات نام کی کوئی چیز نہیں اور درآمدات پر زرمبادلہ
لٹایا جا رہا ہے۔ مذاکرات کا سلسلہ دباؤ کے باعث مشاجرات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ ملک کو
چند سرمایہ کار نہ صرف لوٹ رہے ہیں بلکہ اسے گروی رکھنے کا بندوبست بھی جاری ہے۔
مہنگائی' بدامنی اور لاقانونیت کا لاوا پھٹ گیا تو پھر اس میں سب کچھ بہہ جائے گا۔ وطن عزیز
میں انقلاب کی نفی کرنے والوں کو کہیں اپنے موقف سے رجوع نہ کرنا پڑے۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

حکومت شاید یہ سمجھتی ہے کہ پاکستان میں رہنے والے انسان گوشت پوست کے بجائے فولاد سے بنے ہیں یا پھر ہم کوئی جناتی مخلوق ہیں۔ مسلسل مہنگائی کا کھلواڑ چلنے کے بعد بھی حکومت کی تسلی نہیں ہوتی۔ وجوہات کچھ بھی رہی ہوں' یہ عذاب آخر عوام پر ہی کیوں نازل کیا جا رہا ہے؟ ان لٹیروں' حرامیوں اور غداروں کو کیوں نہیں پکڑا جا رہا جنہوں نے کھربوں روپے ہڑپ کر کے' جن کے اربوں روپے غیر ملکی بینکوں میں جمع ہیں۔ 20 جولائی کو پٹرول کی قیمت قریباً 11 روپے' ڈیزل کی قیمت قریباً 10 روپے اور مٹی کا تیل قریباً 9 روپے مزید مہنگا کر کے زندہ درگور پاکستانیوں کی ہڈیوں سے رہا سہا گودا بھی نکال لیا گیا ہے۔ سنا ہے یہ سلسلہ ابھی جاری رہے گا۔ پانی' بجلی' گیس' ٹیلی فون' غرض ہر وہ ضرورت زندگی جس سے عوام کا کسی نہ کسی طور پر واسطہ پڑتا ہے عوام پر عذاب بنا دی جائے گی۔

پاکستانیوں کو قحط کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ وہ ملک جسے اللہ عزوجل نے ہر نعمت سے مالا مال کیا اس کو بدکردار' بدعنوان' بے حیا اور غداروں نے آکٹوپس کی طرح اپنے پنجوں میں جکڑا ہوا ہے۔ لوڈشیڈنگ کے اندھیروں میں ڈوبی قوم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ گذشتہ سال کی نسبت اس سال پانچ چھ گنا زیادہ لوڈشیڈنگ کی جا رہی ہے' کیا پاکستان کی آبادی ایک سال میں پانچ گنا بڑھ گئی ہے؟ طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ آئندہ ہر ماہ بجلی کی قیمتوں میں ردوبدل کیا جائے گا۔ پٹرول اور تیل کی قیمتوں کو مدنظر رکھا جائے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بجلی کی قیمتوں میں ردوبدل اور جائزے کا مقصد ان میں اضافہ ہی ہوگا۔ مختلف محکموں کا جائزہ لیا جائے تو وہ بھی لوٹ مار میں لگے ہوئے ہیں' کوئی پوچھنے والا نہیں۔ نجی ٹی وی چینلز کے آزاد ہونے سے عوام کی سیاسی اور غیر سیاسی تربیت ہو رہی ہے۔ اب شاطر سیاستدانوں کے لئے ممکن نہیں رہا کہ وہ دو چار جذباتی بیانات دے کر تقاریر کر کے عوام کو دوبارہ یہ سہ بارہ بے وقوف بنائیں۔ ضمنی انتخابات میں عوام نے قطعی دلچسپی نہ لے کر ثابت کیا ہے کہ پہلے والے بے کار لوگ تھے اور موجودہ حکمران انہی کا تسلسل ہیں۔ ایک پرائیویٹ چینل پر لوگ اپنے خیالات کا اظہار فون پر کر رہے تھے۔ ایک کالر کا کہنا تھا کہ جب تک عام

لوگوں کی بے حسی دور نہیں ہوگی معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ اس کا نکتہ نظر یہ تھا کہ لوگ اگر کسی شخصیت کو نقصان پہنچائے بغیر واپڈا کے صدر دفتر اور دیگر دفاتر پر بار بار مظاہرہ کریں یا وفاقی وزیر راجہ پرویز اشرف پر بار بار مختلف عوامی وفود کے ذریعے قانون کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے دباؤ ڈالتے رہیں تو بہت سے ڈرامے بند ہو سکتے ہیں۔ عوام کے ایک حلقے کی رائے ہے کہ لوڈشیڈنگ ٹوپی ڈرامہ ہے' مہنگائی ایک ڈرامہ ہے' اسی طرح اعتزاز احسن صاحب کا لانگ مارچ بھی ایک ڈرامہ تھا۔ ڈراموں کے سہارے حکمرانوں کی عزت نہیں رہتی۔ لوگ توقع کر رہے تھے کہ گذشتہ دور حکومت میں بے مثال لوٹ مار کرنے والوں کا موجودہ حکمران احتساب کرے گا لیکن ایسا لگ رہا ہے کہ جلد ہی لوگ موجودہ حکمرانوں کے احتساب کی خواہش کرنے لگیں گے۔

کاش ان حکمرانوں کو یہ سمجھ آ جائے کہ انسان تو بے بس ہوتے ہیں لیکن انسان کو پالنے والا نہیں۔ ڈرو اللہ عزوجل کے عذاب سے کہ اس کی گرفت کے سامنے تمہاری ساری تدابیر اور چالاکیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی اور تم کچھ بھی نہیں کر پاؤ گے۔ پاکستانی عوام بددعائیں مانگ رہے ہیں' خودکشیاں کر رہے ہیں لیکن ہمارے ارباب بست وکشاد سیاست کر رہے ہیں' سیر سپاٹے کر رہے ہیں۔ کوئی ہے جو انہیں آنے والے عذاب سے خبردار کرے جو بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہا ہے۔

■ ■ ■

Uploaded by HBC for
urdufans.com

فوجی کاروائی سے تبدیلی نہیں

مندرجہ بالا عنوان کے تحت بی بی سی کے کالم نگار وجاہت مسعود نے 3 جولائی 2008ء کو ایک کالم لکھا تھا۔ ایک غیر جانبدار ادارے کے کالم نگار کا کسی تعصب کے بغیر لکھا گیا یہ کالم "فاٹا" میں پرویزی آمریت کے تحت جاری آپریشن کی اصلیت کو جاننے کے لئے کافی ہے۔ ممکن ہے آپ کو کالم نگار سے مکمل اتفاق نہ ہو لیکن یہ بات آپ بھی تسلیم کریں گے کہ وجاہت مسعود نے حقائق کی مکمل نہیں تو کافی حد تک تصویر کشی ضرور کی ہے۔ وجاہت مسعود لکھتے ہیں:

13 ستمبر 2001ء کا دن تھا۔ دو روز پہلے نیویارک اور پنٹاگون پر دہشت گرد حملے ہوئے تھے۔ امریکی نائب وزیر خارجہ (تب) رچرڈ آرمیٹج اور پاکستانی آئی ایس آئی کے سربراہ (تب) جنرل محمود احمد میں ملاقات ہوئی۔ پاکستانی جنرل نے حسب عادت مخصوص افغان روایات اور انیسویں صدی میں برطانوی تجربات کی حکایت چھیڑنا چاہی۔ رچرڈ

آرمیٹج نے ہاتھ کے اشارے سے جنرل محمود کو روکتے ہوئے کہا: سنو باہر گلی میں تین ہزار امریکیوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں میرے پاس تمہاری کہانیاں سننے کا وقت نہیں ہے۔

جنرل محمود کو ترنت ان کہانیوں کا بستہ لپیٹنا پڑا جو ہم افغان جہاد کے دنوں سے دنیا کو سناتے آ رہے ہیں جن کی تان یہاں ٹوٹتی تھی کہ پاکستان بالخصوص پختونوں کو بین الاقوامی قانون سے مستثنیٰ سمجھا جائے۔ اب اگر دنیا نہیں سننا چاہتی تو نہ سہی ہم چیخوف کے افسانوی کوچوان کی طرح اپنے گھوڑے یعنی پاکستانی عوام کو طوطا مینا کی کہانی سنا لیتے ہیں۔

پختون مہمان نواز ہیں سرحد پار نقل و حرکت روکنا ممکن نہیں جہاد اور دہشت گردی میں فرق کرنا چاہئے۔ قبائلی علاقوں میں کوئی غیر ملکی نہیں۔ قائداعظم نے وعدہ کیا تھا کہ قبائلی علاقوں میں فوج نہیں بھیجی جائے گی۔ بین الاقوامی سرحد کے پار غیر مسلموں سے لڑنے جانا قبائلی روایت ہے۔ طالبان تو امن و امان قائم کرنے کی غرض سے جرائم پیشہ لوگوں کے گلے کاٹ رہے ہیں۔ قبائلی جرگہ روایتی طور پر ڈھول بجاتے ہوئے لشکر روانہ کرتا ہے۔

28 جون کو خیبر ایجنسی میں فوجی کاروائی کے لئے فرنٹیئر کانسٹیبلری کے کوچ کا منظر بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ ٹیلی ویژن کیمروں کی چکاچوند تھی۔ مسکراہٹوں کے تبادلے تھے البتہ روایتی ڈھول کی کمی ضرور محسوس کی گئی تھی۔

کئی ہفتوں سے صوبہ سرحد سے معنی خیز خبریں آ رہی تھیں۔ 25 جون کو وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کی صدارت میں اعلیٰ سطحی اجلاس میں حکومت نے فوج کے سربراہ جنرل اشفاق پرویز کیانی کو قبائلی علاقوں میں حکومتی عملداری بحال کرنے کے لئے فوجی کاروائی کے حوالے سے تمام اختیارات سونپ دیئے۔ اسی روز ٹیلی ویژن پر ڈمہ ڈولا کے مقام پر نام نہاد طالبان کے ہاتھوں دو افراد کو سینکڑوں لوگوں کے سامنے ذبح کرنے کے مناظر دکھائے گئے۔ قبل ازیں ٹیلی ویژن اس نوعیت کے متعدد خبریں نشر کرنے سے قاصر رہا تھا۔ بظاہر عوام کو ذہنی طور پر سنگین صورتِ حال کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔

بالآخر 28 جون کی صبح خیبر ایجنسی میں قانون شکن عناصر کے ٹھکانوں کو نشانہ

Uploaded by HBC for urdufans.com

بنانے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ سرکاری نفری کو کسی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جن عناصر کے خلاف کاروائی مقصود تھی وہ میلوں دور تیراہ کی دشوار گزار وادی میں سرکاری آپریشن سے بے نیاز آپس میں تھمسان کی لڑائی میں مصروف تھے۔ حسب توقع اگلے روز اعلان ہوا کہ پشاور کو فوری طور پر طالبان سے کوئی خطرہ نہیں نیز یہ کوئی فوجی آپریشن نہیں بلکہ قانون شکن عناصر کے خلاف سول اور نیم فوجی اداروں کی معمول کی کاروائی ہے۔

پشاور سے تقریباً 15 کلومیٹر دور واقع خیبر ایجنسی میں سے نیٹو افواج کے لئے کراچی سے آنے والی 80 فیصد رسد گزرتی ہے۔ اس علاقے میں گذشتہ چند برسوں سے تین تنظیموں نے اسلامی نظام کے قیام کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ منگل باغ کی تنظیم "لشکر اسلام" کٹر سلفی عقائد کی حامل ہے۔ ملا منیر شاکر کا گروہ "انصار الاسلام" صوفی عقائد کا پیروکار ہے۔ حاجی نامدار کے گروہ "امر بالمعروف ونہی عن المنکر" پر حکومتی سرپرستی کا الزام لگایا جاتا ہے۔

18 فروری کے انتخابات کے بعد صوبہ سرحد میں برسر اقتدار عوامی نیشنل پارٹی نے مذہبی انتہاپسندوں کے ساتھ مذاکرات کا ڈول ڈالا۔ امن مذاکرات پر اتحادی قوتوں بالخصوص امریکہ نے خاصے تحفظات کا اظہار کیا کیونکہ قبل ازیں فروری 2005ء اور ستمبر 2006ء میں ہونے والے معاہدے ناکام رہے تھے۔ طالبان نے مہلت سے فائدہ اٹھا کر علاقے میں پاکستانی ریاست کے روایتی طور پر وفادار تقریباً تمام عمائدین قتل کر دیئے تھے۔ ہر امن معاہدے کے بعد طالبان مضبوط ہوئے' افغانستان میں دراندازی کے واقعات میں اضافہ ہوا اور قبائلی علاقوں میں پاکستانی ریاست کی عملداری کمزور ہوئی۔

پاکستان میں انتخابات کے بعد کی صورتِ حال میں اقتدار کا اصل سرچشمہ معلوم کرنا نہایت مشکل ہے۔ مذہبی انتہاپسندوں کے بارے میں اصولی مؤقف کے باوجود پیپلز پارٹی نے عوام کو پوری طرح اعتماد میں لینا ضروری نہیں سمجھا۔ مفاہمت کی پالیسی پر اندھا دھند زور دینے سے یہ احساس پیدا ہوا کہ پیپلز پارٹی کے لئے کھل کر مذہبی انتہاپسندی کا مقابلہ کرنا دشوار ثابت ہو رہا ہے۔ مسلم لیگ (نواز) نے ہر ایسے مطالبے کا کھل کر ساتھ دیا جو

براہ راست یا بالواسطہ طور پر مذہبی انتہاپسندی کو تقویت دیتا ہو۔ غالباً نواز شریف ہر قیمت پر اپنا مذہبی ووٹ بینک برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

طالبان سے مذاکرات کی وکالت سے یہ تاثر ملا کہ عوامی نیشنل پارٹی انتہاپسندوں کے ساتھ کھلے تصادم سے گریز کر کے صوبے میں اپنی حکومت بچانے کی خواہاں ہے بلکہ طالبان کو پختون قومیت کے تناظر میں پیش کر کے ان کی ہمدردیاں سمیٹنا چاہتی ہے۔ سیاسی طور پر محصور صدر مشرف نے بھی سلامتی کو درپیش اس اہم ترین خطرے پر کھل کر لب کشائی سے گریز کیا تھا۔

21 مئی کو سوات میں صوبائی حکومت اور تحریک نفاذ شریعت محمدی کے مابین معاہدے کے بعد صوفی محمد اور ان کے متعدد حامیوں کو رہا کر دیا گیا۔ اوائل مئی میں فوج نے صحافیوں کو سپنکئی رغزئی کے مقام کا دورہ کرایا تھا۔ سوات میں معاہدہ ہونے کے فوراً بعد بیت اللہ محسود نے سپنکئی رغزئی ہی میں پریس کانفرنس کی تاکہ ثابت کیا جا سکے کہ فوج واپس جا چکی ہے اور انہیں دوبارہ یہاں قبضہ حاصل ہو چکا ہے۔

2008ء کے پہلے پانچ مہینوں میں افغانستان میں گذشتہ برس کے مقابلے میں 40 فیصد زیادہ حملے ہوئے۔ 2008ء کے دوران مرنے والے 106 اتحادی فوجیوں میں سے کم از کم 39 فوجی ماہِ جون میں ہلاک ہوئے۔ اطلاعات کے مطابق خوست کے محاذ پر وزیرستان سے تربیت یافتہ طالبان کی کمک پہنچائی گئی۔ اتحادی افواج پاکستان کے قبائلی علاقوں میں محفوظ پناہ گاہوں کی موجودگی میں طالبان کے خلاف مؤثر کاروائی سے قاصر تھیں۔

ستمبر 2001 کے بعد پاکستان کو امریکہ سے قریباً دس ارب ڈالر کی امداد حاصل ہوئی جبکہ مزید معاشی اور دفاعی امداد کی یقین دہانی موجود ہے۔ سفارتی حلقوں کے مطابق مؤثر تعاون کی عدم موجودگی امداد کا یہ سلسلہ روکا بھی جا سکتا ہے۔

پاکستان اور افغانستان میں موجود اتحادی افواج میں طے پایا تھا کہ اتحادی افواج افغانستان کی طرف سے القاعدہ اور طالبان پر دباؤ ڈالیں گی جبکہ پاکستان مشرق سے انہیں گھیرے میں لے کر گویا زنبور کے جبڑے میں لے آئے گا۔ نیٹو افواج اور امریکی قیادت کا

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کہتا ہے کہ اگر طالبان اور القاعدہ آزادی سے نہ صرف افغانستان میں حملے کر رہے ہیں بلکہ انہوں نے عملی طور پر پاکستان کے کئی ہزار مربع کلومیٹر رقبے پر متوازی ریاست قائم کر رکھی ہے تو پاکستان کی طرف سے زبور کا بازو کہاں ہے؟

اس دوران 11 جون کو مہمند ایجنسی میں اتحادی افواج کی طرف سے بمباری کے بعد فریقین نے غیر معمولی سخت لب و لہجہ اختیار کیا۔ دوسری طرف صدر حامد کرزئی نے دو ٹوک انداز میں افغان افواج پاکستان میں داخل کرنے کی دھمکی دی۔

بالآخر حکومت پاکستان نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور اعلیٰ سطح پر طالبان کے خلاف کاروائی کا فیصلہ کیا گیا۔ تاہم ابھی کاروائی کی تفصیلات زیر غور تھیں کہ بیت اللہ محسود نے طالبان کے اصل ٹھکانوں سے توجہ ہٹانے کے لئے آگے بڑھ کر ضرب لگانے کا فیصلہ کرلیا۔

جون کے تیسرے ہفتے میں طالبان نے اچانک وانا سے 70 کلومیٹر مشرق میں جنڈولہ کے قصبے پر حملہ کر کے حکومت پاکستان کی وفادار امن کمیٹی کے تیس ارکان کو اغوا کرلیا۔ دو دن بعد امن کمیٹی کے 28 ارکان کی سر بریدہ لاشیں ایک نالے سے برآمد ہوگئیں۔

ادھر پشاور کے نواحی قصبات میں طالبان نے موسیقی اور انٹرنیٹ کی تمام دکانیں بند کرادیں۔ حجاموں کو داڑھی مونڈنے سے روک دیا گیا۔ اعلان کیا گیا کہ اپنی بچیوں کو سکول بھیجنے والے نتائج کے خود ذمہ دار ہوں گے۔ پشاور میں اغوا برائے تاوان کی وارداتیں تو مدت سے ہو رہی تھیں لیکن اب مسلح طالبان دن دیہاڑے پشاور میں نظر آنے لگے۔ پشاور پولیس نے نواحی علاقوں میں رات کے وقت گشت کا سلسلہ کئی مہینوں سے ترک کر رکھا ہے۔

18 جون کو حیات آباد سے مبینہ جنسی جرائم کے الزام میں چھ عورتوں کو اغوا کر کے ان پر رات بھر وحشیانہ تشدد کیا گیا۔ دو روز بعد پشاور سے 16 مسیحی افراد کو اغوا کرلیا گیا جنہیں اگلے روز بازیاب کرایا جاسکا۔ ایک معروف صحافی نے لکھا کہ پشاور تین اطراف سے طالبان کے محاصرے میں ہے اور کسی حملے کی صورت میں پولیس کی نفری شہر کا دفاع کرنے سے قاصر ہے حتیٰ کہ جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے پارلیمنٹ میں دہائی دی کہ

پشاور پر طالبان کا قبضہ صرف چند مہینوں کی بات ہے۔

سیاسی مبصرین کے مطابق 25 جون کے اجلاس میں سیاسی قیادت نے حتمی فیصلے کی ذمہ داری فوجی قیادت کو منتقل کر دی۔ تاہم فوج نے یہ ذمہ داری نیم عسکری ملیشیا فرنٹیئر کانسٹیلری کو سونپ دی۔ طالبان کے حقیقی گڑھ جنوبی وزیرستان، باجوڑ، مہمند ایجنسی، سوات اور درہ آدم خیل میں واقع ہیں لیکن فوجی آپریشن خیبر ایجنسی میں شروع کیا گیا۔ خیبر ایجنسی میں سرگرم جنگجو گروپوں کو مذہبی شدت پسندی کا مرکز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ پشاور کے گرد و نواح میں مزید چند روز کاروائی جاری رہے گی لیکن فوجی کاروائی کے موجودہ حجم اور طریقہ کار سے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ حکومت نے مذہبی شدت پسندی کے خلاف کسی سنجیدہ اقدام کا فیصلہ کیا ہے۔

فوجی کاروائی میں کسی بڑے جانی نقصان کی اطلاع نہیں آئی لیکن چند اردو اخبارات میں واویلا شروع ہوگیا ہے۔ نالہ و شیون کی اس مشق میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا جائے گا اور حکومت کے لب و لہجے میں اسی تناسب سے عذر خواہی بڑھتی جائے گی۔ مسلم لیگ (نواز) نے فوجی کاروائی پر تحفظات ظاہر کئے ہیں۔ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد کا کہنا ہے کہ پشاور کو کوئی خطرہ نہیں۔ بیت اللہ محسود نے لشکر اسلام اور انصار الاسلام جیسی تنظیموں سے کسی تعلق کا اقرار کئے بغیر دھمکی دی ہے کہ اس کاروائی کے ردعمل میں پنجاب اور سندھ کو دہکتی ہوئی بھٹی میں بدل دیا جائے گا۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ اس ہنگامے میں عدلیہ کا بحران پس منظر میں چلا گیا ہے بلکہ صدر پرویز مشرف کا ڈانواں ڈول اقتدار بھی وقتی طور پر خطرے سے نکلتا دکھائی دیتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ طویل مدتی تناظر میں اس فوجی کاروائی سے کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوگی۔ طالبان اور ان سے منسلک خطرات پوری قوت کے ساتھ پاکستان پر منڈلاتے رہیں گے۔ یہ آگ کہیں دور پہاڑوں میں لگی ہوئی ہے مگر اس کا دھواں پاکستان کے شہروں سے اسی طرح گزرتا رہے گا۔

(بشکریہ بی بی سی ڈاٹ کام)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

پرویز مشرف کا فلسفہ دہشت گردی

امریکی دہشت گردی کی جنگ جسے وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نام دیتا ہے اپنی پے در پے ناکامیوں' افغانستان کے اندر اپنی توپیں' بکتر بند گاڑیاں' ٹینک اڈے' گن شپ ہیلی کاپٹر اور مسلح زمینی و مشینی دستوں کی مجاہدین کے ہاتھوں تباہی و بربادی سے اتنا خوفزدہ ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف اپنی مذموم حکمت عملی کے طور پر قبائلی علاقوں کو القاعدہ' طالبان کی ''نرسریوں'' کا جھوٹا اور گمراہ کن پروپیگنڈا کر کے اقوامِ عالم کو پاکستان کے اندر بموں' راکٹ میزائل حملوں اور فضائی حملوں کی ممکنہ جارحیت کے جواز کے طور پر عرصہ دراز سے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق پیش کرتا آ رہا ہے۔ کیا امریکہ اتحادی افواج اور افغان افواج کے پاس کی غار کے اندر' اندھیرے میں 500 کلومیٹر سے راڈار پر دیکھنے' خلائی کمپیوٹر ٹیکنالوجی' جاسوسی جہاز' فضائی نگرانی سب کے سب چند سو مجاہدین کے سامنے بے کار ہو گئے ہیں؟ آخر یہ تمام ٹیکنالوجی اور سپر طاقت پاکستانی قبائلی علاقوں سے افغانستان آنے

والوں کو کیوں نہیں روک سکتی؟ حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کے دوسرے صوبوں کے اندر مجاہدین' طالبان' خود اللہ کی مدد سے حملہ آور افواج سے اپنی آزادی کے لئے جہاد میں مصروف ہیں۔ یہ سراسر امریکی ناکامی ہے کہ وہ پاکستان کو نشانہ بنانے کے لئے دنیا کو ''جھوٹی کہانیاں'' سنا رہا ہے۔

اللہ کی مدد مجاہدین کے ساتھ ہے وہ ایک عام 200 روپے کے پریشر ککر کو دھماکہ خیز مواد سے بھر کر اتحادی افواج کو لاشوں میں تبدیل کر رہے ہیں۔ یہ دیسی ٹیکنالوجی اور بارودی سرنگ دھماکے اس نام نہاد جنگ کا جنازہ نکال رہے ہیں۔ اب امریکہ اپنے اتحادی ملک اور دوست پاکستان پر 47 حملوں (فضائی بغیر پائلٹ طیارہ جو 32 ہزار فٹ کے اوپر سے حملہ کرتا ہے) کے بعد القاعدہ اور طالبان کو تباہ کرنے کے ارادے سے قبائلی علاقوں میں ''گرم تعاقب اور سپیشل فورسز ایکشن'' کے لئے تیاریاں کر رہا ہے۔

پاکستان نے جنرل پرویز مشرف کی 2001ء میں امریکہ کا اتحادی بن کر اسلامی مملکت افغانستان کو تاخت و تاراج کروانے کی جو نئی پالیسی اپنائی تھی اس میں سے پاکستان کو نہ تو ایٹمی پروگرام میں رعایت ملی نہ ڈاکٹر قدیر اور ''دیگر'' طاقتور ترین افراد کو الزامات سے بری قرار دیا گیا نہ ہی مقبوضہ کشمیر میں بھارت کو امریکہ نے مجبور کرنے کے اقدامات کئے جو صدر بش نے ''War on Terror'' کے حصہ دار کے طور پر پاکستان سے کئے تھے نہ ہی جدید ترین دفاعی ٹیکنالوجی (فضائی' بحری اور بری) پاکستان کو کھلے دل سے دی۔ سو بہانوں رکاوٹوں کے بعد محدود پیمانے پر فوجی سامان ملا ہے جو اونٹ کے منہ میں زیرہ کے برابر ہے۔ اب 1000 فوجی افسران و جوانوں کو اللہ کے پاس پہنچا کر فوجی قیادت یہ بتانے سے قاصر ہے کہ کیا پاکستان امریکی سازشوں سے محفوظ ہو گیا ہے؟ سابقہ موجودہ قیادت (جنرل (ر) پرویز مشرف) نے پاکستان کے عوام کے گلے میں جو جلد بازی کے فیصلے کے نتیجے میں پاکستان کی بموں کی برسات کے خوف سے خودمختاری' اقتصادی ترقی' سلامتی' قومی خودی کو امریکہ کے آگے گروی رکھا تھا۔ کیا اب یہ تمام معاملات بالکل ٹھیک ہو گئے ہیں یا جنرل (ر)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

مشرف اب یہ تسلیم کرنے سے گریزاں رہیں گے کہ میں قوم سے کیے گئے وعدے پورے نہیں کروا سکا نہ کر سکا جو میں نے "War on Terror" میں ساری امریکی شرائط مان کر کیے تھے؟

اس جنگ کا بیٹھا پھل نہ عوام کو ملا نہ پاکستان اور نہ افواج پاکستان کو!! یہ تباہی و بربادی چند طاقتور وردی والے افراد کے غیر دانش مندانہ اور خوف پر مبنی فیصلوں کی وجہ سے ممکن ہوئی۔ جنرل (ر) مشرف نے وزیراعظم جمالی' شوکت عزیز اور چوہدری شجاعت حسین وغیرہ کو صرف حکم کے غلام کے طور پر استعمال کیا۔ یہ ان وزرائے اعظم کے انتہائی بزدلانہ اور ذاتی مفادات کے فیصلے تھے جنہوں نے قوم کو ہمیشہ یہ ہی باور کرایا کہ یہ ہماری اپنی جنگ ہے۔ آج افغان مجاہدین کے حملوں میں مارے جانے والے امریکیوں نے ایک نیا 9/11 پاکستان کے قبائلی علاقوں سے ظہور پذیر ہونے کا بچگانہ الزام پاکستان پر عائد کیا ہے' یہ یہودی' عیسائی تحریب کاروں کے اذہان کا پاکستانی جرنیلوں کے لئے کھلا چیلنج ہے۔ امریکی' برطانوی' جرمن' فرانسیسی' کینیڈین اور دیگر یورپی ممالک کے فوجی مجاہدین کے حملوں کے نتیجے میں بڑی تعداد میں ہر ماہ ہلاک ہو رہے ہیں اور ماضی میں ہو چکے ہیں۔ یہ جانی نقصان اور اس کے نتیجے میں ان اتحادی حملہ آور افواج والے ممالک میں اپنے فوجیوں کی نعشوں کے لگاتار تابوت کی آمد نے قابض افواج اور ان کی رائے عامہ دونوں کو اپنے جارحانہ حملوں کے بارے میں دوبارہ غور و فکر پر مجبور کر دیا ہے۔ برطانیہ کا سابق دہشت گرد وزیراعظم ٹونی بلیئر اور اس کی جماعت امن پسند' انصاف' انسانیت کی علمبردار' بنیادی انسانی حقوق کے منشور کے حامل سیاسی لوگوں کے ووٹوں سے اقتدار سے رخصت ہو چکا ہے۔ اس کی شکست انسانیت کے خلاف جھوٹی خفیہ رپورٹوں کے نتیجے میں عراق پر فوج کشی کے شرمناک فیصلوں کا نتیجہ تھی۔

برطانیہ کی بڑی بھاری تعداد نے ملکی سلامتی' امن' اقتصادی ترقی اور جیو اور جینے دو کی حمایت میں ووٹ دیئے۔ یہی حال امریکی عوام کی اکثریت کا ہے۔ وہ "War on Terror" کے امریکی عوام' اقتصادیات' سماجی و معاشرتی مسائل' قومی سلامتی' جان و مال کی حفاظت کے واضح نقصانات پر بش انتظامیہ کے خلاف مظاہرے کر رہے ہیں۔ بے شک امریکہ کے خلاف دنیا بھر میں اتنی شدید نفرت خصوصاً مسلم دنیا کے نوجوانوں میں اونچا جا تا گراف یہ ثابت کر رہا ہے کہ ڈریکونین پالیسیوں کے نتیجے میں امریکہ' عوام اور مفادات مسلم مجاہدین کے نشانے پر آ گئے ہیں۔

آخر بش انتظامیہ کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہے کہ امریکی حملوں نے مسلم دنیا میں لاکھوں جان پر کھیلنے والے مجاہدین پیدا کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا ہے؟ کوئی قوم اپنی عزت' سالمیت' غیرت' خودداری' زمین اور اقتدار پر قبضے کی اجازت نہیں دیتی بالخصوص غیرت مند افغان قوم نے تاریخ میں ثابت کیا ہے کہ ان پر کبھی بڑی سے بڑی طاقت ور فوج قبضہ یا غلام بنانے کا کام کرنے میں ہمیشہ ناکام رہی ہے۔ طالبان مجاہدین امریکی و اتحادی افواج پر حملوں سے پاکستان کے تحفظ کی جنگ بھی لڑ رہے ہیں۔

یہ واضح ہے کہ اگر امریکی اتحادی افواج افغانستان پر مکمل کنٹرول کر کے اپنے فوجی اڈے اور جدید ترین ہتھیار نصب کر چکی ہوتی تو پھر اس بڑے علاقائی کھیل میں اگلے قدم کے طور پر مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے اوپر اقوام متحدہ کی نگرانی میں پاکستان دشمن امریکی منصوبے "خود مختار کشمیر" کے خواب کو تعبیر دینا آسان ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف وہ چین کی "گردن" پر بیٹھ کر اپنے چین سے متعلق دفاعی' تیل' گیس' عالمی طاقتوں کی رسہ کشی' اقتصادی جنگ میں مذموم ہتھکنڈے آزمانے میں امریکہ' بھارت ایٹمی معاہدوں اور دفاعی معاہدوں کے ذریعے کافی آگے بڑھ کر پورے علاقے میں تباہی مچانے کے لئے آزاد ہوتا۔ امریکہ نے گذشتہ پانچ سالوں میں روس کے "تیز حملہ آور دانت" توڑنے کے لئے پہلے ہی بڑی تیزی سے تاجکستان' ترکمانستان' یوکرائن اور دیگر وسطی ایشیائی ریاستوں میں اپنے دفاعی' اقتصادی' خفیہ اطلاعات اور امداد کے حربے استعمال کر کے نئی یورپی میزائل شیلڈ (میزائلوں کے حملوں اور دفاع کا نظام) جیسے منصوبے مکمل کر لئے ہیں۔ ان منصوبوں میں فضائی حملوں'

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ریڈار، سپلائی لائن اور دفاعی بیس بھی شامل ہیں۔ حتمی مقصد یہ ہے کہ کھربوں اربوں کے ان ممالک کے تیل، گیس، قدرتی معدنیات کے ذخائر پر کنٹرول حاصل کیا جائے۔

یہ نظریہ امریکہ کے پنٹاگون، تھنک ٹینکس اور خفیہ اداروں کا عالمی امن، علاقائی سلامتی، قوموں کی آزادی، انسانی حقوق، جمہوریت، انصاف، برابری، خودمختاری، آزادی کو تباہ و برباد کرنے والا فرعونی نظریہ ہے۔ امریکہ و اتحادی افواج نے جو کامیابی کے خواب دیکھے تھے وہ قدرت (اللہ) نے ان کی آنکھوں کے سامنے ''ہاتھی اور چیونٹی''، یعنی امریکہ و اتحادی افواج اور بے سروسامان مجاہدین کے مقابلے میں ان کی دنیا بھر میں مسلمان آزادی حریت پسند مجاہدین (مرد اور خواتین) کے ہاتھوں دن بدن ہوتی شکست نے چکنا چور کر دیئے ہیں۔ 5000 سے زائد اتحادی افواج کی اموات نے عراق اور افغانستان میں ان بزدل حملہ آوروں کو انسانیت سے گرا دیا ہے۔ دو ماہ میں افغانستان کے اندر تقریباً 140 اتحادی افواج کی نعشوں سے ان بدمست شکست خوردہ افواج کو اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے سارا الزام پاکستانی القاعدہ و طالبان پر ناجائز طور پر ڈال دیا ہے۔

2001ء میں امریکہ نے یہودی عیسائی مشترکہ منصوبے کے مطابق 9/11 کے حملوں کا جواز بنا کر افغانستان کی طالبان حکومت کے خلاف ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' یا ''War on Terror'' کا فوری فیصلہ اور عمل کیا۔ امریکہ میں 9/11 کے حملوں کے حوالے سے اب تک تقریباً 15 مشہور و معروف دانشوروں، محققین کی تصانیف منظر عام پر آ چکی ہیں۔ یہ امریکی عیسائی یا دیگر مذاہب کے ماننے والے ہیں مسلمان ہرگز نہیں ہیں۔ یہ تمام لوگ امریکی عوام کی بہت بڑی تعداد کو متاثر کرنے میں کامیاب رہے۔ ان تمام کا کہنا یہ ہے کہ یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کا جواز بنانے، امریکی مفادات و منصوبوں کو مستقبل میں عملی جامہ پہنانے، تیل و گیس، قدرتی معدنیات و دیگر وسائل پر قبضہ، پانی کی آبی گزرگاہوں پر، بحری کاروباری جہازوں اور تیل سپلائی کے بحری جہازوں کے روٹ پر قبضہ، کشمیر کے مسئلہ پر اپنے مفادات کے لئے چین کے اردگرد کے ممالک میں امریکی دفائی

قوت کی مرحلہ وار تعیناتی، پاکستان اور ایران پر افغانستان کی جنگ کے ذریعے امن و امان، معدودگرم تعاقب، مرحلہ وار ایٹمی پروگرام کے خطرناک تجربات اور میزائلوں کے پروگرام کو روکنا اور خطے میں دیگر سٹریٹجک گہرائی و قبضہ کے معاملات پر آگے سے آگے بڑھنے کے لئے 9/11 کا خونیں ڈرامہ رچایا تھا۔ امریکی، فرانسیسی، برطانوی، کینیڈین، جرمن اور دوسری برطانوی حکومتوں کو اور عوام کو ''مسلم دہشت گردی کے عالمی منصوبوں'' کی جھوٹی پروپیگنڈا مہم سے عوام و خواص میں برابر ذہنی تبدیلی میں بنیادی کردار ادا کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج تقریباً 35 سے زیادہ ممالک مرحلہ وار امریکی و یہودی خفیہ اداروں کی جھوٹی رپورٹوں سے متاثر ہو کر مسلمانوں کو لاکھوں کی تعداد میں شہید کرنے کی مہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔

یہ امریکی ''War on Terror'' اب تک عراق، افغانستان میں تقریباً سات لاکھ افراد کو شہید، معذور، مفلوج و قید کر چکی ہے لیکن طالبان قیادت اُسامہ بن لادن، ملا عمر ان کے دیگر کمانڈروں نے 35 ملکوں کی بربریت، انسانیت کش جدید ترین بموں، میزائلوں، راکٹوں، زہریلی گیسوں، دھماکوں، فضائی بمباری میں ابھی تک دہشت گرد نیٹو افواج کو دن کے چین اور موت کے خوف سے سکون کی نیند سے محروم رکھا ہوا ہے۔ 2001ء سے آج تک چھوٹے معصوم بچوں، خواتین، بوڑھوں، بیماروں، معذوروں، نمازیوں، مساجد، قرآن خوانی کے مدارس، شادی، ولیمہ کی تقریبات پر بزدلانہ شرمناک امریکی حملوں کے نتیجے میں یہ لوگ زہریلے لاکھوں بموں کی بارش میں اپنے گھر، کاروبار، خاندان، زندگی سے محروم ہو گئے اور جامِ شہادت نوش کیا۔ اسامہ بن لادن، ڈاکٹر ایمن الظواہری، ملا عمر نے اسوہ رسول a اور بڑے مجاہد صحابہ کرام j کے کافروں کے خلاف جہاد کو پھیلا کر امریکی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کو ناکامی سے دوچار کر دیا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ افغانستان کے 70 فیصد سے زائد رقبے پر امریکی نیٹو افواج اور کرزئی جیسے افغان حکمران کی افواج کا کنٹرول نہیں ہے اور طالبان ہر ماہ مختلف صوبوں میں امریکی اڈوں، قافلوں، نیٹو افواج، سرکاری جیلوں، پہاڑوں، وادیوں، شہروں یہاں تک کہ کابل شہر میں بھی لگاتار حملے کر کے امریکیوں،

Uploaded by HBC for
urdufans.com

اتحادی افواج کو دن میں تارے دکھا رہے ہیں۔

"War on Terror" کی سب سے عجیب اور انتہائی شرمناک بات یہ ہے کہ آخر امریکیوں، اتحادیوں کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہے کہ 9/11 میں 4000 کے لگ بھگ امریکیوں کے بدلے میں بے شمار غریب افغان بچوں، عورتوں، بوڑھوں کو ایک لاکھ سے زیادہ کم ہلاکتوں کی تعداد میں زندگی سے محروم کر دیا جائے؟ یہ سوال تاریخ میں ہمیشہ امریکیوں، اتحادی افواج اور ان کے حکمرانوں کے لئے رسوائی، بدنامی، شرمندگی، دہشت گردانہ کاروائیوں کے بدنما داغوں کے طور پر انسانیت، انسانی حقوق، جمہوریت، انصاف کے جھوٹے دعوے دار عوام کے ماتھے کا جھومر رہے گا۔ تاریخ دان ان اقوام کو ہمیشہ درندوں، وحشیوں، انسانیت سے محروم لوگوں میں شمار کرے گا جنہوں نے تاریخ کے بدنام ترین مظالم میں ایک اور اضافہ کیا۔

"War on Terror" اتحادی ملکوں کے عوام سے کھلا دھوکہ ہے۔

امریکہ اور اتحادی افواج کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں بمباری کی جائے جو وسیع علاقے پر مبنی ہو۔ اب یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ پاکستانی قیادت نے ماضی میں امریکہ کو قبائلی علاقوں پر پروازوں، بموں، راکٹوں، مارٹر گولوں کی کاروائیوں کی اجازت دی تھی۔ جنرل (ر) مشرف کو قوم کو یہ بتانا چاہئے کہ اصل صورتِ حال کیا ہے؟ ان کی خاموشی کو ان کی نیم رضامندی سمجھا جائے گا۔ امریکہ، پاکستان اور طالبان کے معاہدوں، امن مذاکرات کو ہر صورت، ہر سازش سے ناکامی سے دوچار رکھنا چاہتا ہے تاکہ امریکی افواج، اتحادی افواج اور پاکستانی افواج حملے کرتی رہیں اور پٹھانوں، فوج میں مار دھاڑ، اغوا، ہلاکتوں کا سلسلہ جاری رہے ایسی صورتِ حال میں بھارت کے ساتھ مل کر ایک دو مزید کابل میں بھارتی سفارت خانے کی اموات جیسے واقعات (جھوٹے الزامات بغیر ثبوت فراہم کئے) دہلی، چندی گڑھ، بمبئی میں مزید کروا کر پاکستان پر تین اطراف سے حملوں کا منصوبہ دست وقت پر مکمل کروانے کے لئے آگے بڑھ کر گھیرا تنگ کیا جائے۔ "War on Terror" کا حتمی مرحلہ قبائلی علاقوں میں "اتحادی مفادات" حاصل کرنا بھی ہے۔ دوسری

طرف بڑی حقیقت یہ ہے کہ اتحادی افواج اپنے افغانی اور غیر ملکی ایجنٹوں کے ساتھ پاکستان کے قبائلی علاقوں کے ذریعے اور بلوچستان میں بھی مسلسل حملے، دھماکے، تربیت، تخریب فراہم کر رہے ہیں۔

پاکستان کے خلاف مشترکہ سازشیں تیز ہو رہی ہیں، دوسری طرف افغانستان کے اندر امریکہ سیاسی طور پر شمالی اتحاد، ازبک، تاجک، پشتون، غیر پشتون کی تقسیم، خون خرابہ، فسادات، مفادات، وار لارڈز، منشیات فروشی کے اربوں کے دھندے کے بیج بو رہا ہے۔ اب تک امریکی و اتحادی افواج افغانستان میں اس انصاف، ترقی، جمہوریت، خوشحالی، آزادی قائم کرنے میں مکمل ناکام ہیں۔ ان کے آئی جی، گورنرز، وزیر، فوجی، جرنیل تمام مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے لئے اب وقت انتہائی نازک ہے کہ مزید غلط فیصلے ہمارے لئے زہر قاتل ہوں گے۔ کم از کم جنرل (ر) پرویز مشرف کو چاہئے کہ وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائیں کیونکہ ان کی ذات اور عہدے طاقت نے اب پاکستان کا مزید کچھ نہیں سنوارنا۔ یہ نوشتہ دیوار ہے۔ آخر افواج کو آٹھ سال اس جنگ میں لڑوا کر جنرل (ر) پرویز مشرف نے کتنی عزت، احترام، قوت و وقار دیا ہے؟ اور کیا ملکی سلامتی کو خطرات اور بموں سے محفوظ کر لیا گیا ہے بغیر کسی حیل و حجت کے بغیر کوئی شرط منوائے شرکت کے لئے جنرل (ر) پرویز مشرف نے 2001ء میں امریکی اطاعت کا غلط فیصلہ کیا تھا؟ جمہوری حکومت خصوصاً آصف علی زرداری اور وزیر اعظم گیلانی اپنے اتحادیوں کے ساتھ ایک قومی تھنک ٹینک تشکیل دیں جو 15 دن کے اندر اپنی سفارشات پیش کرے کہ کس طریقے سے امریکی اتحاد سے نکلا جا سکتا ہے۔ مجاہدین سے مذاکرات کے ساتھ ساتھ یہ بھی فوراً کرنے کا کام ہے کہ قومی سلامتی کے تقاضے اب جرأت، خلوص، ذاتی مفادات سے بالاتر ہونے کا تقاضا کرتے ہیں۔ جنرل مشرف استعفیٰ دے چکے ہیں اور طالبان قیادت نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے حکومت کو مذاکرات کی دعوت بھی دی ہے۔

■ ■ ■

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کمانڈو جرنیل کی آمد

گزشتہ ۶۱ برس سے پاکستان میں فوجی اور سیاسی حکومتوں کے درمیان جنگ چل رہی ہے۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۸ء تک کا عرصہ مسلسل گیارہ سال کا وہ عرصہ ہے جب سیاست دان مکمل طور پر ہر صوبہ اور مرکز میں اپنی حکومتیں چلاتے رہے۔ ملک کو بنے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ گذرا تھا۔ اس دوران فوج کو ملکی معاملات میں مداخلت کرنے کی لت نہیں پڑی تھی۔ ۱۹۵۱ء تک لیاقت علی خان جیسی شخصیت سیاست دانوں کی مفاد پرستی اور جوڑ توڑ کی روایتی سیاست کے باوجود ملک کو کامیابی سے چلاتی رہی ملک کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کیونکہ انتظامی معاملات میں مضبوط صلاحیت رکھنے کی خوبیوں کے مالک تھے۔ خصوصاً ملک کو مالی معاملات میں مضبوط کر کے اُنہوں نے ملکی معیشت کو مضبوط بنیاد فراہم کی تھی۔ لیکن دشمن کی سازش کا شکار ہو گئے اور لیاقت باغ راولپنڈی میں سید اکبر کی گولی کا نشانہ بنے۔

لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۸ء تک صرف سات سال

کے مختصر عرصہ میں ہر دس ماہ کے بعد اس ملک میں وزیراعظم تبدیل ہوتا رہا۔ صوبہ کی وزارتیں الٹ پلٹ کی جاتی رہیں۔ بیوروکریٹوں کو اقتدار کی اعلیٰ مسند پر بٹھا کر اُن کے بوٹ پالش کیے گئے۔ اس سارے عرصہ کے دوران مُلک کی سیاست کے بڑے بڑے نام خواجہ ناظم الدین، حسین شہید سہروردی، نورالامین، فیروز خان نون، چوہدری محمد علی، ڈاکٹر خانصاحب، ممتاز دولتانہ، مولوی فضل الحق، ایوب کھوڑو، نواب مشتاق گورمانی، سکندر مرزا، غلام محمد وغیرہ سیاسی جوڑ توڑ، افراتفری اور محلاتی سازشوں میں ملوث رہے۔ غلام محمد جیسے بیوروکریٹ کو گورنر جنرل کے اہم ترین عہدے پر سیاست دانوں نے ہی فائز کیا۔ غلام محمد نے جب خواجہ ناظم الدین کو ۱۹۵۳ء میں وزارتِ عظمیٰ سے برطرف کیا تو سیاست دانوں کی طرف سے کسی بھی قسم کا احتجاج نہ کیا گیا۔ اسی بات سے گورنر جنرل کا حوصلہ بڑھا اور اُس نے ۱۹۵۸ء میں دستور ساز اسمبلی کو بھی غیر آئینی طریقے سے توڑ دیا۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ غلام محمد کی اس جمہوریت کُش حرکت پر بھی سیاست دانوں کی طرف سے احتجاج سامنے نہ آیا۔ صرف اسمبلی میں متاثرہ ممبران ہی احتجاج کرنے میں نمایاں حصہ لیتے رہے باقی خاموش رہے۔

غلام محمد اس دوران گورنر جنرل کے اختیارات میں کمی کی کوشش کرنے پر دوسرے وزیراعظم محمد علی بوگرہ کی بھی چھٹی کرا چکے تھے اور تیسرے وزیراعظم کی حیثیت سے چوہدری محمد علی جیسی ایماندار شخصیت وزیراعظم کی مسند پر بیٹھ چکی تھی محمد علی بھی بیوروکریٹ ہی تھے لیکن نہایت بااصول اور مخلص شخصیت تھے۔ اسی دوران انہی سیاست دانوں کی ''کرم نوازیوں'' نے میجر جنرل سکندر مرزا جیسی شخصیت کو گورنر جنرل کی اعلیٰ مسند پر بٹھانے پر بھی کسی قسم کا احتجاج نہ کیا۔ بلکہ گورنریوں اور وزارتوں کی خاطر اُس کے آگے پیچھے ندیدوں کی طرح پھرتے رہے اس ننگِ ملت شخص نے صرف تین سال کے مختصر عرصہ میں چار وزیراعظموں چوہدری محمد علی، آئی آئی چندریگر، حسین شہید سہروردی اور فیروز خان نون کی چھٹی کرائی لیکن مجال ہے کہ پورے ملک کی سیاسی جماعتوں نے اس موقع پر احتجاج کیا ہو۔ جس پر اُس کا حوصلہ اتنا بڑھا کہ سول صدر کی حیثیت سے ہی اُس نے اپنی ڈکٹیٹرشپ کو دوام بخشنے کے لیے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

مارشل لاء نافذ کر دیا تا کہ اس ملک میں بلا شرکت غیرے ۲۰ سال کی طویل مدت تک
حکومت کی جا سکے۔ آخر گیارہ سال کے طویل عرصہ کے بعد جنرل ایوب خان اور اُس کی ٹیم
نے ملک کو سکندر مرزا جیسے ہوس پرست، دہریے اور اقتدار کے رسیا شخص کی حکومت سے
نجات دلائی اور چار سال تک کے عرصہ کے لیے سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی چھ سال
کے لیے سیاست دانوں کو "لیڈو" کی جھکڑی لگا کر سیاست میں حصہ لینے سے روک کر
گھروں پر بٹھا دیا۔

۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۸ء کی سیاسی حکومتوں کے دوران راتوں رات اسمبلیاں ٹوٹتیں اور
دوسرے دن ہی نئی اسمبلی وجود میں آ جاتی۔ ایک شخص جس کو ممبران رات کو اقتدار پر بٹھائے
ہوتے دوسرے دن اس کا گریبان پکڑ کر اقتدار کی مسند سے باہر پھینک دیا جاتا۔ اس دوران
ایک نئی پارٹی "ری پبلیکن" راتوں رات ہی وجود میں آ گئی۔ اور صبح کا دھندلکا ہونے تک وہ
مرکز اور صوبوں میں اپنے ممبران کی اکثریت بنا چکی تھی۔ پاکستان کو گالیاں دینے والے
ڈاکٹر خاصاب اس پارٹی کے کرتا دھرتا تھے اور اسی ملک میں ہی وہ اقتدار کی مسند پر ہر وقت
بیٹھنے کے لیے اتنے بے قرار رہتے کہ تمام اصول اور ضابطے اس موقع پر بالائے طاق رکھ
دیتے تھے۔ سیاست دان بھی اس موقع پر بے غیرتی کی انتہا کرتے رہے۔ چند دن پہلے ہی
جس شخص کو پاکستان مخالف قرار دے کر اس کی مخالفت کرتے دوسرے ہی دن اقتدار کی مسند
پر بیٹھنے کے بعد اُس کے تلوے چاٹنے شروع کر دیتے۔ بہر حال گیارہ سال کا یہ طویل
جمہوری عرصہ سیاست دانوں نے اپنی مفاد پرستانہ سیاست، اقتدار پرستی کی ہوس، ایک
دوسرے کو نیچا دکھانے اور ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچ سیاست میں ضائع کر کے رکھ دیا۔

اس دوران نئے ملک میں عوام کی خوشحالی اور ملک کی ترقی کے لیے خاطر خواہ
اقدامات نہ کیے جا سکے۔ توانائی، صحت، تعلیم، سائنس و ٹیکنالوجی، روزگار کی فراہمی کے شعبوں
میں طویل المیعاد منصوبے نہ بنائے جا سکے اور ملک و قوم کا کافی وقت برباد ہو کر رہ گیا تھا۔

ایوب خان کی حکومت فوجی حکومت تو تھی لیکن اس نے اس دوران ملک کو معاشی

طور پر مضبوط بنانے کے لیے جو کارنامے انجام دیئے وہ آج تک کسی دوسری حکومت کو
نصیب نہیں ہوئے۔ اس دور میں صنعتوں کا جال بچھا دیا گیا۔ دفاعی طور پر ملک کو مضبوط بنایا
گیا۔ بینکنگ، انشورنس، امپورٹ ایکسپورٹ کے شعبہ میں ملک میں ریکارڈ ترقی ہوئی سب
سے بڑھ کر معاشی پالیسیوں کی وجہ سے مہنگائی کو نہایت کنٹرول میں رکھا گیا اور روپے میں
طاقت پیدا کی گئی یہ سبھی کچھ اس وقت ہی ممکن تھا جبکہ ملک میں بھانت بھانت کی بولیاں
بولنے والے موجود نہ تھے اور صوبائی عصبیت کو اجاگر کرنے والے عناصر کو لوگوں کے
جذبات سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ سیاسی سرگرمیوں کی تو ۱۹۶۲ء میں ہی
اجازت دی جا چکی تھی اور مارشل لاء بھی ختم کر دیا گیا تھا۔ لیکن ایوب خان کی بہتر معاشی
پالیسیوں اور ترقیاتی کاموں کی وجہ سے مسلسل چار سال تک سیاسی جماعتیں کامیاب نہ
ہو سکیں۔ سیاست میں تیزی ذوالفقار علی بھٹو کے سیاست میں آنے کے بعد پیدا ہوئی۔ وہ
بھی اس لیے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد بھٹو نے معاہدہ تاشقند کے راز کو فاش کرنے کے
چکر میں اپنے آپ کو ہیرو کے طور پر پیش کیا۔ دوسرے انہوں نے ملک میں پہلی دفعہ انتہائی
خوش کن اور پُرکشش والے نعروں سے قوم کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ روٹی کپڑا اور مکان کا
نعرہ عوام کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔

۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۸ء تک کا عرصہ ملک میں سیاسی افراتفری، ہنگاموں اور "ایوب
ہٹاؤ تحریک" کا عرصہ تھا اس دوران شیخ مجیب الرحمٰن بھی سات نکات کے ساتھ کھل کر سامنے
آ چکا تھا۔ تمام پارٹیوں کے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے اور جیت کی خوش فہمی میں مبتلا ہونے
کی وجہ سے مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی اور مشرقی پاکستان میں صرف عوامی لیگ ہی
اکثریت کے ساتھ عوامی حمایت حاصل کر سکیں۔ نااہل اور عیاش فوجی قیادت جنرل یحییٰ خان
کی صورت میں برسر اقتدار تھی جس نے شراب و شباب میں ملک کا ایک حصہ ہی ڈبو کر رکھ
دیا۔ ۱۹۷۲ء میں عرصہ دراز کے بعد آنے والی عوامی حکومت نے نت نئے تجربات کر کے ملکی
معیشت کی ترقی کا پہیہ جام کر کے رکھ دیا اس دوران گو مزدوروں کو کافی مراعات دی گئیں۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

دولت کو پنجہ باتوں میں اکٹھا ہونے سے روکا گیا۔ جمہوری حکومت کے سربراہ ذوالفقار علی
بھٹو نے مختلف صوبوں میں جمہوری حکومتیں اُلٹانے کا غیر جمہوری راستہ اختیار کیا اور اپوزیشن
کے جلسوں کو بھی تشدد اور غیر جمہوری طریقوں سے روکنے کی کوشش کی گئی حتیٰ کہ ۱۹۷۷ء کے
الیکشن میں زبردست دھاندلی کروا کر خود اپنے ہی گرد اپوزیشن اور عوام کا گھیرا تنگ کروالیا۔
اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لیے جنرل ضیاء الحق اپنے جرنیلوں کی ٹیم کے ساتھ
مگرمچھ کی طرح جبڑے کھولے کھڑا تھا جس نے فوراً ہی حکومت پر جھپٹا مارا اور تمام جمہوری
قدروں کو روندتے ہوئے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

۹۰ دن میں الیکشن کرانے کے وعدے پر حکومت سنبھالنے والے جنرل ضیاء الحق
لوگوں کو قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور سچ بولنے کی تلقین کرتے خود چند ماہ بعد الیکشن
کرانے کے وعدے سے مکر جاتے اور جھوٹ پہ جھوٹ بولتے چلے جاتے۔ انہی سیاسی
پارٹیوں مسلم لیگ، جماعت اسلامی اور عوامی نیشنل پارٹی اور بھٹو کے ساتھیوں غلام مصطفیٰ
جتوئی، غلام مصطفیٰ کھر اور عبدالحفیظ پیرزادہ کی دوغلی پالیسیوں اور منافقت اپنانے کی وجہ سے
فوجی حکومت گیارہ سال تک اقتدار سے چمٹی رہی اور قوم کے قیمتی گیارہ سال ضائع کر کے
رکھ دیئے۔ فوجی حکومت کے زیر سایہ غیر جماعتی الیکشن کے ذریعے آنے والی جونیجو حکومت
کے ارکانِ اسمبلی نے بھی ملک میں لوٹ مار، کرپشن اور اقربا پروری کی مثالیں قائم کیں۔
فوجی دور کی یہ عوامی اسمبلی بھی عوام کو کچھ دینے سے قاصر رہی۔ اور خزانے لوٹنے کی وجہ سے
۱۹۸۸ء میں توڑنی پڑی۔ طویل عرصہ کے بعد نواز شریف اور بے نظیر بھٹو دو پارٹیوں مسلم
لیگ اور پیپلز پارٹی کے لیڈروں کی صورت میں میدان میں آئے اور جمہوری قدروں کو
فروغ دینے اور عوام کے لیے دودھ کی نہریں بہانے کے دعوے کرنے شروع کیے۔ یہ وہ
وقت تھا کہ بار بار کی فوجی مداخلت کے بعد اس دور کے آئے ہوئے آرمی چیفس جنرل اسلم
بیگ، جنرل عبدالوحید کاکڑ اور جنرل جہانگیر کرامت نے سیاسی امور میں کسی قسم کی مداخلت
نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مرتبہ لمبے عرصہ کے لیے جمہوری یا عوامی حکومتوں کو ہی اپنی حکومتیں

چلانے اور اپنی معاشی، اخلاقی، قانونی اور انتظامی پالیسیاں اپنانے کے لیے کھلی چھٹی دے
دی گئی تھی تاکہ فوج پر روز روز کے لگائے ہوئے الزامات سے دور رہا جا سکے اور سیاست
دانوں کو ہی اپنی من مانیاں کرنے کا پورا موقع فراہم کیا جائے۔

دس سال کی مدت کسی بھی قوم کے لیے بہت طویل عرصہ ہوتا ہے۔ اس دوران
جاپان، کوریا، چین وغیرہ ترقی کی کئی منازل طے کر گئے۔ لیکن دونوں لیڈروں نواز شریف
اور بے نظیر نے دس سال کی طویل مدت آپس کی لڑائی، نوک جھونک، ایک دوسرے کی ٹانگ
کھینچنے اور ایک دوسرے پر لوٹ مار اور کرپشن کے الزامات لگا کر خزانے خالی کرنے میں ہی
گزار دیئے۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے دو دو مرتبہ وزیراعظم بننے کے مواقع عطا کیے۔ لیکن
دونوں ہی مرتبہ نواز شریف اور بے نظیر نے لوٹ مار، کرپشن، بنکوں سے قرضے لے کر ہڑپ
کرنے اور ناجائز اثاثے بنانے میں ہی اپنا تمام وقت صرف کیا اور اپنے سیاسی حواریوں اور
صنعت کار ساتھیوں کو بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے کھلے مواقع عطا کیے۔ اس لوٹ
مار کی وجہ سے ملک کے بنک خالی ہو چکے تھے اور ہر ادارہ تباہی کے کنارے پہنچ چکا تھا۔
اسمبلیوں میں بھی اسی دوران کئی مرتبہ شدید ہنگامہ ہوا۔ ایک دوسرے کے گریبان پکڑے
گئے ایک دوسرے کو جوتے دکھانے اور غلیظ گالیاں دینے کے واقعات بھی پریس اور غیر ملکی
سفارتی نمائندوں کے سامنے دہرا کر ملک اور اپنے آپ کو بدنام کروانے میں کوئی کسر نہ
چھوڑی گئی۔ اس دوران روپے پیسے سے ممبرانِ اسمبلی خریدنے کے لیے کھلی ہارس ٹریڈنگ
کی جاتی رہی اور نواز شریف اور بے نظیر فیملی اپنی دولت اور حکومتی وسائل ان ممبران اسمبلی کی
خرید و فروخت کے لیے استعمال کرتے رہے۔ اربوں روپے کی مالیت کے پلاٹ بھی ممبران
اسمبلی کو دیئے جاتے رہے۔ جن کی سماعت کے دوران چیف جسٹس سجاد علی شاہ کو راستے سے
ہٹا دیا گیا اور نواز شریف دور میں ہی ۱۹۹۷ء میں سپریم کورٹ پر حملہ بھی کیا گیا تاکہ ججوں کو
خوفزدہ کیا جا سکے۔ اس دوران ایک بیوروکریٹ صدر غلام اسحاق نے دو مرتبہ کرپشن اور
لوٹ مار کی وجہ سے اسمبلی توڑی جن میں ۱۹۹۰ء میں بے نظیر بھٹو اسمبلی اور ۱۹۹۳ء میں نواز

Uploaded by HBC for
urdufans.com

شریف اسمبلی شامل ہیں۔ تیسری مرتبہ اس وقت کے صدر فاروق احمد لغاری کو ۱۹۹۶ء میں بے نظیر کی اسمبلی کرپشن کی وجہ سے توڑنی پڑی تینوں مرتبہ ہی ایک دوسرے کی مخالف پارٹیاں اور اپوزیشن نے ہی لانگ مارچ' مظاہرے و ہڑتالیں کر کے یہ اسمبلیاں توڑنے پر صدر کو مجبور کر دیا۔ حیرت کی بات ہے کہ دونوں پارٹیوں کے سیاسی لیڈر کرپشن اور لوٹ مار میں ملوث تھے۔ جمہوری حکومتوں کے یہ وہ کارنامے ہیں جن کی وجہ سے آمریت نے ملک پر ڈیرے ڈالے رکھے۔

نواز شریف اپنے راستے سے صدر' چیف جسٹس اور پہلے چیف آف سٹاف کو ہٹانے کے بعد چیف آف سٹاف جنرل پرویز مشرف کو جنہوں نے کارگل کا منہ کالا کرنے والا سانحہ پاکستان پر مسلط کیا تھا بھی ہٹا کر اپنا چیف آف سٹاف جنرل ضیاء الدین بٹ مقرر کرنے کی جلد بازی میں تخت یا تختہ کی گیم کھیل چکے تھے جو تختہ میں تبدیل ہوگئی اور ان کو لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ جہاز اغواء کرنے کا الزام لگا کر عمر قید ہوئی عقلمند تھے بھٹو کی طرح پھانسی چڑھنے کے بجائے چپ چاپ پاکستان سے جدہ سدھار گئے۔

حادثاتی طور پر ملک سنبھالنے والے جنرل مشرف نے شروع میں تو بہت سخت احتساب کی کوشش کی لیکن جب اپنے آپ کو مجبور پایا اور مصلحتوں کا شکار ہوئے تو لوٹ مار پر پکڑ دھکڑ کی یہ رفتار سست کرنا پڑی۔ عدالت نے جسٹس منیر کیس کی یاد تازہ کی حیرت انگیز طور پر ۳ سال کا وقت دیا۔ اپنے پیش روؤں کی طرح فوجی حکومت کی پروردہ پارٹیوں کی بیساکھیوں کے ساتھ ہی انہوں نے اتنا طویل عرصہ گزارنے کا فیصلہ کیا۔ اس دوران ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے بعد امریکہ سے مکمل طور پر تعاون کرنا ہی ان کے اقتدار کی مدت کو طوالت بخشتا رہا۔ سیاسی پارٹیاں ہی فوجی وردی میں ان کی حکومت کو آٹھ سال سے برداشت کیے جا رہی تھیں جن میں قائداعظم مسلم لیگ' فنکشنل لیگ' ایم کیو ایم اور متحدہ مجلس عمل شامل تھیں۔ گو کہ مجلس عمل بعد میں الگ ہوگئی اور اُس نے حسب روایت اپنی صفائی میں عجیب و غریب دلیلیں بھی دیں جنہیں حرف ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کہا جائے گا۔

دہشت گردوں کی آڑ میں مشرف حکومت نے لال مسجد کے واقعہ کو اپنے ضدی پن کی وجہ سے نمٹانے کی کوشش کی اور معصوم بچیوں کی اس واقعہ میں اموات کے ردعمل کے طور پر دہشت گردی کے واقعات پورے ملک میں پھیل گئے جس کا نشانہ عسکری قوتوں کو بھی بننا پڑا۔ مشرف اپنے دور میں اپنے تینوں ٹارگٹ معاشی ترقی' دہشت گردوں کی سرکوبی اور لٹیروں کو سزا دینے میں بری طرح ناکام ہوئے۔ سیاست دانوں کے فوجی حکومت کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ہی پرویز مشرف ۸ سال کی طویل مدت تک حکومت کرنے میں کامیاب رہے۔ اب بھی سیاست دانوں کو عقل نہ آئی تو سال ڈیڑھ سال بعد کوئی نیا مشرف آجائے گا۔

جنرل مشرف کی آمد بڑی ہنگامہ خیز تھی۔ موصوف نے اپنے پیش روؤں کی طرح بڑے بڑے انقلابی دعوے کیے اور ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ پرویز مشرف دور میں وزیر اعلیٰ' وزراء' ایم این اے' سیکریٹری' کمشنر' کلکٹر کسٹم کی سطح کے افراد کا احتساب بھی کیا گیا جو آج تک کوئی بھی حکومت نہ کر سکی تھی۔ لیکن بعد میں سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے یہ کام سست ہوگیا اور حکومتی پارٹی سے مل جانے والے اور فوجی حکومت کے سامنے زبان نہ کھولنے والوں کو کرپشن سے پاک صاف ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا جاتا رہا۔ ہر فوجی حکومت کی طرح اس حکومت نے بھی حکومتی پروردہ لوگوں کی پارٹی قائداعظم مسلم لیگ قائم کروادی جس میں تھوک کے حساب سے ملک کے سیاست دان اور جمہوریت کے چمپئن ہونے کے دعویدار شامل ہوتے چلے گئے۔ اس دوران بے نظیر بھٹو ملک سے باہر اور ان کے شوہر کرپشن کی وجہ سے جیل کے اندر تھے۔ نواز شریف بھی سعودی عرب میں جلاوطنی کاٹ رہے تھے۔

اب فوجی حکومت کے بڑے مخالفین میں دو جرأت مند شخصیتیں میدان میں رہ گئی تھیں جن میں نوابزادہ نصر اللہ خان اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قد آور شخصیتیں شامل تھیں۔ اسی دوران امریکی ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملہ کا واقعہ رونما ہو چکا تھا اور بش ایک باؤلے شخص کی طرح مسلم دنیا پر حملہ آور ہونے کے لیے تیار کھڑا تھا۔ اس نے کمزور حکومتوں عراق اور افغانستان کو تو اپنے زور بازو سے زیر کر لیا تھا لیکن پاکستان جیسی ایٹمی طاقت کو اس موقع پر

Uploaded by HBC for urdufans.com

اپنا ساتھ نہ دینے پر شدید نتائج کی دھمکیاں دے کر اپنے ساتھ ملایا۔ جنرل پرویز مشرف نے وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے امریکہ کی جھولی میں مکمل طور پر بیٹھنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اس دوران جنرل مشرف کی راہ کی دو بڑی رکاوٹوں مولانا شاہ احمد نورانی اور نوابزادہ نصر اللہ خان کو تو قدرت نے خود ہی اُن کے راستے سے ہٹا دیا تھا۔ علمائے کرام کی بڑی تعداد کو ہونے کی دعوے دار جمعیت علمائے اسلام کے مولانا فضل الرحمٰن نے روایتی مخالفت سیاست شروع کر دی۔

جنرل مشرف نے اس دوران الیکشن کروا کے چاروں صوبوں میں تین مختلف عناصر کو حکومتیں تھما کر اپنے آپ کو پانچ سال کے لیے محفوظ کر لیا تھا۔ پنجاب میں تو جنرل کو پتہ تھا کہ کبھی کوئی آواز نہیں اٹھ سکتی تھی۔ کیونکہ یہ صوبہ ان کے تازہ دم جانثار مسلم لیگ ق نے سنبھال لیا تھا۔ سندھ میں بھی مسلم لیگ ق اور ایم کیو ایم کو مسلط کر دیا تھا۔ بلوچستان میں بھی چند سرداروں کو ملا کر اسی قسم کی حکومت بنائی گئی۔ کراچی ایم کیو ایم کے سپرد کیا گیا اور صوبہ سرحد مجلس عمل (جماعت اسلامی اور جمعیت العلمائے اسلام) کے حوالے کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ضلعی نظامِ حکومت کی صورت میں ناظمین اور کونسلروں کی ایک لمبی تنخواہ دار کھیپ بھی عوام کی توجہ بانٹنے کے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ اب پورے ملک میں کسی طرف سے بھی آواز اُٹھنے کے امکانات نہیں رہے تھے۔ بے نظیر پیپلز پارٹی کی طرف سے دروازہ کھلا رکھنے کی کوشش میں پہلے تین چار سال تو فوجی حکومت کے خلاف سخت بیانوں سے گریز کرتی رہیں۔ اس دوران کیونکہ ان کے شوہر آصف علی زرداری بھی جیل کی سلاخوں کے پیچھے تھے ان کو رہا کروانا بھی بے نظیر کی اس پالیسی کا حصہ تھا۔ جو بخیر و خوبی طے کر لیا گیا۔ اس کے بعد بے نظیر دبئی یا لندن میں نواز شریف سے ملاقات کر کے ایک آدھ بیان بھی سیاسی ساکھ برقرار رکھنے کے لیے داغتی رہیں۔ نواز شریف سے تو جنرل پرویز نے حکومت چھینی تھی ان کے بیانات فوجی حکومت کی مخالفت میں ہی آتے رہے لیکن پیپلز پارٹی فوجی حکومت سے "مفاہمت" کی اُمید پر پھونک پھونک کر قدم رکھتی رہی۔ مسلسل آٹھ سال تک یہ پارٹیاں

لوگوں کو سڑکوں پر لانے میں ناکام رہیں۔ دونوں بڑی پارٹیوں کے لیڈر تو ملک سے باہر تھے۔ متحدہ مجلسِ عمل صوبہ سرحد حکومت، بلوچستان اور قومی اسمبلی میں ممبران کی کافی تعداد ہونے کے باوجود کبھی مشرف حکومت کے خلاف بیانات تو دے دیتی لیکن اسمبلی کی رکنیت سے مستعفی نہ ہوتی تھی اور نہ ہی صوبہ سرحد حکومت کو چھوڑنا چاہتی تھی۔ اس کی اس دوغلی اور منافقانہ پالیسی کی وجہ سے عوام ان پارٹیوں کی کسی بھی آواز پر لبیک نہ کہہ سکے۔ اس "نورا کشتی" کا ہی بالآخر صدر جنرل مشرف نے بھی کریا کرم کر دیا۔

۱۹۹۹ء سے لے کر ۲۰۰۵ء تک کے عرصہ میں کوئی بھی سیاست دان یا مذہبی پارٹی عوام کو سڑکوں پر لانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ یہ وہ دور تھا جب کہ ملک میں لوٹ مار، کرپشن، رشوت، اقربا پروری کے علاوہ بم دھماکے، دہشت گردی، اخلاقی جرائم اور چوری ڈاکے کی شدت سے جاری تھے۔ مشرف حکومت اور تمام صوبوں کی حکومتوں کا یہ مطمعِ نظر بن چکا تھا کہ مجھے نہ چھیڑو جو مرضی کرتے جاؤ۔ اس لیے اس موقع پر ہر شخص، ہر ادارہ شتر بے مہار ہو چکا تھا۔ مہنگائی نے عوام کی زندگی اجیرن کر دی تھی۔ یہودی بنکر مافیا کے ایجنٹ شوکت عزیز ایک طرف تو ملکی معیشت کی نہایت خوش کن تصویر دکھا کر فرضی دعوے کرتے رہے کہ ملک میں بڑی خوشحالی آ رہی ہے۔ دوسری طرف آئے دن پٹرول، گیس، بجلی اور اشیائے خورد و نوش کے نرخ بڑھا کر عوام کی کمر توڑنے کا سامان کر رہے تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ملکی اثاثے جو انتہائی قیمتی تھے ان کو اونے پونے فروخت کر کے ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ ۲۰۰ ارب روپے سے زائد کے حبیب بنک لمیٹڈ کو صرف ۲۲ ارب روپے میں فروخت کر دیا گیا۔ جب سٹیل ملز جیسے ادارے پر بھی اس قسم کا ہاتھ مارنے کی کوشش کی گئی تو چیف جسٹس نے اس کا بروقت نوٹس لے کر یہ مذموم کوشش ناکام بنا دی۔ ۱۴۰۰ ارب روپے کی سٹیل ملز کو صرف ۲۲/۲۳ ارب روپے میں ٹھکانے لگانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ چیف جسٹس افتخار چوہدری کے اس جرأت مندانہ فیصلے نے ہی شوکت عزیز کو ان کا دشمن بنایا جس نے بالآخر صدر مشرف کو استعمال کر کے ان کو گھر میں نظر بند کروا دیا۔

Uploaded by HBC for urdufans.com

امریکہ کے ہاتھوں ڈالروں کے عوض فروخت ہونے والے پاکستانیوں کے کرتوت، وکلاء پر تشدد، پولیس افسروں کی جبر و تشدد کی کارروائیاں، لاہور کے ڈاکٹروں کے غریب لوگوں کے گردے نکال کر غیر ملکی شہریوں اور امیر لوگوں کو منہ مانگے داموں فروخت کرنے کے واقعات معاشرے کے وہ ناسور تھے جو معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہے تھے۔ جسٹس افتخار محمد چوہدری اور ان کے حساس ساتھیوں نے از خود ان واقعات کا نوٹس لینا شروع کیا تا کہ اگر کوئی بھی ادارہ یا شخصیت ان قباحتوں کو ختم کرنے کی جرأت نہیں کرتا تو وہ ایک پاکستانی اور انسان کی حیثیت سے ہی اپنا فرض ادا کریں۔ اسی بنا پر ان کا جنرل مشرف سے ٹکراؤ شروع ہو گیا۔ اور جنرل مشرف نے اس ملک کے بکاؤ سیاسی لیڈروں کی طرح ان کو بھی آرمی ہاؤس بلا کر استعفیٰ دینے کے لیے کہا لیکن آفرین ہے کہ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے وردی میں ملبوس صدر کے سامنے اپنا عہدہ چھوڑنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ آئینی اور قانونی چیف جسٹس ہیں۔ اس کے فوری بعد پرویز مشرف نے ان کو معطل کر کے قیدیوں کی طرح گھر میں نظر بند کر دیا۔

انصاف کی تلاش کے لیے ملک کے چیف جسٹس کو ہی عوام الناس اور اپنے وکلاء اور جج ساتھیوں کے درمیان آنا پڑا۔ جونہی وہ پبلک کے درمیان آئے لوگوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا اور ان کا راولپنڈی سے لاہور جلوس بیس گھنٹوں میں پہنچا۔ وکلاء نے اس موقع پر دنیا کی سب سے بڑی تحریک شروع کر دی تھی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ان کے استقبال کے لیے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹوں کے حاضر سروس جج صاحب بھی دیدہ و دل فرش راہ کیے ہوئے تھے۔ چیف جسٹس کی اس پذیرائی نے نہ صرف حکومت وقت کو بوکھلا کر رکھ دیا بلکہ ان کی حلیف جماعتوں کے طوطے بھی اُڑ گئے تھے۔ ۱۲ مئی ۲۰۰۷ء کو کراچی میں چیف جسٹس کو عدالت میں جانے سے روکنے اور عوام کو تشدد کے ذریعے ان کے استقبال کے لیے جانے سے روکنے کی حکومت کی شرمناک حرکت نے خود ہی اپنے آپ کو پورے ملک میں بدنام اور ننگِ ملت ثابت کروایا اور ساری دنیا کو علم ہو گیا کہ پاکستان پر

حکومت نہیں "مافیا" راج کرتا ہے۔

یہ ایک سچے انسان کی جرأت کا مظاہرہ تھا جو وہ قانون کی سربلندی اور عوام کو انصاف کی فراہمی مہیا کرنے کے لیے کر رہا تھا۔ تبھی عوام پارٹی سیاست سے بالاتر ہو کر اس شخصیت کی طرف کھنچے چلے گئے۔ جسٹس افتخار اور دیگر ججوں کی اس جرأت نے عوام میں شعور اور بیداری پیدا کر دی تھی۔ مشرف دور میں سیاسی پارٹیوں کے مسلسل منافقانہ رویہ اپنانے اور سیاست دانوں کی اکثریت کے کرپشن میں ملوث ہونے کی وجہ سے زبان نہ کھولنے کی وجہ سے کوئی بھی تحریک کامیاب نہ ہو سکی تھی۔ ایک شخص جس کا تعلق جیوڈیشری سے تھا۔ وہ کبھی "سکرین" پر بھی نہیں آیا تھا اس نے جرأت اور استقامت کا مظاہرہ کیا تو لوگ اس کا ساتھ دینے پر مجبور ہو چکے تھے۔ اس بیداری اور شعور نے سیاست میں زبردست ہلچل پیدا کر دی تھی اور بیرونِ ملک بیٹھے لیڈروں نے بھی ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک میں آنے کا سوچا۔ ان تمام حالات میں میڈیا اور غیر ملکی دباؤ بھی انتہائی اثر انداز ہوا اس کا تمام تر کریڈٹ چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو دیا جائے گا۔

ججوں کی اکثریت نے جولائی ۲۰۰۷ء میں ایک تاریخی فیصلہ میں جس کے حق میں اعلیٰ عدالت کے ۱۳ میں سے ۱۰ نے متفقہ رائے دی تھی جنرل پرویز مشرف کے چیف جسٹس کو معزول کرنے کے اقدامات کو غیر آئینی اور غیر قانونی قرار دیا۔ عدالت کے ججوں نے نہ صرف صدر کی اس فیصلے سے کمر توڑ کے رکھ دی تھی بلکہ حکومت کی حلیف جماعتوں، سول بیوروکریسی، مختلف ایجنسیوں اور خود کرپٹ سیاست دانوں کے لیے اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کی اکثریت کا اس طرح ڈٹ جانے سے یہ تمام مافیا خوف میں مبتلا ہو کر رہ گیا تھا۔ قانون کی حکمرانی قائم رکھنے اور عوام کو حقیقی انصاف کی فراہمی بہم پہنچانے کے لیے ان ججوں کا "گٹھ جوڑ" حالات کی چکی میں پسے ہوئے معاشرے کے لیے عمل آکسیجن دینے کا عمل تھا۔ اس دوران عدالت میں نہایت اہم ترین کیس صدر پرویز مشرف کے جانے والی یا اپنی معیاد پوری کرنے والی اسمبلی کے ذریعے دوسری مرتبہ صدر منتخب ہونے کا کیس، اسلام آباد میں

Uploaded by HBC for
urdufans.com

اربوں روپے کے زری فارموں کی اونے پونے قیمتوں پر الاٹ منٹ' ۱۲ مئی ۲۰۰۷ کو کراچی کی ضلعی حکومت اور ایم کیو ایم کا چیف جسٹس کو ہائی کورٹ سے خطاب کرنے سے زبردستی روکنے کا کیس زیر سماعت تھے کہ ۳ نومبر کو صدر جنرل پرویز مشرف نے ایمرجنسی لگا کر ان ججوں کو نئے پی سی او کے نفاذ کے ساتھ ہی راستے سے غیر آئینی طور پر ہٹا دیا اور عدلیہ کے معزز ججوں کو گھروں میں قید کر کے لاپتہ پاکستانیوں کو جو پہلے ہی زندہ درگور تھے مزید اذیت ناک صورت حال سے دوچار کر دیا۔

دُنیا کے ہر آمر کی طرح خصوصاً پاکستانی آمریت کی تاریخ دھراتے ہوئے جنرل مشرف نے بھی عدلیہ کو گھر کی لونڈی بنانا چاہا۔ ۲۸ ستمبر کا دن وردی میں ملبوس پرویز مشرف کے لیے نہایت سکون و اطمینان کا دن ثابت ہوا۔ اس دن سپریم کورٹ نے دو عہدے رکھنے سے متعلق آئینی درخواستوں پر ان کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا حالانکہ اس عدلیہ کو ہی جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنے کی انہوں نے کوشش کی تھی جس پر بعد میں مکمل طور پر عمل کیا گیا۔ عدلیہ نے یہ فیصلہ آئین میں دی گئی اس ترمیم کے مطابق دیا جس کی خود سیاست دانوں نے ہی خصوصاً مجلس عمل والوں نے ان کو اجازت دی تھی۔ اس کے بعد عدالت میں ایک اور آئینی درخواست دائر کی گئی کہ آیا اپنی معیاد ختم ہونے والی اسمبلی کیا صدر کو دوبارہ منتخب کر سکتی ہے؟ اس رٹ کی سماعت کی نوبت بھی آئی جب مشرف نے ۳ نومبر کا سیمی مارشل لاء نافذ کر دیا اور ایمرجنسی اور پی سی او لگا کر عدلیہ کے ۶۰ ججوں کو خوف کے مارے عدالتوں سے اُٹھا کر گھروں پر نظر بند کر دیا۔

یہ وہ وقت تھا جب بے نظیر بھٹو ملک میں آ چکی تھیں ان کو ملک میں آنے کی اتنی جلدی تھی کہ اس کے لیے انہوں نے وردی میں ملبوس چیف آف سٹاف کو دوبارہ صدر بنانے کے راستے میں رکاوٹ کھڑی نہ کی اور پیپلز پارٹی کے اراکین نے اسمبلیوں سے استعفیٰ نہ دے کر الیکٹرول کالج برقرار رکھا جس سے جنرل پرویز مشرف کے صدر بننے کا راستہ ہموار ہوا اس کے بدلے میں بے نظیر نے اپنے اور اپنے شوہر آصف علی زرداری کے اوپر تلوار کی

طرح لٹکتے ہوئے کرپشن اور ناجائز اثاثے بنانے کے کیس ختم کرانے کے لیے "این آر او" جاری کروایا۔ دوسری طرف مولانا فضل الرحمٰن بھی وزیر اعظم بننے کا خواب دیکھتے ہوئے انتہائی منافقت کی چال چل گئے۔ انہوں نے سیاسی اتحاد اے پی ڈی ایم اور مجلس عمل کے فیصلے کے مطابق اپنے اراکین اسمبلی کو قومی اسمبلی اور تینوں صوبوں سے تو استعفیٰ دینے کا حکم دے دیا لیکن صوبہ سرحد اسمبلی میں جہاں ان کی اکثریت تھی اراکین اسمبلی کو استعفیٰ دینے سے منع کر دیا اور اس طرح سے الیکٹرول کالج برقرار رکھ کے صدر کے وردی میں منتخب ہونے کا راستہ ہموار کر کے اپنا روایتی منافقانہ کردار ادا کر دیا۔

ججوں کی بحالی کا فیصلہ جولائی ۲۰۰۷ء میں ہو چکا تھا یہ وہ وقت تھا جب جنرل پرویز مشرف وردی میں ہی ملبوس تھے اور وردی میں ملبوس ہوتے ہوئے ان کے حکومتی سطح پر کیے جانے والے اقدامات بشمول وردی میں ہی ان کا صدر منتخب ہونا' اپنی میعاد پوری کرنے والی پارلیمنٹ کے ذریعے دوبارہ صدر منتخب ہونا' مفاہمتی آرڈیننس جاری کرنے کا اقدام یہ سبھی اقدامات ایسے تھے جن پر حتمی رائے عدالتوں کو ہی دینی تھی اور کسی بھی ایسے مسئلے پر عدالت کا حکومت کے خلاف فیصلہ صدر کو بری طرح شکنجے میں جکڑ لیتا۔ اس کے علاوہ وہ ساری وجوہات یعنی لوٹ مار' کرپشن' وکلاء پر تشدد' رشوت' تاجروں کی منافع خوری اور حکومت جج محاذ آرائی شروع ہو گئی۔ حکومتی سطح پر زبانی کلامی تو فیصلہ تسلیم کر لیا گیا تھا لیکن اندر ہی اندر حکومت کی مسند پر بیٹھی شخصیات پیچ و خم کھا رہی تھیں ڈاکٹر شیر افگن اور ملک قیوم اور شریف الدین جیسے ماہرین کی خدمات انہیں حاصل تھیں۔ حالات ہی ظاہر کر رہے تھے کہ یا وہ نہیں یا ہم نہیں۔ جج حضرات نے بحال ہونے کے بعد جیوڈیشل ایکٹوازم اُسی طرح سے جاری رکھا کیونکہ اس وقت ملکی حالات میں بھی تیزی سے سیاسی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔

۱۰ ستمبر کو چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے عدالتی سال کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عدلیہ کو انصاف کرنا ہوگا چاہے بڑے بڑے بُرج گر جائیں۔ آئین ہر شخص کو نقل و حرکت کی ضمانت دیتا ہے۔ تمام سرکاری ادارے عوام کو ریلیف دیں

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ورنہ عدالتیں خاموش نہیں رہیں گی۔ اسی روز ہی نواز شریف ملک آ کر دوبارہ جلاوطن کر دیے گئے۔ ۱۴ ستمبر کو صدارتی الیکشن شیڈول کا اعلان کر دیا گیا۔ وفاقی وزیر قانون شیر افگن نے اپنے بیان میں کہا کہ عدلیہ رکاوٹ بنی تو حکومت اپنے آپشنز استعمال کرے گی۔ آرڈیننس کے تحت صدر کو ججوں سے نئے حلف کا اختیار ہے۔ دونوں شخصیتوں کے یہ بیانات ایک دوسرے کو صاف اور واضح دھمکی تھی کہ اگر کسی نے بھی رکاوٹ بننے کی کوشش کی تو اسے برداشت نہیں کیا جائے گا۔ ۱۵ ستمبر کو عدالت جنرل پرویز مشرف کو وردی میں الیکشن لڑنے کی اجازت دے چکی تھی۔ ۱۹ ستمبر کو ایک رٹ کے دوران جسٹس فلک شیر نے کہا کہ وہ عبوری آئینی ایکٹ غیر آئینی ہے۔ اس موقع پر جسٹس جاوید اقبال نے کہا کہ صدر مشرف سے معاہدہ کر کے سیاسی جماعتوں نے خود ماورائے آئین اقدام کیا۔ ۲۱ ستمبر کو جسٹس نواز عباسی کے ریمارکس منظر عام پر آئے کہ ۱۷ ویں ترمیم پارلیمنٹ نے منظور کی اس کا کیسے جائزہ لے سکتے ہیں؟ ۲۴ ستمبر کو جسٹس جاوید اقبال کا یہ بیان کہ صدر مشرف کو پارلیمنٹ نے بیساکھیاں دیں۔ اخبارات کی زینت بنا۔ ۲۷ ستمبر کو چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کا بیان کہ ۱۰ ستمبر کو نواز شریف آ جاتے تو کیا ہو جاتا یہ ریمارکس اُنہوں نے راولپنڈی اسلام آباد کی انتظامیہ کو سرزنش کرتے ہوئے ادا کیے۔

۱۸ ستمبر کو جنرل پرویز مشرف حکومت کو سپریم کورٹ میں تحریری بیان داخل کرانا پڑا کہ وہ صدر منتخب ہوئے تو حلف سے پہلے وردی اُتار دیں گے۔ عدلیہ حکومت نوک جھونک، محاذ آرائی یا اہم مسائل پر ریمارکس جاری رہے۔ بلکہ شدید تر ہو گئے۔ ۱۱ ستمبر کو چیف جسٹس نے بااثر افراد کو الاٹ کیے گئے فارم ہاؤسز کی رپورٹ طلب کر لی۔ اور اپنے ریمارکس میں کہا کہ فارم ہاؤسز میں ایسے پروگرام ہوتے ہیں جن کا ذکر نہیں کرنا چاہتا۔ اسی روز ہی انہوں نے آٹے کی قیمت ۲۵ فی صد کم کر کے تمام گودام کھولنے کی ہدایت کی۔ ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کریک ڈاؤن کرنے کا حکم دیا۔ پرویز حکومت نے عدلیہ کو ہر معاملے میں ٹانگ اڑانے کا طعنہ دیا تھا اور بعد میں آنے والی عدلیہ نے یہی کہا کہ یہ کام اُس کے کرنے کے

نہیں ہیں لیکن مشرف حکومت میں چینی، آٹا، گھی اور دوسری اشیاء کی انتہائی کم یابی کا نوٹس کوئی حکومت بھی نہیں لے رہی تھی یہ سب کچھ کرپٹ تاجر، صنعت کار مافیا کا کیا دھرا تھا اس میں سیاست دان خود بھی ملوث تھے اور صوبائی مرکزی یا ضلعی حکومتیں اگر اس کا نوٹس نہیں لے رہی تھیں تو آخری حربہ جج صاحبان کو ہی استعمال کرنا تھا۔ اس بے حسی کے دور میں جب عوام آٹا آٹا پکار رہے تھے جو ایک بڑے زرعی ملک میں جنس نایاب بن کر رہ گیا تھا عدلیہ کا نوٹس لینا بھی غالباً "نظریہ ضرورت" کے تحت سو فیصد درست تھا۔

یکم اکتوبر کو صحافیوں اور وکلاء پر تشدد کرنے پر آئی جی، ایس ایس پی، ڈی سی اسلام آباد معطل، توہین عدالت کے نوٹس جاری کر دیے گئے۔ یہ فیصلہ چیف جسٹس کی سربراہی میں تین رکنی بنچ نے کیا۔ ۱۲ اکتوبر کو مفاہمتی آرڈی ننس کے خلاف حکم امتناعی جاری کرنے کی درخواست مسترد کر دی گئی۔ عدالت نے اس موقع پر کہا کہ عدالت نے آرڈی ننس کو غیر آئینی قرار دے دیا تو کوئی بھی اس سے مستفید نہیں ہو سکے گا۔ کسی قانون پر عمل درآمد نہیں روکا جا سکتا۔ جھوٹے مقدمات کا تعین کرنا عدالت کا کام ہے۔ ریویو بورڈ کا نہیں یہ سب تماشہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جسٹس افتخار نے ریمارکس دیتے ہوئے کہا ۱۲ اکتوبر کو "سانحہ کارساز" کے سلسلہ میں حکومت کی پیش رفت سامنے نہ آنے پر از خود نوٹس لینے کا اعلان کیا۔ ۲۶ اکتوبر کو وردی کے مسئلے پر درخواست کی سماعت بارے عدالت کے ریمارکس اس طرح سے سامنے آئے:

عدالت اور سیاست یکجا کرنے سے خرابی ہوتی ہے۔ جسٹس جاوید اقبال۔

عدالتیں انقلاب نہیں لاتیں، آئینی کام کرتی ہیں۔ ہر چیز عوام پر نہیں چھوڑ سکتے فیصلے کا حق لوگوں کے ہاتھ میں آ گیا تو پھر وہی ہو گا جو ایران، روس اور فرانس میں ہوا۔ وردی پر وعدہ ایسا ہے جیسے غیر مسلم کہے صدر بن کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ جسٹس رمدے۔

یہ تھے وہ حالات جو پرویز مشرف نے پیدا کر کے اپنی طرف آنے والے تمام دروازے بند کر دیے اور بالآخر تنہا ہو کر رہ گئے۔ 17 اگست کو بالآخر انہیں مستعفی ہونا پڑا۔

(روزنامہ نوائے وقت ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۷ء)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

دوست نما دشمن

پاکستانی سیاست میں زیادہ تعداد اُن سیاست دانوں کی ہے جو آرمی کی نرسریوں میں موجود گملوں سے پیدا ہوئے۔ شیخ رشید یہ بات عام طور پر کہا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے سیاسی موج میلے کے لئے آمروں کے ہر گھٹیا کام کو عظیم کارنامہ بنا کر پیش کرتے اور اپنی نوکری پکی کرتے ہیں۔ ۳ نومبر کے صدر مشرف کے اقدام پر ۵ نومبر کو پنجاب کے وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی نے بیان دیا کہ ایمرجنسی عوامی مفاد اور جمہوریت کے لیے لگائی گئی۔ اسی طرح کے بیانات دیگر حواریوں نے دے کر حق نمک اَدا کیا۔

۶ نومبر کو سپریم کورٹ کے ۸ رکنی فل کورٹ بنچ نے چیف جسٹس عبدالحمید ڈوگر کی سربراہی میں ایمرجنسی کے خلاف سات معزول ججوں کا فیصلہ کالعدم قرار دے دیا۔

۷ نومبر کو قومی اسمبلی نے ایمرجنسی اور پی سی او کی توثیق کر دی۔ پیپلز پارٹی کے اراکین نے اس موقع پر بائیکاٹ کیا۔

۸ نومبر کو ڈپٹی اٹارنی جنرل پنجاب اسد منیر ایمرجنسی کے خلاف مستعفی وکلاء طلبہ سیاسی جماعتوں کے ملک بھر میں مظاہرے۔ سینکڑوں افراد گرفتار ہوئے۔

۱۰ نومبر کو بے نظیر بھٹو کی افتخار محمد معزول چیف جسٹس سے ملنے کی کوشش ناکام بنا دی گئی۔ انہوں نے اس موقع پر کہا کہ جسٹس افتخار اب بھی چیف جسٹس ہیں اور ہم انہیں بحال کریں گے اس روز ہی آرڈی ننس جاری کیا گیا کہ فوج کے خلاف دہشت گردی کرنے والے شہریوں کا کورٹ مارشل ہوگا۔

۱۱ نومبر کو نواز شریف، عمران خان اور قاضی حسین احمد نے پی سی او کے خاتمے اور عدلیہ کے بحال ہونے تک الیکشن نہ لڑنے پر اتفاق رائے کیا انہوں نے کہا کہ نہ الیکشن لڑیں گے نہ ہونے دیں گے۔

۱۵ نومبر کو قومی اسمبلی تحلیل کر کے نگران حکومت قائم کر دی گئی میاں محمد سومرو نگران وزیر اعظم نامزد ہو گئے۔

۱۶ نومبر ایمرجنسی کا نفاذ رٹ کی سماعت کے دوران جسٹس فقیر محمد کھوکھر، جسٹس نواز عباسی نے فل بنچ میں بیٹھنے سے معذوری ظاہر کر دی۔

۱۷ نومبر کو امریکی نائب وزیر خارجہ بینگرو پونٹے نے پرویز مشرف کو امریکی صدر بش کا خط پہنچایا جس میں ہنگامی حالت ختم کرنے، وردی اتارنے اور شفاف الیکشن کرانے کا عندیہ دہرایا گیا۔ جس پر پرویز مشرف نے کہا کہ ایمرجنسی اٹھانے کا ٹائم فریم ورک نہیں دے سکتے۔ اُن دنوں صدر صاحب اونچی ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

۱۸ نومبر کو امریکی نائب وزیر خارجہ نے اسلام آباد میں ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ پرویز مشرف اور بے نظیر شرکتِ اقتدار کے لیے مذاکرات کریں۔

اس سے پہلے بے نظیر ۷ نومبر کو یہ بیان دے چکی تھیں کہ جلد لانگ مارچ کی ایک اور کال دیں گے۔

۱۹ نومبر کو صدر پرویز مشرف کی اہلیت کے خلاف تمام درخواستیں خارج کر دی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

گئیں۔

۲۱ نومبر کو ایک نیا آرڈی ننس جاری کیا گیا جس کے تحت ایمرجنسی، نئے ججوں کا حلف چیلنج نہیں ہو سکتا۔ صدر نے پی سی او کے تحت حاصل اختیار کے ذریعے آئین میں ترمیم کر دی۔ آرڈی ننس ۳ نومبر سے نافذ اور ہنگامی حالت کے خاتمہ تک جاری رہے گا۔ آئین کے آرٹیکلز ۱۲۷۰ اے اے میں ۱۲۷۰ اے اے اے کا اضافہ ہوا تمام صدارتی احکامات، آرڈی ننسوں اور آرمی چیف کے اقدامات کی توثیق آرٹیکل ۲۱۸ میں ترامیم کے تحت سپریم کورٹ کسی بھی ہائی کورٹ میں زیر التوا مقدمات اپنے پاس منتقل کر سکتی ہے۔ تمام تعیناتیوں کو بھی جائز قرار دے دیا گیا۔ اللہ اللہ خیر صلا

خدا جانے صدر مشرف کو اپنے متعلق اتنی غلط فہمی کیسے پیدا ہو گئی کہ وہ خود کو پاکستان کے لئے ناگزیر سمجھنے لگے جانے کس احمق نے انہیں وردی اُتارنے کا مشورہ دے دیا جس پر متکبر جرنیل نے وردی بھی اتار دی اور الیکشن کروانے کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ اس مرحلے پر بری طرح پھنس چکے تھے اور نہ صرف سیاسی بلکہ بیرونی دنیا کے دباؤ کی وجہ سے بھی ان کو دونوں ہی کام وردی اُتارنے اور الیکشن کرانے کا اعلان کرنا پڑا۔ پیپلز پارٹی نے الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا تھا لیکن نواز شریف نے جو اے پی ڈی ایم نامی اتحاد میں شامل تھے۔ فوجی حکومت کے تحت الیکشن لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ فیصلہ اے پی ڈی ایم کا مشترکہ فیصلہ تھا۔ لیکن اس میں شامل مولانا فضل الرحمٰن نے الیکشن لڑنے کا اعلان کر دیا تھا۔ بے نظیر نے اس موقع پر نہایت فہم و فراست کا ثبوت دیتے ہوئے نواز شریف کو سمجھایا کہ ایک ڈکٹیٹر یا صدر کو ہم صرف عوامی مینڈیٹ اور اسمبلی کے ارکان کی طاقت کے ذریعے ہی اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہیں کیونکہ ڈکٹیٹر کے خلاف کیے گئے اقدامات کے پیچھے عوامی نمائندگان کی اکثریت ہو گی جو عوام کے منتخب کردہ ہی نمائندے ہوں گے تب کہیں جا کر نواز شریف کے ذہن میں یہ بات بیٹھی کہ محترمہ صحیح کہہ رہی ہیں۔ اُنہوں نے بھی الیکشن لڑنے اور اے پی ڈی ایم چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔ اب اے پی ڈی ایم میں جماعت اسلامی اور تحریک

انصاف دو بڑی پارٹیاں رہ گئی تھیں۔ تیسری پارٹی پختونخواہ ملی پارٹی صوبہ بلوچستان کی حد تک بڑی پارٹی تھی۔ جماعت اسلامی کے ووٹ تو کافی تھے لیکن اکیلے وہ سیٹیں جیتنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ اسی طرح سے تحریک انصاف بھی ابھی سیاسی سفر کے مراحل طے کر رہی تھی اور اکیلے وہ بھی زیادہ سیٹیں نہیں جیت سکتی تھی۔ مختلف ملاقاتوں کے بعد دونوں لیڈروں نے اس موقع پر ایک اہم سیاسی چل چلی اور آپس میں ایک متفقہ چارٹر آف ڈیمانڈ پر متفق ہو گئے۔ ان دونوں پارٹیوں کے مشترکہ مطالبات کے نکات پر متفق ہونے سے صدر پرویز مشرف اور ان کی اتحادی جماعتوں قائداعظم مسلم لیگ اور ایم کیو ایم کے لیڈروں کی نیندیں اُڑ گئیں کیونکہ دونوں لیڈر ہی مظلوم ہونے کے سبب لوگوں میں کافی ووٹ لینے کی پوزیشن میں تھے اور ان دونوں کا آپس میں ملنا مشرف اور حلیف جماعتوں کے غبارے سے ہوا نکال سکتا تھا اور ہوا بھی ایسے ہی جو الیکشن ۲۰۰۸ء کے نتائج میں سامنے بھی آیا ہے۔ دونوں لیڈروں کے آپس میں ملنے کے بعد ہی بے نظیر بھٹو کی غیر قدرتی موت کا المناک واقعہ رونما ہوا۔ کیونکہ بے نظیر اور نواز شریف دونوں کے میدان میں ہونے کی وجہ سے مشرف اور حلیف جماعتوں کے لیے ان کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ بے نظیر کی شہادت کے بعد اُن کے شوہر آصف زرداری مسلم لیگ کے ساتھ اُس مفاہمت کی پالیسی کی طرف ہی گامزن رہے بلکہ اس سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے۔ مرکز اور صوبوں میں مشترکہ وزارتوں کے قیام پر رضامند ہو گئے لیکن اس دوران بے نظیر بھٹو جیسی سیاسی شعور رکھنے والی اور معاملہ فہم شخصیت کی کمی پوری نہیں ہو سکتی تھی جو مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے لیڈروں میں سب سے نمایاں مقام کی حامل تھیں۔ بہر حال وقت نے ثابت کیا کہ آصف زرداری نے بھی اپنے پتے بڑی ہوشیاری سے کھیل کر مشرف کو بالآخر چاروں شانے چت کر دیا۔

فروری ۲۰۰۸ء کے انتخابات سے قبل جنرل مشرف اور اُن کے سپریم کمانڈرز چوہدری صاحبان نے اس اُمید پر بڑھکیں ماڑیں کہ شاید گذشتہ الیکشن کی تاریخ دھرائی جائے۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

Uploaded by HBC for
urdufans.com

میں اربوں روپے کے گھپلوں میں حکومتی اور سیاسی شخصیتوں خصوصاً سابق وزیراعظم شوکت عزیز کے ملوث ہونے کی وجہ سے پرویز مشرف کو ان الزامات کے جوابات دینا ہوں گے۔ ۵۴ ارب روپے کے قرضوں کی معافی کا بھی حساب دینا ہوگا معلوم نہیں انہوں نے استعفیٰ پیش کرنے سے پہلے حکومت ''سودا کاری ایجنٹوں'' کے ذریعے کس نوعیت کے تحفظات حاصل کئے ہیں لیکن بظاہر یہی دکھائی دیتا ہے کہ اب پاکستان ایک بدلی ہوئی قوم کا مسکن ہے جو مہنگائی بدامنی اور اپنے ساتھ ہونے والی بے پناہ حرام کاری کے باوجود اپنے قومی مجرموں کو معاف کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے۔

۱۹۶۸ء کے بعد سے مسلسل ۴۰ سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس دوران آنے والے فوجی و جمہوری حکمران عوام کے مسائل حل کرنے' قانون کی حکمرانی قائم کرنے' عوام کو انصاف کی فراہمی کے علاوہ روزگار کی فراہمی اور صحت' تعلیم اور دیگر بنیادی مسائل کو حل کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ ملک میں ایک مخصوص طبقہ کے پاس تمام وسائل اکٹھے ہو چکے ہیں اور ۸۰ سے ۸۵ فیصد طبقہ تمام وسائل سے محروم نظر آتا ہے۔ ۱۹۸۸ء سے لے کر ۱۹۹۹ء تک نواز شریف اور بے نظیر کو مسلسل گیارہ سال میسر آئے جو انہوں نے آپس کی لڑائی' ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے اور لوٹ مار اور کرپشن کرنے میں ضائع کر دیئے۔ آصف زرداری کو نواز شریف نے اس دور میں ہی مسٹر ٹین پرسنٹ (Mr. Ten percent) کے خطاب سے نوازا تھا یعنی وہ حکومت کی طرف سے دیئے گئے ٹھیکوں میں اپنی کمیشن وصول کرتے رہے تھے۔ یہی الزام بے نظیر بھٹو' نواز شریف پر لگاتی رہی تھیں۔ تبھی اس وقت کے صدور نے ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۳ء میں دو مرتبہ بے نظیر حکومت برخاست کیں اور ۱۹۹۰ء میں نواز شریف حکومت بھی توڑنی پڑی ان تمام حکومتوں پر لوٹ مار' کرپشن اور اقربا پروری کے الزامات تھے۔

یعنی ان پارٹیوں کے کام کرنے کا جو اصل وقت تھا جبکہ مسلسل گیارہ سال تک اس وقت کے چیف آف سٹاف نے بھی جمہوری حکومتوں کے کام میں کسی قسم کی کوئی

مداخلت نہ کی تھی' یہ وقت ان دونوں پارٹیوں نے سیاسی محاذ آرائی کے علاوہ لوٹ مار اور کرپشن کرنے میں ہی گزار دیا۔ اس وقت دونوں ہی لیڈر پہلی پہلی مرتبہ اقتدار میں آئے تھے اور ان کے عزم اور ارادے بھی جوان تھے اور ان کی عمر بھی کم تھی اور کام کا بوجھ برداشت کرنے کی ان میں طاقت بھی تھی لیکن افسوس اتنا سنہری وقت ان دونوں نے قدرت کی طرف سے دو دو مرتبہ ملنے کے باوجود ضائع کر دیا تھا۔ قدرت بار بار کسی کو موقع نہیں دیتی اور ایسے ہی ہوا۔ ۹ سال جلاوطن رہنے کے بعد بے نظیر بھٹو کو المناک موت سے دوچار ہونا پڑا اور اب نواز شریف کے وزیراعظم بننے میں بھی آئینی رکاوٹ موجود ہے کیونکہ 16 ویں ترمیم کی رو سے وہ تیسری مرتبہ وزیراعظم نہیں بن سکتے۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ ملک بنیادی تبدیلیوں کے دور سے گزر رہا ہے اور انقلابی شخصیتیں ہی آکر عوام کے مسائل حل کر سکیں گی نہ کہ پہلے دو مرتبہ کے آزمائے ہوئے لوگ اب بھی دونوں پارٹیاں وہی ہیں صرف بے نظیر کی جگہ اُن کے شوہر نے لے لی ہے۔ قوم کے قیمتی سال ضائع کرنے کے باوجود اب بھی ہمارے سیاسی رہنما ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور اپنی انا بلند رکھنے کی لڑائی میں اُلجھے ہوئے ہیں۔

اسی طرح سے صدر پرویز مشرف نے بھی اپنے اقتدار کے ۸ طویل سال دعوے کرنے میں ہی گزار دیئے تھے اور شوکت عزیز اور ان کی ٹیم جس پر پرویز مشرف نے کلی طور پر انحصار کیے رکھا اعداد و شمار کے گورکھ دھندے میں الجھا کر جرنیلوں کو بے وقوف بناتی اور معیشت کی ایسی خوش نما تصویر دکھاتی رہی جس کو معاشیات سے نابلد جرنیل ٹولا حقیقت سمجھتا رہا۔ نہ صرف معیشت کو اس دور میں مزید قرضوں میں جکڑ دیا گیا بلکہ ملک کی کثیر تعداد یعنی ۸۵ فی صد آبادی کو مہنگائی کے چکر میں اس طرح سے جکڑا گیا کہ اس چکر سے عوام کا باہر نکلنا ممکن نظر نہیں آتا۔ موصوف معیشت کو مضبوط بنانے اور دہشت گردی بھی ختم کرنے میں ناکام ثابت ہوئے۔ اب مزید پانچ سال کے لئے وہ اقتدار کی مسند پر بیٹھ کے کون سے سرخاب کے پر توڑیں گے یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ ۲۰۰۸ء کا سارا سال بھی لگتا ہے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

محاذ آرائی کی نظر ہی ہو جائے گا لہٰذا ۱۹۸۸ء تا ۲۰۰۸ء قوم کے قیمتی ۲۰ سال ان تین شخصیتوں نے مکمل طور پر ضائع کر دیئے اور کوئی بھی اہم ٹارگٹ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اب دنوں حضرات آصف زرداری' نواز شریف کو قدرت تیسری مرتبہ اتنا بڑا موقع ہرگز نہیں دے گی کہ وہ سکون اور آرام سے حکومت کر سکیں۔ موجودہ شروع ہونے والا سیاسی دور ملکی تاریخ کا انتہائی ہنگامہ خیز اور دوررس تبدیلیوں کا دور ہے۔ جس میں عوام الناس ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنا انقلابی کردار ادا کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور ان کو جمہوریت کی بجائے روزگار' تعلیم' بجلی' آٹا اور علاج معالجہ کرانے کے مسائل سے نبٹنے کے لیے وسائل چاہئیں۔ جمہوریت سے پیٹ بھرنے کی ان میں اب استطاعت نہیں رہی۔ صدر کے استعفیٰ کے بعد عوامی توقعات بہت بڑھ جائیں گی لوگ اب زبان کلامی بیان بازی پر مطمئن نہیں ہوں گے وہ انقلابی اقدامات کے متمنی ہیں جن کے فوری نتائج سامنے آئیں۔ بصورت دیگر کوئی اور طالع آزما آئے گا اور سیاسی بساط لپیٹ دے گا۔

آپریشن گڈ نائٹ پلان

پاکستان میں ہونے والی سیاسی دھما چوکڑی اپنی جگہ مگر واشنگٹن پوسٹ میں شائع ہونے والے امریکہ کے سابق وزیر خارجہ ہنری کسنجر کے مضمون نے امریکی پالیسی کے حوالے سے بات صاف کر دی ہے۔ ہنری کسنجر لکھتا ہے کہ "پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں پر کنٹرول امریکہ کی پہلی ترجیح ہے۔" اس کے علاوہ اُس نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ "پاکستان میں جمہوریت کا ارتقاء اور امریکی نیشنل سکیورٹی مفادات یکساں طور پر نہیں چل سکتے' اس لیے پاکستان میں بننے والی نئی حکومت کو یہ بتا دینا چاہیے کہ امریکہ کے سیکورٹی اہداف کیا ہیں' جن میں پاکستان میں جوہری ہتھیاروں پر کنٹرول حاصل کرنا اور انتہا پسندوں کا قلع قمع بھی شامل ہے۔"

اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ ہنری کسنجر کا شمار اب ایک شخصیت کے طور پر نہیں بلکہ ایک عالمی صہیونی ایجنڈے کے لیے مکتب فکر کے طور پر ہوتا ہے۔ امریکہ کی موجودہ

Uploaded by HBC for
urdufans.com

وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس بھی اسی ''صیہونی مکتب فکر'' کی ایک طالبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے چند روز قبل ایک بیان میں کہا تھا کہ ''پاکستانی حکومت کو معلوم ہو چکا ہے کہ قبائلی علاقوں میں اب مذاکرات نہیں بلکہ کچھ اور کرنے کی ضرورت ہے۔'' ان تمام اعلانات کو مدنظر رکھ اسلام آباد میں جاری سیاسی جوڑ توڑ کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو صاف محسوس ہوگا کہ امریکہ نے پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کے ذریعے عوامی مینڈیٹ پر شب خون مارنے کے لیے کیا کیا جتن کیے تھے۔

ذرائع کے مطابق جس وقت پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری اور پاکستان مسلم لیگ (ن) کے رہنما نواز شریف اعلانِ مری پر دستخط کر کے اگلی سیاسی پیش قدمی کی جانب قدم بڑھا رہے تھے' عین اسی وقت قاف لیگ صدارتی کیمپ آفس کی زیر نگرانی ''آپریشن گڈ نائٹ پلان'' پر عمل پیرا ہو رہی تھی۔ پلان کے مطابق پی پی کے رہنما مستقل مزاج مخدوم امین فہیم اگلی حکومت کے تمام خدوخال اپنے ذہن میں واضح کر چکے تھے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انہیں پی پی کے ایسے کئی ارکان کی حمایت بھی حاصل تھی جو نہ تو نواز شریف کے ساتھ کسی قسم کا اتحاد چاہتے تھے اور نہ ہی انہیں عدلیہ کی بحالی اور میڈیا کی آزادی سے کوئی دلچسپی تھی۔ ذرائع کے مطابق اس سارے منصوبے میں جس کے مطابق امین فہیم کو وزیر اعظم بنایا جانا تھا' حامد ناصر چٹھہ' منظور وٹو' چوہدری شجاعت اور ہمایوں اختر سمیت دیگر اہم سویلین شخصیات محور کا کام کر رہی تھیں۔ جے یو آئی (ف) اور دیگر متعدد آزاد ارکان اسمبلی نے بھی صدر مشرف کو یقین دلایا تھا کہ وہ اس نئی بننے والی حکومت کے ساتھ تعاون کریں گے۔ حکومت سازی کے اس نئے منصوبے کو ''آپریشن گڈ نائٹ پلان'' کا نام دیا گیا تھا۔

اس پلان کے مطابق پی پی کے رہنما امین فہیم نئے وزیر اعظم تھے جبکہ پنجاب کی وزارت اعلیٰ کے لیے حامد ناصر چٹھہ کا نام منتخب کیا گیا تھا' جبکہ قاف لیگ اور پی پی کے امین فہیم گروپ نے مشترکہ کوششوں سے آصف علی زرداری سے تمام تر پارٹی اختیار لے کر اس

سینٹرل الیکشن کمیٹی کے سپرد کر دینا تھے جہاں پر یقینی سی بات ہے کہ امین فہیم کے ہم خیالوں کی اکثریت ہوتی۔ اس تمام دورانیے میں اسٹیبلشمنٹ نے پی پی شیر پاؤ' ایم کیو ایم' پی پی (عوامی) اور جے یو آئی (ف) کے علاوہ متعدد آزاد ارکان سے روابط کر کے امین فہیم کی سرکردگی میں حکومت سازی کے لیے حمایت کی یقین دہانیاں حاصل کر لی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں یہ تمام عناصر ''دیکھو اور انتظار کرو'' کی پالیسی اختیار کر کے حالات کا رخ دیکھنے لگے کیونکہ امین فہیم نے آصف علی زرداری کو اشارہ دے دیا تھا کہ اگر انہوں نے ان کی بجائے کسی اور کو وزیر اعظم نامزد کیا تو وہ اسٹیبلشمنٹ کی خفیہ مدد سے خود حکومت سازی کریں گے۔ ذرائع کے مطابق یہی وجہ تھی کہ قاف لیگ کے ہارے ہوئے گھوڑے بار بار صدارتی کیمپ آفس کے چکر کاٹ رہے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو عوام نے انتہائی نفرت انگیز طریقے سے بری طرح مسترد کر دیا تھا' یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ اگر ''آپریشن گڈ نائٹ پلان'' کامیاب ہو جاتا تو پیر آف ہالہ شریف مخدوم امین فہیم کو عوامی ردعمل کی شکل میں لینے کے دینے پڑ جاتے۔

اسلام آباد کے سیاسی حلقوں میں موضوع بحث بننے والے ''آپریشن گڈ نائٹ پلان'' کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس قسم کی کوئی کوشش کی گئی ہے تو بھی ان تمام معاملات میں کسی شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ اس وقت جمہوریت کی بقا و استحکام نواز شریف اور آصف علی زرداری کے کاندھوں پر آن پڑی ہے' اس کے بعد تیسرا بڑا فریق وکلا تحریک ہے جو ججوں کی بحالی کے ساتھ ساتھ اب سیاست دانوں پر بھی کڑی نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ اگر پاکستانی جمہوریت پر شب خون مارنے والا امریکہ نواز مبینہ ''آپریشن گڈ نائٹ'' کسی نتیجے پر پہنچ جاتا تو حالات مزید خراب ہو سکتے تھے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ تمام ''کارروائی'' ابھی ختم نہیں ہوئی۔ اگر امین فہیم کی جگہ کسی اور کو بھی پی پی نے وزیر اعظم نامزد کر دیا تو پھر بھی یہ کام اندر خانے جاری رہے گا' اس لیے یہ کہنا کہ امین فہیم کے حوالے سے مسلم لیگ (ن) کے رہنما خواجہ آصف کی جانب سے دیا جانے والا بیان ان کی ذاتی رائے تھا' بالکل سمجھ میں

Uploaded by HBC for
urdufans.com

نہیں آ سکتا۔ یہ بیان دیا نہیں گیا بلکہ دلوایا گیا تھا تاکہ قوم اندر ہی اندر پکنے والی اس سیاسی ہانڈی سے باخبر ہو جائے۔ اس سلسلے میں صدارتی کیمپ آفس کا رابطہ تھا تو دوسری جانب آصف علی زرداری سے بھی یہ روابط قائم تھے لیکن امین فہیم نے ان روابط میں اس وقت زیادہ تیزی دکھائی جب انہیں اس بات کا پورا یقین ہو چلا تھا کہ اب انہیں وزیراعظم بننے سے کوئی نہیں روک سکتا' اس غلط فہمی میں امین فہیم نے اپنا خاصا نقصان کروالیا۔ دوسری جانب مسلم لیگ (ن) کے ذرائع امین فہیم کی ان ''سیاسی ملاقاتوں'' سے باخبر تھے' یہی وجہ ہے کہ میاں نواز شریف نے اعلان مری سے قبل آصف علی زرداری کو صاف صاف باور کرا دیا تھا کہ اگر وہ مسلم لیگ (ن) کو مرکز میں اقتدار میں شریک کرنے کے اتنے ہی خواہش مند ہیں تو امین فہیم کو وزارتِ عظمیٰ کی دوڑ سے خارج کر دیا جائے' یہی اعتراضات بعد میں اے این پی کے رہنما اسفند یار ولی نے بھی اُٹھا دیئے۔ یہ ساری صورتحال آصف علی زرداری کے لیے بھی زیادہ پریشان کن نہیں تھی کیونکہ وہ بھی امین فہیم کے معاملے میں اس نتیجے پر پہنچنا شروع ہو گئے تھے کہ ماضی میں فاروق لغاری نے جو کارروائی پی پی کی جانب سے پاکستان کا صدر بننے کے بعد کی تھی وہ امین فہیم وزیراعظم بننے سے پہلے ہی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

زرداری کی جانب سے امین فہیم کے معاملے میں سرد مہری دکھانے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ماضی کی طرح خاموش ہو جانے والے امین فہیم شاید اس مرتبہ بھی اس روایت کو برقرار رکھیں مگر انہیں اس وقت اور زیادہ حیرانی ہوئی جب امین فہیم نے ''ناں'' کر دی۔ اس ایک ''ناں'' نے پارٹی کے اندر بہت سے عناصر کی آنکھیں کھول دیں' اب اس میں کوئی شک کی گنجائش نہ تھی کہ امین فہیم اسٹیبلشمنٹ کے پہلو میں جا بیٹھے ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ نے اس کھیل میں جیت کر بھی کامیاب رہنا تھا اور ہار کر بھی جیتنا تھا یعنی اگر امین فہیم وزیراعظم بنتے ہیں تو بھی معاملات ہاتھ میں ہی رہیں گے اور اس تعلق کی بنیاد پر اگر وہ پارٹی سے الگ ہوتے ہیں یا فارورڈ بلاک بناتے ہیں تو بھی اُس کا فائدہ اسٹیبلشمنٹ کو ہی ہوگا۔

اعلانِ مری کے بعد آصف علی زرداری کے روابط صدارتی کیمپ سے ختم ہو گئے

تھے۔ امین فہیم کے روابط میں مزید تیزی آنے لگی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے آصف علی زرداری کو اپنی پاور شو کرنے کے لیے اے آر ڈی کا اجلاس بھی بلایا جسے بعد میں ملتوی کرنا پڑا۔ جب ۱۲ مارچ کی رات اسلام آباد میں انہوں نے زرداری ہاؤس میں آصف علی زرداری سے ملاقات کی تو اُس میں اسی سلسلے میں ان سے پوچھا گیا تھا کہ اس وقت ایسے اجلاس کی کیا ضرورت تھی تو انہوں نے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا۔ بعض ذرائع کے مطابق انہوں نے کہا کہ اس اجلاس میں محترمہ کے لیے فاتحہ خوانی کی جانی تھی! محترمہ کو ۲۷ دسمبر ۲۰۰۷ء کو قتل کر دیا جاتا ہے اور ڈھائی ماہ بعد انہیں اس بات کا اچانک کیسے خیال آیا کہ اے آر ڈی کے پلیٹ فارم سے محترمہ کے لیے فاتحہ خوانی کر لی جائے!!؟ اس کے اگلے روز یعنی ۱۳ مارچ بروز جمعرات کو بھی آصف علی زرداری اور امین فہیم کی ملاقات ہوئی جس کے بارے میں ذرائع کا خیال ہے کہ یہ ملاقات پہلی ملاقات سے بھی زیادہ تلخ تھی..... اور آصف علی زرداری نے امین فہیم پر ایسی ''ملاقاتیں'' بھی افشا کر دیں جو پارٹی قیادت کو اعتماد میں لے کر نہیں کی گئی تھیں..... امین فہیم نے آصف علی زرداری کو بھرپور ''بغاوت'' کا اشارہ دے دیا۔ یوں ان دونوں کے درمیان جمعہ کو ہونے والی ملاقات کا جواز ختم ہو گیا۔ اب ایک اور اہم ملاقات اتوار کو امین فہیم اور مسلم لیگ کے رہنما نواز شریف کے درمیان لاہور میں ہونا تھی۔ ذرائع یہ بتاتے ہیں کہ بعد میں نواز شریف نے بھی اس ملاقات کو ٹال دیا جبکہ اسفند یار ولی پہلے ہی اُن سے ملنے سے انکار کر چکے تھے۔ جس روز اسفند یار ولی سے امین فہیم کی ملاقات ہونا تھی اسی روز جے یو آئی (ف) کے فضل الرحمٰن سے اُن کی ملاقات ہوئی۔ فضل الرحمٰن کو اسٹیبلشمنٹ کی نوکری کا خاصا وسیع تجربہ ہے اور اب وہ ان تجربات کے ثمرات سے امین فہیم کو بھی بارآور کرنا چاہتے ہیں۔

اس تمام تر صورتحال کو جاننے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالات خاصے مخدوش ہیں۔ اسٹیبلشمنٹ کا پہلا وار پی پی پر ہوا ہے کیونکہ امریکہ ججوں کی بحالی سے خوش نہیں' نہ ہی وہ آزاد پارلیمنٹ دیکھنے کا خواہش مند ہے۔ جو کام وہ فردِ واحد سے لے سکتا ہے وہ آزاد

Uploaded by HBC for
urdufans.com

پارلیمنٹ کسی صورت نہیں ہونے دے گی۔ افغانستان میں جاری ہوئی جنگ وہ پاکستان کے
حساب میں جیتنا چاہتا ہے مگر انتخابی نتائج نے اس کی توقعات پر پانی پھیر دیا ہے۔ اس وقت
صرف امین فہیم ایسے فرد ہیں جن کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ وہ صدر مشرف کے سیاسی
ترکش کا آخری تیر ثابت ہو سکتے ہیں۔

وکلاء تحریک کسی طور بھی اعلان مری سے سیاست دانوں کو انحراف نہیں کرنے
دے گی۔ اس وقت وکلاء عوامی مینڈیٹ کے محافظ بن کر سامنے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نو
مارچ کو اعلانِ مری کی صورت میں ہونے والا اعلان ساٹھ برسوں میں اسٹیبلشمنٹ کی پہلی
بڑی شکست قرار دی جا رہی ہے اور وہ ایک زخمی سانپ کی مانند اس اعلان کی بنیادی محور
پاکستان پیپلز پارٹی کو بخشنے کے لیے تیار نہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پارٹی کی تاریخ میں پہلی
مرتبہ اسلام آباد میں امین فہیم کے وزیراعظم بننے کی حمایت میں ''پندرہ رکنی'' ریلی بھی نکالی
گئی۔ حالات کس کروٹ جا کر بیٹھتے ہیں اس کا اب صحیح اندازہ پارلیمنٹ میں اسپیکر اور ڈپٹی
اسپیکر کی تقرریوں سے لگایا جا سکے گا۔

(بشکریہ ندائے ملت ۲۰ مارچ ۲۰۰۸ء تحریر: محمد انیس الرحمان)

■ ■ ■

ٹریکل ڈاؤن اکانومی

یوں تو ہمارے سابقہ کمانڈو جرنیل کا سارا دورِ حکومت ہی الا ماشاء اللہ ہے لیکن
پاکستان کی 61 سالہ تاریخ میں شاید اجتماعی طور پر اتنی لوٹ مار کبھی نہیں ہوئی جتنی پرویز
مشرف کے دور میں ہوئی۔ یوں لگتا تھا کہ تکبر میں اندھے اس جرنیل نے محض اقتدار کی کرسی
سے چمٹے رہنے کی قیمت پر اپنے حواریوں کو لوٹ مار کی کھلی چھٹی دے دی ہے اور ان کے گرد
جمع ہونے والے موقع پرست اقتدار کے لالچی سیاست دانوں کو بھی اس حقیقت کا بخوبی
ادراک تھا کہ جنرل صاحب کو ہر صورت ان کا سہارا درکار ہے انہوں نے بھی پاکستان کو
حلوائی کی دُکان جان کر نانا جی کی فاتحہ کا جشن منایا اور عوام کی ہڈیوں سے گودا تک نکال کر
چٹ کر گئے۔ یہ وہ خونخوار درندے تھے جو عوام کی بے بسی کا جشن منایا کرتے تھے۔ اپنی مخلوط
محافل سجانے، ناچ گانے کروانے اور شراب و شباب کی لذتوں سے اپنے شیطانی جذبات کو
تسکین دینے کا چسکا لگا ہوا تھا۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ایمانداری سے جائزہ لیا جائے تو جنرل (ر) پرویز مشرف کے خصوصاً آخر سال
دورِ حکومت (12 اکتوبر 1999ء تا 2008ء) کے دوران گڈ گورننس کے نام پر جو قیامت
مار ہوئی، اس کی ذمہ داری براہِ راست جنرل پرویز مشرف اور ان کے اتحادیوں پر عائد ہوتی
ہے۔ سیاست دانوں اور میڈیا کو ناسور قرار دینے والے پرویز مشرف کے 8 سال اور
مہینوں میں، اس ملک کو جتنا لوٹ گیا اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔ اس لوٹ مار پر شرمندہ
ہونے کے بجائے وہ اب بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے اچھا حکمران پاکستان کو نہیں مل
سکتا ہے جس میں قانون اور انصاف کی دھجیاں اُڑاتے ہوئے لوٹ مار کی شرمناک
داستانیں دوہرائی گئیں۔ دیکھا جائے تو گزشتہ آٹھ سالوں میں حکمرانوں نے اس ملک کے
عوام کو مہنگائی، بیروزگاری، بدعنوانی اور مالی سکینڈلز کے سوا کچھ نہیں دیا۔ چینی، گھی، سیمنٹ
اور آٹے کے پے در پے بحرانوں نے غریب عوام کو نڈھال کر کے رکھ دیا۔ ان حالات میں
بھی ان کا نعرہ یہی رہا کہ زرمبادلہ کے ذخائر بڑھ رہے ہیں اور غریب آدمی کی حالت بہتر ہو
رہی ہے۔ موبائل اور سپلٹ عام ہو رہے ہیں، لوٹ مار، کرپشن اور بے ضابطگیوں کی اس
داستان کا آغاز تو اسی وقت ہو گیا تھا جب جرنیلوں کو اس ملک کا مختار کل بنایا گیا اور فوجی
افسروں کو سول محکموں کا چارج دے دیا گیا۔ اس کے بعد جتنے بھی جرنیلی اقدامات سامنے
آئے وہ ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ دیوالیہ ہونے کے کنارے پر کھڑے پاکستان کی
معاشی ترقی کے لئے پرویز مشرف نے سٹی بینک کے عہدیدار ملٹی نیشنل گلوبل مافیا کے ایجنٹ
شوکت عزیز کو پاکستان کا وزیرِ خزانہ نامزد کیا۔ شوکت عزیز، پرویز مشرف سے زیادہ ورلڈ
بینک کا انتخاب تھے، عالمی مالیاتی اداروں ورلڈ بینک، آئی ایم ایف اور ایشین ترقیاتی فنڈز
نے مشترکہ طور پر جنرل پرویز مشرف کو شوکت عزیز کے لئے راضی کیا تا کہ وہ عالمی مالیاتی
اداروں کے ساتھ ساتھ ان بڑے سرمایہ کاروں کے مفادات کا تحفظ بھی کر سکیں۔

شوکت عزیز نے وزیرِ خزانہ بنتے ہی قومی اداروں کی نجکاری کی ایسی داغ بیل

ڈالی اور اسے جدید دور کے تقاضوں سے ایسے ہم آہنگ کیا کہ حکومت پاکستان کے مفادات
تو بھاڑ میں چلے گئے جبکہ خریداروں کے مفادات کو زیادہ اہمیت اور فائدہ دیا جانے لگا۔ اس
کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرمایہ دار مضبوط اور عوام غریب سے غریب تر ہوتے چلے گئے جبکہ شوکت
عزیز ڈھٹائی سے اپنے کام پر لگا رہا۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ نجکاری کمیشن جب قائم ہوا تھا
تو اس کے چارٹر میں لکھا گیا تھا کہ یہ ادارہ نقصان میں جانے والے صنعتی مالیاتی اور ان تجارتی
اداروں کو فروخت کرے گا جو ملکی خزانہ پر بوجھ ہوں گے لیکن کسی بھی حکمران کے دور میں ایسا
نہیں ہوا۔ بے نظیر بھٹو نے کوٹ ادو پاور پلانٹ جیسے منافع بخش اداروں کو بیچا۔ جنرل پرویز
مشرف کی جرنیلی جمہوریت کے دور میں تو منافع بخش صنعتی و مالیاتی اداروں کو چن چن کر
فروخت کیا گیا۔ اسے شوکت عزیز اپنی "ٹریکل ڈاؤن اکانومی" کہا کرتا تھا، فروخت کئے
جانے والے صنعتی و مالیاتی اداروں میں سے بعض ایسے بھی تھے جن کے اثاثے ان کی قیمت
فروخت سے کئی سو گنا زیادہ تھے، جیسے 3 ارب روپے میں فروخت ہونے والی ملتان کی پاک
عرب فرٹیلائزر فیکٹری، ماہرین کے مطابق عالمی مارکیٹ میں اس فیکٹری کی مشینری، عمارت
اور زمین کی مجموعی قیمت ہی 40 ارب روپے کے لگ بھگ تھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ
2000ء سے 2007ء کے درمیان جہاں ایک طرف قیمتی منافع بخش ادارے کوڑیوں
کے مول فروخت ہوئے، وہیں اس عرصہ میں لاجسٹک سپورٹ کے بلز، عسکری و تعمیری امداد
کے نام پر پاکستان کو 48 ارب ڈالر کی خطیر رقم ملی لیکن اس عرصہ میں 9 ارب ڈالر کے قرضے
بھی حاصل کئے گئے۔ بدترین آمریت کے اس دور میں پاکستان کا سب سے بڑا بینک،
حبیب بینک آف پاکستان، آغا خان گروپ کو فروخت کرنے کا فیصلہ ہوا اور پھر اس پر
عملدرآمد بھی ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ شوکت عزیز کو بینکاری کے شعبہ کو پرائیویٹ سیکٹر کے حوالے
کرنے کے اپنے فیصلہ میں پرویز مشرف کی حمایت اور تائید بھی حاصل تھی۔ یو بی ایل، الائیڈ
بینک اور حبیب بینک شوکت عزیز کے دور میں ہی فروخت ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وفاقی
کابینہ کے ایک اجلاس میں وزیرِ خزانہ شوکت عزیز نے نیشنل بینک کو بھی فروخت کرنے کی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

تجویز دیتے ہوئے کہا تھا کہ حکومت کے مالیاتی اُمور کو نیشنل بینک کی جگہ عسکری بینک دیکھ لے۔ ان کی اس بات پر میٹنگ کے شرکاء نے حیرانگی کا اظہار کیا تھا۔ یہ بھی شوکت عزیز کا ہی کارنامہ ہے کہ انہوں نے پی ٹی سی ایل کے 42 فیصد شیئر 21 ارب روپے میں فروخت کر کے انتظامی اُمور خریدار گروپ کے حوالے کر دیا، حالانکہ دُنیا بھر میں اُصول ہے کہ 42 فیصد حصہ خریدنے والے گروپوں کو انتظامی کنٹرول نہیں دیا جاتا۔ یہ کریڈٹ بھی شوکت عزیز کو ہی جاتا ہے کہ انہوں نے سٹی بینک کے چند بڑے اکاؤنٹ ہولڈروں کا گروپ بنوا کر چار ارب سے زائد کی سٹیل مل محض 23 ارب روپے میں فروخت کروا دی۔ اگر سپریم کورٹ آف پاکستان اس کا از خود نوٹس نہ لیتی تو ملکی تاریخ کی اس بڑی ڈکیتی کو بے نقاب نہ کیا جا سکتا۔ یہودی گلوبل مافیا کے ایجنٹ شوکت عزیز کا یہ کارنامہ بھی جلی حروف میں لکھا جائے گا کہ 2004ء سے 2007ء کے درمیان ان کی ہدایت پر وفاقی حکومت نے فروخت کئے جانے والے مالیاتی اداروں کو مجموعی طور پر 31 ارب روپے کا انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، ویلتھ ٹیکس اور گورنمنٹ ریونیو معاف کر دیا۔ وزارتِ خزانہ اور اعظمیٰ کے آخری دور میں انہوں نے ملک کے اہم بینکوں مثلاً نیشنل بینک، حبیب بینک، یو بی ایل اور اے بی ایل میں اپنے سٹی بینک کے دوستوں کو کھپایا اور جاتے جاتے پلک کمرشل بینک کو بینکنگ کے عالمی معیار کے حساب سے 43 ویں نمبر پر آنے والے این آئی بی بینک کو فروخت کرنے کی منظوری دی۔ بعد ازاں یہ سارے کام کر کے وہ رات کی تاریکی میں اس ملک کو چھوڑ گئے اور ان کے اقدامات کا خمیازہ بدقسمت عوام بھگت رہے ہیں اور وہ خود اپنے یہودی مالکان کی گود میں بیٹھے پاکستان کا تمسخر اُڑا رہے ہیں۔ یقیناً انہیں کسی دوسرے مسلم ملک کا بیڑہ غرق کرنے کی ذمہ داریاں ملی ہوں گی۔

پرویز مشرف نے اپنی الوداعی تقریر میں معاشی ترقی کے جھوٹے دعوے کئے۔ حیرت ہے کہ یہ شخص آخری ایام تک اس تکبر کا شکار رہا کہ اسے 85 فیصد پاکستانی عوام کی حمایت حاصل ہے جسے سوائے جہالت کے اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ جہاں تک "دورِ

مشرف" کی "ٹریکل ڈاؤن اکانومی" کا تعلق ہے تو اس کا بھانڈا سربازار پھوٹ چکا ہے۔ دستیاب اعداد و شمار کے مطابق 12 اکتوبر 1999ء سے 20 جولائی 2006ء تک نیکاری کمیشن نے 58 سرکاری اداروں کو مکمل یا جزوی طور پر فروخت کیا۔ ان اداروں کی سیل سے جو نیلی حکومت کو 278 ارب 61 کروڑ روپے حاصل ہوئے جبکہ 1991ء سے اب تک فروخت ہونے والے سرکاری اداروں کی کل تعداد 161 ہو چکی ہے جس سے موجودہ حکومت سمیت سابقہ ادوار میں کل 378 ارب روپے حاصل ہوئے۔

ان کے دور میں ہونے والی نجکاری میں بدعنوانیوں کے نئے تاریخی ریکارڈ قائم ہوئے۔ کچھ بدعنوانیاں بے نقاب ہو گئیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ موجودہ دور کی لوٹ مار کا موازنہ کسی دوسرے دور سے نہیں کیا جا سکتا۔ فوجی دورِ حکومت کی لوٹ مار کے سامنے بے نظیر بھٹو اور نواز شریف دور کی کرپشن کے کیسز انتہائی معمولی نوعیت کے نظر آتے ہیں۔ جرنیلی حکومت کے ذمہ داران 400 ارب روپے سے زائد کی سٹیل ملز کو 22 ارب روپے میں فروخت کرنے کے خلاف سپریم کورٹ کی جانب سے فیصلہ آنے کے باوجود ڈھٹائی سے بار بار یہ کہتے رہے کہ پورے فیصلے میں کرپشن کا لفظ موجود نہیں جبکہ سٹیل ملز کی فروخت کا عمل شروع سے آخر تک کرپشن سے بھرپور نظر آتا ہے۔ سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں واضح طور پر لکھا ہے کہ سٹیل ملز کی سیل میں اس کی کل قیمت کا اندازہ جس فارمولہ سے لگایا وہ غلط ہے۔

موجودہ حکومت نے کیش فلو فارمولہ سے بینکنگ اور فنانس کے اداروں کی سیل میں جو قیمت لگائی اسے خریدنے والوں کو حکومت نے کم از کم 700 ارب روپے کا فائدہ پہنچایا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ صرف ایک سیکٹر میں سیل ہونے والے اداروں کو جو قیمت وصول کی گئی اس سے پاکستان کو کم از کم 700 ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ پاکستانی اداروں کی لوٹ سیل لگا کر ان لوگوں نے کھربوں روپے کمائے اور اپنا منہ کالا کیا۔

■ ■ ■

Uploaded by HBC for
urdufans.com

حلوائی کی دُکان، نانا جی کی فاتحہ

ملٹی نیشنل گلوبل مافیا کا آزمودہ ایجنٹ پاکستان کا سابق مفرور وزیراعظم شوکت عزیز جو امریکن نیشنل تھا، اپنے آقاؤں کے احکامات کی تعمیل میں پاکستان کے قیمتی اثاثے اونے پونے فروخت کر کے بھاگ گیا ہے اور ہمارا کمانڈو جرنیل معیشت کی کامیابی کے ڈنکے بجاتا رُخصت ہو چکا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پاکستان کے سیاست دان اندھے تھے کہ اپنے مفادات سے چمٹے صرف نعرے بازی کرتے رہے اور عملاً کسی نے اس بھگوڑے یہودی بنک کے ایجنٹ پر گرفت نہ کی۔ خدانخواستہ سٹیل مل بک جاتی اور عدالت نوٹس نہ لیتی تو ہمارا دیوالیہ ہی نکل جاتا۔

ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ایجنٹ پاکستان کا سابق امریکن نیشنل وزیراعظم شوکت عزیز بڑی کامیابی سے اپنے آقاؤں کے احکامات کی تعمیل کرتا رہا اور درجنوں سکینڈل چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ان میں سٹیل ملز کا سکینڈل بڑا اہم اور قابل غور ہے۔

پاکستان سٹیل ملز کی فروخت پاکستان کی تاریخ کا ایسا بڑا سکینڈل تھا جسے اگر نہ روکا جاتا تو پاکستان کو جو نقصان ہونا تھا، اس کی کم از کم پاکستان کی 61 سالہ تاریخ میں مثال ملنا مشکل تھی کیونکہ اتنے بڑے منصوبے کو اتنی کم قیمت میں بیچنا اپنی جگہ ایک سنگین جرم ہے۔ سٹیل ملز پاکستان کا ایک عظیم قومی ادارہ ہے جسے پرویز مشرف اور شوکت عزیز کے دور حکومت میں صرف 21 ارب 68 کروڑ روپے میں ایک من پسند گروپ کو فروخت کر دیا گیا تھا۔ جتنی رقم میں یہ فروخت کیا گیا اس سے زیادہ رقم کا سٹیل مل کا 165 میگاواٹ کا پاور ہاؤس ہی ہے جس کی قیمت 21 ارب 85 کروڑ روپے سے زیادہ بنتی ہے۔ سٹیل مل کی ساڑھے 14457 ایکڑ سے زائد زمین کی قیمت بھی تقریباً 180 ارب روپے کی بنتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی قومی خزانے کو اربوں روپے کا نقصان پہنچاتے ہوئے خریداروں کو فائدہ پہنچایا گیا۔ یہ سب کچھ پرویز مشرف اور شوکت عزیز کے دور میں ہوا۔ اگر اس وقت چیف جسٹس آف پاکستان اس بے ضابطگی کا نوٹس نہ لیتے تو اس وقت سٹیل مل غیروں کے قبضے میں ہوتی اور شاید یہ صورتِ حال نہ ہوتی جو آج ہے۔

پاکستان سٹیل مل کی فروخت کے اس سکینڈل کو ملکی تاریخ کا سب سے بڑا سکینڈل کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اسے پاکستان کی خوش قسمتی ہی کہا جا سکتا ہے کہ سٹیل مل کی فروخت کے اس سکینڈل پر عملدرآمد عدالتی حکم کے ذریعے رُکوا دیا گیا۔ سٹیل مل روس کی معاونت سے تعمیر کی گئی تھی جس کی تعمیر پر اس دور میں 2.5 ارب ڈالر کی لاگت آئی تھی۔ یہ پاکستان کی سب سے بڑی سٹیل مل ہے اور پاکستان ہی اس کی مارکیٹ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان کی مارکیٹ پر بڑی حد تک پاکستان سٹیل مل کو اجارہ داری حاصل ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اس کارپوریشن سے 15 ہزار خاندان خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ 19 ہزار ایکڑ اراضی پر قائم سٹیل مل نے مالی سال 05-2004 میں 30 ارب روپے کی مصنوعات فروخت کیں، جن سے اس نے 6 ارب روپے کا خالص منافع کمایا۔ اس سے پہلے سال یعنی 04-2003 میں پاکستان سٹیل ملز نے 3.938 ارب روپے کا خالص منافع کمایا۔ 31 مارچ 2006ء

Uploaded by HBC for
urdufans.com

تک 12.40 ارب روپے کا خام مال، مصنوعات اور سپیئر پارٹس وغیرہ موجود تھے۔ سٹیل مل کی خریداری ایک مخصوص شخصیت کو نوازنے کے لئے تھی۔ اس شخصیت کا نام عارف حبیب لیا جاتا ہے۔ عارف حبیب کو اس حد تک نوازنے کا فیصلہ شوکت عزیز کا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس پورے منصوبے کے پیچھے لکشمی میتل کی ذات تھی۔ لکشمی میتل بھارتی صنعت کار ہے اور اسے آئرن کنگ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں اس کی سٹیل ملیں ہیں۔

شوکت عزیز جب پاکستان کے وزیر اعظم بنے تو انہوں نے اپنے اس فیصلے پر عملدرآمد کا سوچا جس پر وہ وزیر خزانہ کے طور پر عمل نہیں کر سکے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں مشاورت مکمل کی اور پھر سٹیل مل کو فروخت کرنے کا ڈرامہ اتنے پُراسرار انداز میں کیا گیا کہ کسی کو کچھ پتا ہی نہ چل سکا۔ سٹیل مل کی نجکاری کے منصوبے کی جو تفصیلات سامنے آئیں ان کے مطابق بولی میں حصہ لینے کی اہلیت ثابت کرنے کے لئے 19 (Prequalification) پارٹیاں میدان میں آئی تھیں۔ ان پارٹیوں میں سے 9 حصہ لینے کی اہل ثابت ہوئیں۔ ان نو پارٹیوں میں سے 7 پارٹیوں نے دو کنسورشیم بنا لئے۔ پہلا کنسورشیم سعودی عرب کی Al-Tuwairiqi پاکستان کی M/S Arif Habib Secrurities اور روس کی Magnitogorsk پر مشتمل تھا۔

دوسرا کنسورشیم کویت کی Noor Financial Investment Co، متحدہ عرب امارات کی Govt of Ras AL Khaimah، یوکرائین کی Industrail Union of Donbass اور سعودی عرب کی Aljomiah Holding Co پر مشتمل ہے۔ سٹیل مل کی نجکاری کا جو قانون تھا اس کے مطابق دو وجوہات کی بنا پر یہ کنسورشیم بولی میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ پہلی وجہ یہ کہ 11 مارچ 2006ء کو نجکاری کمیشن نے بولی دہندگان کے لئے جو ہدایات (Instrution to Bidders) جاری کی تھیں ان کے مطابق اہلیت ثابت کرنے کے لئے پیش کی جانے والی سٹیٹمنٹ یعنی Statement of Qualifications سے پہلے کنسورشیم بنائے جا

سکتے تھے۔ جبکہ یہ دونوں کنسورشیم سٹیٹمنٹ جمع کروانے کے بعد بنائے گئے۔ دوسری وجہ یہ کہ کامیاب کنسورشیم 20 اپریل 2006ء کو یعنی بولی کے 20 دن بعد بنایا گیا۔ ایک اور ڈرامہ کیا گیا کہ کامیاب بولی دہندہ تو عارف حبیب اور دیگر دو کمپنیوں پر مشتمل کنسورشیم تھا لیکن فروخت کا معاہدہ حکومت پاکستان اور جس کنسورشیم کے درمیان ہوا وہ Arif Habib Securities (Mauritius) اور Arif Habib s/o Habib Haji پر مشتمل تھا۔ یعنی کامیاب بولی دہندہ کوئی اور، اور خریدار کوئی دوسرا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سعودی عرب کی Al- Tuwairiqi اور روس کی Magnitogorsk کا نام صرف اہلیت ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا گیا تھا اور پھر انہیں مبینہ طور پر کچھ دے دلا کر کنسورشیم سے الگ کر کے ایک خاندان کی دو کمپنیوں اور ان کی پسند کی تیسری کمپنی کے ساتھ فروخت کا معاہدہ کیا گیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ابتداء میں نجکاری کمیشن نے ریفرنس ویلیو یعنی کم از کم قیمت 17.43 روپے فی شیئر مقرر کی تھی۔ لیکن دوسرے ہی دن نجکاری کے بارے میں کابینہ کمیٹی یعنی Cabinet Committee on Privitization نے ریفرنس پرائس 16.18 روپے فی شیئر مقرر کر دی اور اس طرح یہ ثابت کیا کہ انہوں نے 16.80 روپے فی شیئر بیچ کر کوئی بہت بڑا معرکہ سرانجام دیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بیچنے والے، خریدنے والے اور قیمت کا تخمینہ لگانے والے کس طرح ملے ہوئے تھے۔

حکومت کے اپنے جائزے کے مطابق زمین کی قیمت شامل کئے بغیر پلانٹ سمیت اس کے غیر قائم اثاثوں (Fixed Assests) کی قیمت 13.04 ارب روپے تھی۔ اس سودے میں حکومت نے 14457 ایکڑ زمین نجکاری میں پیش کی تھی جس کی قیمت حکومت کے اپنے تخمینے کے مطابق 72.50 ارب روپے جبکہ مارکیٹ ویلیو 112 ارب روپے تھی۔ سٹیل ملز کے 75 فیصد حصص کی نیلامی 30 مارچ 2006ء کو ہوئی۔ 31 مارچ 2006ء کو نجکاری کمیشن کے بورڈ نے اس کی منظوری دے دی۔ نجکاری کمیشن بورڈ کا چیئرمین، سیکرٹری

Uploaded by HBC for
urdufans.com

اور چھ دوسرے ارکان پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کی ایک تہائی تعداد یعنی صرف دو ممبر کورم پورا کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ نجکاری بورڈ نے اسی دن کامیاب بولی کی منظوری کے لئے سمری نجکاری کے بارے میں کابینہ کمیٹی (Cabinet Committee on Privitization) کو بھیجی۔

شوکت عزیز کی پھرتیاں دیکھئے کہ کابینہ کی کمیٹی نے اسی دن اپنا اجلاس منعقد کیا اور 75 فیصد حصص کی فروخت / نیلامی کی منظوری دے دی۔ اس کے ساتھ ہی نجکاری کمیشن کو یہ اختیار بھی دیا کہ وہ کامیاب خریدار کو منظور کی چٹھی یعنی Letter of Aappoval جاری کرے اور ٹھیک اسی دن نجکاری کمیشن نے منظوری کی یہ چٹھی M/S Arif Habib پر مشتمل کنسورشیم کو جاری کر دی۔ یہ ساری کارروائی 31 مارچ کو مکمل کر کے مشرف اور شوکت عزیز خریداروں کے سامنے سرخرو ہو گئے۔ جب پرویز مشرف اور شوکت عزیز حکومت نے پاکستان سٹیل ملز کی طرف سے 2013ء تک واجب الادا تمام قرضے بھی ادا کر دیئے۔ اس سے زیادہ خوفناک اقدام پر اُٹھایا گیا کہ اس وقت پاکستان سٹیل بینک کے اکاؤنٹ میں 8.559 ارب روپے کی نقد رقم موجود تھی جس میں 7.77 ارب روپے کا وہ قرضہ جس کی ادائیگی 2013ء سے شروع ہونا اور 2020ء تک سات برابر قسطوں میں مکمل ہونی تھی، وہ بھی حکومت نے بعد کی تاریخ کے چیک (Post dated cheque) جاری کر کے ادا کر دیا اور اس قرضے کا سودا ادا کرنے کی ذمہ داری وفاقی وزارت خزانہ نے اپنے ذمے لے لی۔ 3 ارب روپے کا واجب الادا ٹیکس بھی حکومت نے ادا کیا۔ جس میں سے ایک ارب روپے خریدار کو اس وقت واپس Refund کر دیئے جانے تھے جب اس نے پاکستان سٹیل ملز کا قبضہ لینا تھا۔ حکومت پاکستان نے سٹیل ملز کے نصف ملازمین کے گولڈن ہینڈ شیک کے لئے قومی خزانے سے 7.5 ارب روپے کی منظور بھی قبول کر لی۔

پرویز مشرف اور شوکت عزیز نے ایک سنگین ترین جرم یہ کیا کہ سٹیل ملز کی قیمت کا تعین کرتے وقت 4457 ایکڑ زمین کی قیمت شامل نہ کی۔ حکومتی تخمینہ کے مطابق اس

زمین کی قیمت 72 ارب روپے اور کھلی مارکیٹ کے مطابق اس کی قیمت 180 ارب روپے بنتی تھی۔ اس طرح 21.68 ارب روپے میں فروخت کی جانے والی پاکستان سٹیل ملز کارپوریشن کے بدلے میں حکومت پاکستان خریدار کو آدھے ملازمین کی طرف سے گولڈن ہینڈ شیک قبول کرنے کی صورت میں 25.17 ارب روپے قومی خزانے سے ادا کر رہی تھی۔ یعنی بجائے اس کے کہ پاکستان سٹیل ملزم بیچ کر خزانے میں کچھ رقم آتی، پرویز مشرف اور شوکت عزیز کی حکومت خریدار کو پاکستان سٹیل ملزم اور اس کی 4457 ایکڑ زمین مفت دینے کے ساتھ اسے 3.49 ارب روپے کی رقم تحفے کے طور پر پیش کر رہی تھی کیونکہ اس نے 6 ارب روپے سالانہ منافع کمانے والے اور ایک ارب ڈالر سالانہ زرمبادلہ بچانے والے ادارے سے پاکستان کی جان چھڑا دی تھی۔ پرویز مشرف اور شوکت عزیز کی حکومت پاکستان سٹیل ملزم کی نجکاری کے ذریعے زمین کی قیمت اور خریدار کو دی گئی مراعات کے ذریعے قومی خزانے کو کم از کم دو سو ارب روپے سے زائد کا جھٹکا لگانا مقصود تھا۔

اس چور بازاری پر وطن پارٹی اور پاکستان سٹیل پیپلز ورکرز یونین نے سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار چوہدری نے آئینی پٹیشنز کو Constitutional Petition 9/2006 اور CP 354/2006 کے تحت باقاعدہ سماعت کے لئے منظور کر لیا اور اس کے لئے 9 رُکنی بنچ تشکیل دیا۔ جس میں ان کے علاوہ جسٹس رانا بھگوان داس، جسٹس جاوید اقبال، جسٹس عبدالمجید ڈوگر، جسٹس محمد نواز عباسی، جسٹس تصدق حسین جیلانی، جسٹس سید سعید اشہد، جسٹس حامد علی مرزا اور جسٹس کرامت نذیر بھنڈاری شامل تھے۔ وطن پارٹی کی طرف سے بیرسٹر ظفر اللہ، راجہ محمد اکرم، سعدیہ عباسی اور محمد حبیب الرحمٰن ایڈووکیٹ پیش ہوئے جبکہ حکومت اور دیگر سرکاری اداروں کی طرف سے عبدالحفیظ پیرزادہ، شریف الدین پیرزادہ، وسیم سجاد وغیرہ پیش ہوئے اور انہوں نے حکومت کی طرف سٹیل مل کر فروخت کا دفاع کیا۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے چار ہفتوں کی سماعت کے بعد 23 مئی 2006ء کو پاکستان سٹیل ملزم کی فروخت کا فیصلہ

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کالعدم قرار دے دیا۔ سپریم کورٹ نے اس کے ساتھ ہی نجکاری کمیشن کی طرف سے 31 مارچ کو جاری کیا جانے والے Letter of Acceptance بھی منسوخ کر دیا۔

سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں لکھا۔

"پاکستان سٹیل ملز کارپوریشن کی نجکاری بعض ریاستی عہدیداروں کی لاپرواہی، کوتاہی اور اختیارات کے غلط استعمال کا شاخسانہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے قانون کی ناگزیر شقوں اور ان کے تحت بننے والے قواعد وضوابط کی صریحاً خلاف ورزی کا ارتکاب کر کے نہ صرف کامیاب کنسورشیم کے ممبر (M/S Arif Habib) کی Perqualification بلکہ اس پورے منصوبے کی قیمت کا تخمینہ لگانے کے عمل پر بھی طرح منفی اثرات مرتب کیے۔ یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ کامیاب کنسورشیم کو پیش کی جانے والی حتمی شرائط بھی عوام کی اطلاع کے لئے مشتہر کی جانے والی شرائط سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ گھناؤنا منصوبہ چند محب وطن وکیلوں نے ناکام بنا دیا۔ دراصل یہی واقعہ جنرل مشرف کے تابوت کا آخری کیل ثابت ہوا کیونکہ چیف جسٹس افتخار چوہدری کو سابق وزیراعظم شوکت عزیز کے کہنے پر برطرف کیا گیا۔ سٹیل مل کیس کا فیصلہ آنے کے وقت سابق وزیراعظم شوکت عزیز بہت پریشان تھے اور انہیں اپنے خلاف ایف آئی ارکٹ جانے کا ڈر تھا کیونکہ شوکت عزیز نے صدر مشرف کو ہی اس مل کی نجکاری پر اُکسایا تھا۔ ہمایوں اختر کے مطابق 9 مارچ کو جسٹس افتخار سے متعلق فیصلے کے وقت شوکت عزیز وفد لے کر ازبکستان چلے گئے تاہم انہیں دورہ منسوخ کر کے واپس بلایا گیا تھا۔ پاکستان سٹیل ملز کے سابق چیئرمین لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم نے بھی سٹیل ملز اونے پونے داموں فروخت کرنے کا ناپاک منصوبہ ناکام بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے سٹیل مل کی چیئرمین شپ تک قربان کر دی مگر قوم کا اثاثہ بچا لیا۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے جن ٹھوس شواہد دستاویزات کی بنا پر پرائیوٹائزیشن کمیشن کا اپریل 2006ء کی نجکاری کا عمل غیر آئینی، غیر قانونی قرار دیا اس کے ریکارڈ سے سنسنی خیز انکشافات سامنے آتے ہیں۔ سٹیل ملز

کے سابق چیئرمین لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم کی طرف سے جو رپورٹ ریکارڈ میں موجود ہے، اس سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ نجکاری کے وقت سٹیل ملز کے اندر 6 ارب کا خام مال (آئرن اور کوک اور کوئلہ وغیرہ) موجود تھا۔ اس کے علاوہ سٹیل ملز کی آڈٹ شدہ بیلنس شیٹ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان سٹیل ملز کے اندر چار ارب روپے مالیت کی مصنوعات موجود تھیں۔ یہ آڈٹ رپورٹ کسی دو نمبر آڈیٹرز کمپنی کی نہیں بلکہ فورڈ روڈز (انٹرنیشنل) آڈٹ کمپنی کے آڈٹ کی تھی۔ دنیا کی ہر سٹیل ملز میں تین چار ماہ کا خام مال، فالتو پرزہ جات اور تیار شدہ اربوں روپے کا سامان موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح پونے دو ارب کے فالتو پرزہ جات بھی سٹیل ملز کی ہنگامی ضرورت کے لئے موجود تھے۔ اس کے علاوہ 165 میگاواٹ کا پاور ہاؤس بھی شامل تھا۔ صرف 165 میگاواٹ پاور ہاؤس کی قیمت ہی 21 ارب 85 کروڑ روپے بنتی ہے۔ سٹیل مل کے پاس ساڑھے چار ہزار ایکڑ زمین ہے جس کی مارکیٹ کی قیمت آج چار کروڑ روپے ایکڑ ہے۔ یہ بھی تقریباً 180 ارب روپے کی بنتی ہے۔ اس کے علاوہ سٹیل ملز کی زمین 19 ہزار ایکڑ تھی۔ سٹیل ملز کی کل اراضی کی قیمت 15 کھرب روپے سے زائد کی ہے۔ 110 کلومیٹر طویل یورپی معیار کی چار رویہ سڑکیں موجود ہیں۔ سٹیل مل کے اندر 72 کلومیٹر لمبی ریلوے لائن بھی ہے اور یہ لائن بھی خریداروں کو ساتھ دی جاتی تھی۔ سٹیل ملز میں ملز کے ملکیتی تقریباً اٹھارہ سو بیس ارب روپے مالیت کے ریلوے انجن بھی ہیں، وہ بھی خریدار کو ملنے والے تھے۔ سٹیل ملز میں بہترین کیڈٹ کالج، 100 بستروں کا ہسپتال، لاتعداد ڈسپنسریاں اور دوسرا انفراسٹرکچر موجود ہے جو خریداروں کو مفت مل جاتا۔

پاکستان سٹیل ملز کے بارے میں پرائیوٹائزیشن کمیشن اور فنانس ڈویژن آف پاکستان کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وفاقی وزارتِ خزانہ اور وزارت پیداوار نے پاکستان سٹیل ملز کو تحریری طور پر حکم دیا کہ وہ سات ارب 70 کروڑ روپے کے وہ واجبات بھی ادا کر دے جو خریدار کو 2013ء میں بنکوں کو ادا کرنے تھے۔ یہ واجبات دراصل خریدار کے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

دے ڈالے جانے چاہیں تھے کیونکہ خریدار پارٹی نے مل کو "جہاں ہے جیسے ہے" کی بنیاد پر خریدا تھا۔ تاہم ایسا نہیں کیا گیا اور اس رقم کی ادائیگی کے لئے شوکت عزیز حکومت نے سٹیل ملز کے چیئرمین پر زبردست دباؤ ڈالا تو چیئرمین نے 7.7 ارب روپے کے چیک لکھ کر متعلقہ بنکوں کو دے دیئے لیکن ہوشیاری یہ کی کہ ان چیکوں پر رقم کی ادائیگی کی تاریخ دو ہفتے بعد کی ڈال دی اور جوں ہی مقدمہ سپریم کورٹ میں زیر سماعت آیا تو پاکستان سٹیل ملز کے سابق چیئرمین لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم نے یہ سارے چیک خود ہی منسوخ کر کے پاکستانی قوم کے سات ارب ستر کروڑ روپے بچا لئے جو آج بھی پاکستان سٹیل کے خزانے میں موجود ہیں۔

یہودی سرمایہ کاروں کے ایجنٹ پرویز مشرف کے ساتھی سابق وزیراعظم شوکت عزیز نے پاکستان سٹیل ملز کے چیئرمین لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم کی اس حکم عدولی کے بعد انہیں اپنے پرسنل سیکرٹری کے ذریعے اگلی صبح پاکستان سٹیل مل میں چیئرمین کی کرسی پر بیٹھنے سے روک دیا۔ قوم لیفٹیننٹ جنرل (ر) عبدالقیوم کی اس قربانی کو بھی فراموش نہیں کرے گی۔ دراصل یہ وہ عظیم لوگ ہیں جن کی وجہ سے آج پاکستان بدترین حالات میں بھی دنیا کے نقشے پر قائم ہے۔

دوسرا اہم سکینڈل جس نے پاکستانی معیشت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا کراچی کا معروف سٹاک ایکسچینج سکینڈل ہے۔

سکینڈل ہی سکینڈل

پاکستان کی سٹاک ایکسچینج مارکیٹ سرمایہ کاروں کی توجہ کا ہمیشہ مرکز رہی ہے۔ سٹہ بازی کا شاخسانہ یا کوئی اور وجہ 2005ء کے ابتدائی مہینے اس سلسلے میں بڑے اہم تھے یہ معاشی سانحہ مارچ کے تیسرے ہفتے میں پیش آیا۔ ان دنوں سٹاک ایکسچینج میں بروکرز نے منصوبے کے تحت اچانک تیزی کر دی ہے۔ تیزی کا یہ رجحان کئی دنوں تک برقرار رہا اور پھر بالآخر اس کی قوتِ پرواز جواب دے گئی۔ ایک ہی دن میں انڈیکس میں 1535 پوائنٹس کی کمی نے چھوٹے سرمایہ کاروں کو کنگال کر دیا۔ حصص کی مالیت میں سات ارب سے زائد کے خسارے نے پورے ملک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ 5 لاکھ سے زائد لوگوں کے سات ارب روپے ڈوب گئے تھے۔ یہ ملکی تاریخ کا بہت بڑا معاشی سانحہ تھا۔ چھوٹے سرمایہ کاروں کو جیسے ہی اس نقصان کا پتا چلا، انہوں نے کراچی سٹاک ایکسچینج کا رُخ کیا۔ لیکن یہاں کوئی ذمہ دار موجود نہیں تھا جو انہیں صورتِ حال سے آگاہ کرتا۔ عام لوگوں نے ہنگامہ آرائی اور توڑ پھوڑ

Uploaded by HBC for
urdufans.com

شروع کر دی۔ انتظامیہ کو یہ ہنگامہ آرائی روکنے کے لئے پولیس اور رینجرز کو طلب کرنا پڑا۔
تمام صورتِ حال کا ذمہ دار چند بڑے سرمایہ کاروں کو ٹھہرایا گیا۔ صورت حال یہ تھی کہ
انڈیکس کے نیچے آتے ہی شیئرز کی قیمتیں گر گئیں۔ تمام بڑی کمپنیاں جنہوں نے بھاری
قیمت پر شیئرز فروخت کر دیئے تھے اس صورتِ حال سے ارب پتی ہو گئیں اور نقصان سارا
چھوٹے سرمایہ کاروں کے حصے میں آیا۔ عام لوگ فروخت کے لئے شیئرز لے کر پھر رہے
تھے لیکن انہیں خریدنے کے لئے کوئی تیار نہیں تھا۔ کچھ چھوٹے سرمایہ کار جن کا کاروبارِ حیات
ہی اس پر چلتا تھا، یہ صدمہ برداشت نہ کر سکے اور ہارٹ اٹیک کے باعث انتقال کر گئے۔ یہ
بات بطورِ خاص نوٹ کی گئی کہ سب سے زیادہ نقصان ان چھوٹے سرمایہ کاروں کا ہوا جنہوں
نے پشاور کے بروکریج ہاؤسز کے ذریعے کراچی سٹاک ایکسچینج میں سرمایہ کاری کی تھی اور اس
بحران کے نتیجے میں وہ رقوم اور منافع دونوں سے محروم ہو گئے۔ اس بحران کے فوراً بعد کے
ایس ای کی طرف سے نو بینکوں کے افسران کو مدعو کیا گیا، بینکاروں نے کے ایس ای
انتظامیہ سے میٹنگ کی اور چلے گئے۔ اس میٹنگ میں کیا فیصلے ہوئے؟ اس بارے میں بتایا
گیا کہ بحرانی صورتِ حال پر غور کیا گیا، تاہم اصل صورتِ حال کچھ اور بتائی جاتی ہے۔ نو
بینکاروں کی طرف سے کے ایس ای کے دورہ کے بعد وزیراعظم شوکت عزیز نے کے ایس
ای کے ایم ڈی معین فدا، عقیل ڈھڈی، عارف حبیب، جہانگیر صدیقی، ناصر بخاری، طارق
اقبال ان اور ایس ای سی پی کے سربراہ طارق حسن کو طلب کیا اور ان سے کراچی سٹاک
ایکسچینج کو اس بحران سے نکالنے کے لئے رائے طلب کی لیکن یہ ذمہ دار بھی کوئی ایسا حل پیش
نہیں کر سکے جو چھوٹے سرمایہ کاروں کے حالات کو بہتر بناتے ہوئے انہیں مطمئن کر پاتا۔
شوکت عزیز کے اقتصادی مشیر ڈاکٹر سلمان شاہ نے تسلیم کیا کہ اس کریش میں 13 ارب ڈالر
(780 ارب روپے) کا نقصان ہوا۔ آزاد ذرائع کا تخمینہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔

کاروبار میں مندی، تیزی اور نفع و نقصان معمول کی چیزیں ہیں۔ فطری عوامل
کاروبار کو مثبت یا منفی طور پر متاثر کرتے ہیں لیکن کراچی اسٹاک ایکسچینج کا یہ کریش فطری

عوامل کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک مافیا کی لوٹ مار کے طے شدہ پروگرام کے عین مطابق پیدا کیا گیا
تھا۔ یہ سب کچھ اچانک نہیں بلکہ ایک شیطانی منصوبے کا نتیجہ تھا جس کا ذمہ دار سٹاک ایکسچینج
مافیا کراچی سٹاک ایکسچینج میں کام کرنے والے بروکروں کا ایک گروہ تھا۔ کراچی اسٹاک
ایکسچینج میں 200 کے قریب بروکرز رجسٹرڈ ہیں لیکن ان میں سے 156 فعال ہیں جن میں
سے بھی 15 بروکرز کو طاقتور اور بااثر سمجھا جاتا ہے۔ ان میں سے 5 بروکرز اتنے بااثر اور
بڑے تھے جو وہ ملک کی اس سب سے بڑی اسٹاک ایکسچینج کے 80 فیصد بزنس کو کنٹرول
کرتے اگر ان بروکرز کی تعداد 20 کر لی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ 20 بروکرز مجموعی طور
پر کراچی سٹاک ایکسچینج کے 90 فیصد سے زیادہ بزنس کو کنٹرول کرتے تھے۔ بروکر کا بنیادی
کام سرمایہ کاروں کے لئے حصص خریدنا اور فروخت کرنا ہوتا ہے۔ یہ خدمت مہیا کرنے کے
لئے وہ اپنی کمیشن لیتے ہیں لیکن کراچی اسٹاک ایکسچینج کے بروکرز غیر قانونی طور پر حصص
خریدتے اور فروخت کرتے ہیں۔ یہاں بروکرز کے گروپس کام کرتے ہیں۔ اپنی ساری
صلاحیتیں ملکی معیشت میں مثبت کردار ادا کرنے کی بجائے مال بنانے کے لئے استعمال
کرتے ہیں۔ قانون، اُصولوں اور ضابطوں کی کھلی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں اور چھوٹے
سرمایہ کاروں کے علاوہ ملکی مفادات کو بھی اپنے مفاد کی بھینٹ چڑھانے سے دریغ نہیں
کرتے۔ چونکہ اُن کے پاس سرمایہ موجود ہوتا ہے جس کے بل بوتے پر وہ قانون شکنی کرنا اپنا
حق سمجھتے ہیں۔ اعلیٰ ترین حکومتی شخصیات اور بروکروں کا یہ اتحاد ہے جسے اسٹاک ایکسچینج مافیا
کا نام دیا جاتا ہے۔ ان کا ایمان صرف اور صرف پیسہ ہوتا ہے۔ چاہے وہ جہاں سے بھی ملے
اور جس طرح بھی ملے۔

یہ مافیا اس حد تک طاقتور ہو چکا ہے کہ حکومت بھی ان کے خلاف کوئی کارروائی
نہیں کر سکتی۔ ان کی وجہ سے 5 لاکھ کے قریب چھوٹے سرمایہ کار سات ارب روپے سے
محروم ہو گئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عام لوگوں کی اتنی بڑی تعداد سٹاک ایکسچینج کے کاروبار میں
داخل ہو چکی تھی۔ دو سال پہلے ان سٹاک ہولڈرز کی تعداد ایک لاکھ سے بھی کم تھی۔ اب

Uploaded by HBC for
urdufans.com

صورت حال یہ ہے کہ ان کی تعداد 10 لاکھ سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ ان میں بڑی تعداد
نئے آنے والے چھوٹے سرمایہ کاروں کی ہے جنہوں نے سٹاک مارکیٹ کے غیر معمولی طور
پر تیز ہونے اور سرمایہ کاری کے مواقع نہ ہونے کی وجہ سے اس بزار کا رخ کیا۔ چونکہ عام
لوگوں کو قومی بچت کی سکیموں سے خاطر خواہ منافع نہیں مل رہا اس لئے انہیں شیئرز مارکیٹ
میں بھاری منافع نظر آیا اور انہوں نے غیر فطری طور پر زیادہ قیمت پر شیئرز خرید لئے۔ یہ
صورت حال شیئر فروخت کرنے والی بڑی کمپنیوں کے لئے بڑی فائدہ مند تھی۔ ایک تو شیئرز
کی قیمت میں بہت اضافہ ہو گیا تھا، دوسرا خریدار بھی بہت تھے۔ ان کمپنیوں نے شیئرز کی
قیمت میں دل کھول کر اضافہ کیا اور مارکیٹ میں سارے شیئرز فروخت کر دیئے۔ اصل کھیل
چند بڑے سرمایہ دار بروکروں نے کھیلا۔ انہوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت پہلے چند
شیئرز کی قیمتیں بالکل گرا دیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ چھوٹے سرمایہ کار گھبرا کر اور نقصان سے
بچنے کے لئے اپنے شیئرز فروخت کر دیں گے پھر قیمت ایک خاص سطح تک بڑھا دی جائے
گی اور پھر نئے سرمایہ کاروں کو مزید بڑھنے کا لالچ دے کر وہ شیئرز زیادہ قیمت پر فروخت کر
دیئے جائیں گے۔ سب کچھ اسی منصوبہ بندی کے تحت ہوا۔ پہلے شیئرز کی قیمتیں گھٹائی گئیں
اور پھر بڑھائی گئیں۔ بعد میں مزید بڑھنے کا لالچ دے کر یہ شیئرز فروخت کر دیئے گئے اور
پھر منصوبہ بندی کے تحت ان کی قیمتیں اس سطح تک گرا دی گئیں کہ چھوٹے سرمایہ کاروں سے
انہیں لینے کے لئے بھی کوئی تیار نہیں تھا کہ بڑے سرمایہ کاروں نے ملی بھگت سے حصص کی
قیمتیں بڑھا دیں اور پھر انہیں بیچ کر اپنا سرمایہ نکال لیا۔ بھاری قیمت پر یہ شیئرز عام آدمی
نے خرید لئے۔ چونکہ عام آدمی کاروباری ذہنیت سے محروم تھا۔ اس خرید سے قیمتیں مزید
بڑھیں اور پھر کریش کر گئیں۔ اس پورے بحران سے کراچی سٹاک ایکسچینج کے ماہر سٹہ بازوں
نے سات ارب روپے کمائے۔

دوران تفتیش ایک اہم کردار آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کارپوریشن (او جی ڈی
سی) کا سامنے آیا۔ بحران سے پہلے او جی ڈی سی کے شیئرز کی قیمتیں یکدم بڑھا دی گئی

تھیں۔ نومبر 2003ء تک حکومت نے او جی ڈی سی کے 107.5 ملین روپے کے صرف
پانچ فیصد شیئرز فروخت کے لئے پیش کئے تھے۔ 14 مارچ کو یہ انکشاف ہوا کہ او جی ڈی سی
کا ٹریڈنگ حجم 180.455 تک پہنچ گیا ہے۔ اس سے اگلے ہی روز کمپنی کے
167.773 ملین شیئرز فروخت ہو چکے تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ چند دنوں میں او جی
ڈی سی کے ایک ارب 40 کروڑ کے شیئرز 991 شیئرز ہولڈرز نے خریدے۔ ذرائع نے
بتایا کہ چھوٹے سرمایہ داروں کو سٹاک ایکسچینج کے کاروبار کی طرف راغب کرنے میں بروکریج
ہاؤسز نے اہم کردار ادا کیا۔ ان بروکرز نے خوبرو لڑکیوں کی خدمات حاصل کیں جنہوں نے
پورے کراچی میں عام لوگوں سے رابطے کر کے انہیں اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کی کہ
سب سے محفوظ سرمایہ کاری سٹاک ایکسچینج کی ہے لہٰذا وہ اس میں سرمایہ کاری کریں۔ مارچ
2005ء تک یہ سرمایہ کاری اربوں روپے تک پہنچ چکی تھی۔ بروکرز پیسے اور سرکاری اثر و
رسوخ کے استعمال سے ایسے جائزے شائع کرواتے اور حکمرانوں سے ایسے بیانات دلواتے
ہیں جن سے اسٹاک ایکسچینج میں مصنوعی تیزی کی فضا پیدا کی جائے۔ اس حوالے سے سابق
وزیر اعظم شوکت عزیز کے مشیر ڈاکٹر سلمان شاہ، خزانہ کے وزیر مملکت عمر ایوب خان،
پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی کے چیئرمین ریٹائرڈ میجر جنرل شہزادہ عالم ملک اور او جی ڈی
سی کو ذمہ دار قرار دیا گیا۔

کراچی اسٹاک ایکسچینج کا انڈیکس جب 8180 پوائنٹ تھا۔ اس میں مصنوعی
تیزی لانے کے لئے 24 فروری 2005ء کو ڈاکٹر سلمان شاہ نے یہ بیان دیا۔

"کراچی اسٹاک ایکسچینج کا انڈیکس بڑی تیزی سے 10 ہزار پوائنٹس تک پہنچ
جائے گا۔"

اسی طرح ریٹائرڈ میجر جنرل شہزادہ عالم ملک نے 11 مارچ کو یہ انکشاف کیا۔

"حکومت نے پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن کارپوریشن لمیٹڈ کی نکاری کے لئے
ریفرنس پرائس 2 ڈالر فی شیئر رکھ دی ہے۔ مندی کا کوئی امکان نہیں، تیزی کا رجحان برقرار

Uploaded by HBC for
urdufans.com

رہے گا۔"

بروکرز نے اس عرصے کے دوران سٹاک ایکسچینج کی مارکٹ میں آئل اینڈ گیس ڈیولپمنٹ کارپوریشن (OGDC) کے حوالے سے تیل اور گیس کے مزید بھاری ذخیرہ کی دریافت کی جھوٹی خبریں تیزی سے پھیلائیں۔ تاہم پٹرولیم کی وزارت، او جی ڈی سی کے احکام اور اسٹاک ایکسچینج کے ذمہ داروں کی طرف سے ان جھوٹی خبروں کی نہ تو تردید کی گئی اور نہ ہی اصل صورت حال پیش کی گئی۔ یہ سب ملی بھگت سے ہوا۔ ان بروکرز کو 1200 فیصد تک منافع ہوا۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کی مبالغہ آمیز خبریں بھی پھیلائی گئیں۔ اس فنکاری نے انتہائی تیزی کی مصنوعی فضا پیدا کردی جس کی وجہ سے کراچی اسٹاک ایکسچینج کا انڈیکس 4 ہزار پوائنٹ کے اضافے سے 10300 تک جا پہنچا۔ اب چونکہ سارا کھیل ان کے ہاتھ میں تھا اس لئے انہوں نے اپنے حصص مہنگے داموں فروخت کرنے کے بعد بدلہ فنانسنگ کے ذریعے جو روپیہ فراہم کیا تھا اسے یکدم واپس لینا شروع کردیا۔ اس کے ساتھ دیگر حربے بھی استعمال کئے جس کی وجہ سے اسٹاک ایکسچینج کریش کر گیا۔ اس کریش سے چھوٹے سرمایہ کاروں کے 780 ارب روپے کا سرمایہ ڈوب گیا۔ تاہم ڈوبنے والے اس سرمائے کا بڑا حصہ حکمرانوں اور بروکروں پر مشتمل مافیا کی جیبوں میں چلا گیا۔ یہ اتنا بڑا اسکینڈل تھا کہ اس سے کئی ہزار خاندان متاثر ہوئے۔ ملک بھر کے عوام میں بھی اشتعال پیدا ہوا اور مطالبہ کیا جانے لگا کہ اس سکینڈل کی تحقیقات کی کروا کر ذمہ داروں کو سزا دی جائے۔ حکومت نے بھی اس کا نوٹس لیا اور بالآخر Securities Exchange Commision of Pakistan (SECP) کے چیئرمین ڈاکٹر طارق حسن نے 12 اپریل 2005ء کو جسٹس ریٹائرڈ سلیم اختر کی سربراہی میں چار رکنی ٹاسک فورس قائم کردی۔ اس ٹاسک فورس کے دیگر ممبران ڈاکٹر محمد زبیر خان، ڈاکٹر شاہد کاردار اور مسٹر سلطان الانہ تھے۔ SECP کے سینئر افسر مسٹر عادل ندیم خان کو ٹاسک فورس کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ اس کے دائرہ کار (Terms of Refernce) میں مندرجہ ذیل 9 نکات شامل کئے گئے۔

1) کراچی، لاہور اور اسلام آباد اسٹاک ایکسچینجز میں یکم جنوری سے 31 مارچ 2005ء کے عرصہ میں پیدا ہونے والی صورت حال کی وجوہات کا تعین کیا جائے۔

2) اسٹاک ایکسچینج کے حالیہ واقعات برپا کرنے میں مارکیٹ کے مختلف شرکاء کار بشمول سرمایہ کاروں، بروکروں، بدلہ فنانسروں، بدلہ فنانس لینے والوں، مشترکہ فنڈز، بینکنگ کمپنیوں، نان بینکنگ مالیاتی اداروں، سرمایہ کار بنکوں اور ترقیاتی مالیاتی اداروں کے کردار کا تجزیہ کیا جائے لیکن یہ تجزیہ صرف انہی شرکاء کار تک محدود نہیں ہونا چاہئے۔

3) مارکیٹ کے استحصال کے بارے میں لگائے جانے والے الزامات Insider Trading اور مارکیٹ میں پائی جانے والی دوسری خرابیوں کی تفتیش کی جائے اور سرمایہ کاروں کے تحفظ کے لئے انتظامی اور عملی اصلاحات تجویز کی جائیں۔

4) بطور فرنٹ لائن ریگولیٹرز، کراچی، لاہور اور اسلام آباد اسٹاک ایکسچینجز، بطور APEX ریگولیٹر، SECP اور مارکیٹ کی حالیہ صورت حال میں دیگر سٹیک ہولڈرز کے کردار کا تجزیہ کیا جائے۔

5) سیکیورٹیز آفر کرنے والوں اور ان کے ایجنٹوں، میڈیا اور تحقیقاتی تجزیہ نگاروں سمیت مارکیٹ کے شراکت کاروں کی ہونے والی بحثوں کے اثرات کا جائزہ لے کر درست رپورٹنگ اور اطلاعات کی فراہمی کے لئے رہنما اُصولوں کی سفارش کی جائے۔

6) مارکیٹ کے شراکت کاروں (Stock Ecchanger, NCCP, CDC) کی نگرانی اور احتساب کے لئے انتظامی اور عملی اصلاحات کے لئے سفارشات مرتب کی جائیں۔

7) انتظامی طریقہ کار کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے مطلوبہ اقدامات تجویز کئے

Uploaded by HBC for urdufans.com

جائیں اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ یہ اقدامات خصوصی طور پر اس حوالے سے تجویز کئے جائیں کہ متعلقہ ادارہ ہنگامی بنیادوں پر مداخلت کرنے، نظام میں پائے جانے والے رسک (Risk) کو روکنے اور مارکیٹ کے استحکام کو فروغ دینے کے قابل ہو سکے۔

8) ٹاسک فورس کو ذیلی کمیٹیاں بنانے، دوسرے ممبر شامل کرنے، آڈیٹر اور چیئرمین کے تقرر، ضروری معلومات اور دستاویزات حاصل کرنے، مطلوبہ اشخاص کی حاضری کو یقینی بنانے، سٹاک ایکسچینجز، بروکرز اور مالی معاملات کے ٹائٹل کے آڈٹ کے علاوہ مارکیٹ کے حالیہ بحران پر اثر انداز ہونے والے کسی بھی معاملے کی تفتیش کرنے کا اختیار ہوگا۔

9) ٹاسک فورس اپنا مینڈیٹ مکمل کرنے کے لئے جیسے چاہے اقدامات کرے اور وہ کسی بھی طرح کے اختیارات استعمال کرنا چاہے وہ سب اسے حاصل ہوں گے۔

ٹاسک فورس نے 15 اپریل سے 23 جون 2005ء تک اسلام آباد، کراچی اور لاہور میں اداروں کے سربراہوں، کمیشن ایجنٹس، اسٹاک ایکسچینجز کے عہدیداروں، سرمایہ کاروں اور ماہرین سے تفصیلی ملاقاتیں کیں اور حقائق کا کھوج لگانے کی کوشش کی۔ 2 جولائی 2005ء کو جسٹس سلیم اختر کی ٹاسک فورس نے 86 صفحات پر مشتمل اپنی معلومات کی رپورٹ SECP کے چیئرمین کو پیش کر دی جسے عوام کے مفاد کے لئے انہوں نے اگست 2005ء کے دوران نہ صرف میڈیا کو جاری کر دیا بلکہ اسے SECP کی ویب سائٹ پر بھی دے دیا۔ ٹاسک فورس کی رپورٹ میں جو حقائق سامنے آئے ان انتہائی شرمناک تھے اور بتاتے تھے کہ چند طاقتور بروکرز نے حکمرانوں اور بعض سینئر افسروں کی کرپشن اور ملی بھگت سے اسٹاک ایکسچینجز کو مکمل طور پر یرغمال بنا رکھا ہے۔ سٹاک ایکسچینج کا کاروبار کالا دھن سفید کرنے کا ذریعہ بن چکا ہے، یہ بروکرز اقتدار کے کھیل میں بھی کردار ادا

کرتے ہیں، بدلہ فنانسنگ کے ذریعے یہ لوگ مال بھی بناتے ہیں اور مارکیٹ کے کریش ہونے کا راستہ بھی ہموار کرتے ہیں۔ وہ ریکارڈ بھی نہیں رکھتے، خود ہی شیئر خریدتے اور فروخت کرتے ہیں۔

ٹاسک فورس نے اس حوالے سے سات بڑے بروکروں کو نامزد کیا جو کریش کے ذمہ دار تھے اور انہوں نے ملی بھگت سے چھوٹے سرمایہ کاروں کی جیبوں سے اربوں روپے نکلوائے اور ہڑپ کر گئے۔

ٹاسک فورس SECP کو دیگر سفارشات کے علاوہ مذکورہ بروکرز کو قید و جرمانے سمیت سخت سزائیں دینے کے لئے قانون سازی کی سفارش کی۔ اس کے علاوہ سفارش کی گئی کہ عادی مجرموں کو ہمیشہ کے لئے بلیک لسٹ کیا جائے، اسٹاک ایکسچینج کی سربراہی کو بروکرز سے محفوظ رکھنے کا انتظام کیا جائے، کاروبار کا باقاعدہ ریکارڈ رکھنے کو یقینی بنایا جائے، بدلہ فنانسنگ کی جگہ بہتر نظام لایا جائے، اسٹاک ایکسچینجز کے کاروبار کو مسلمہ بین الاقوامی ضابطوں کے مطابق درست کرنے اور مالی اُمور سے متعلق Forensic Experts کے ذریعے تفصیلی انکوائری کرانے کی سفارشات بھی کیں۔ ڈاکٹر طارق حسن نے ٹاسک فورس کی اس رپورٹ کو منظور کر کے اس پر عملدرآمد شروع کر دیا لیکن انہیں اس پر عملدرآمد کروانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے مشکلات کے باوجود سٹاک ایکسچینجز بورڈ کے چیئرمین کے لئے نان بروکرز ممبر کا راستہ ہموار کیا، بدلہ فنانسنگ کو Continuous Funding System (CFS) کے ذریعے مرحلہ وار تبدیلی (Replace) کرنے کا کام بھی شروع کیا۔ اس بات کا انتظام بھی کیا کہ غلط خبروں اور افواہوں کے ذریعے مارکیٹ میں مصنوعی تیزی پیدا نہ کی جا سکے۔ انہوں نے مجرموں کو قید اور بھاری جرمانوں کی سزائیں دلانے کے لئے قانون کا مسودہ بنا کر وزارت خزانہ کو بھیج دیا۔ کمیشن کے بورڈ سے Foresnic Audit کے لئے ماہرین کی ٹیم مقرر کرنے کی اجازت بھی حاصل کر لی۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ڈاکٹر طارق حسن کے یہ اقدامات جاری تھے کہ ادھر پبلک اکاؤنٹس کمیٹی اور مالیاتی اُمور پر سینیٹ اور قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹیوں نے بھی مارچ 2005ء کے کریش کا نوٹس لے لیا اور مختلف تاریخوں پر SECP کے چیئرمین کو طلب کر لیا۔ ڈاکٹر طارق حسن نے 2 اپریل 2005ء کو پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے سامنے مارچ 2005ء کے بحران اور متعلقہ حکام کی طرف سے کیے جانے والے اقدامات کے بارے میں تحریری بیان پیش کیا۔ انہیں قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹی کے سامنے بھی پیش ہونا پڑا اور بحران سے نمٹنے کے لیے SECP کی طرف سے ٹاسک فورس کی سفارشات کی روشنی میں اُٹھائے جانے والے اقدامات اور سٹاک مارکیٹ کی صورتِ حال پر الگ الگ دو تحریری بیانات ریکارڈ پر رکھے۔ انہوں نے 12 ستمبر اور 20 ستمبر 2005ء کو سینیٹ کمیٹی کے سامنے بھی مارچ 2005ء کے کریش کے جائزے کے بارے میں اور ٹاسک فورس کی رپورٹ کی روشنی میں SECP کی طرف سے کیے جانے والے عملی اقدامات کے بارے میں اپنے تحریر بیانات پڑھ کر سنائے اور ریکارڈ کے لئے سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین کے حوالے کیے۔

یہ وہ وقت تھا جب بروکرز مافیا کو خطرہ محسوس ہوا اور انہوں نے پہلی بار اپنے بچاؤ کے لئے اس بارے میں سوچنا شروع کیا۔ ان طاقتور بروکرز نے چیئرمین SECP ڈاکٹر طارق حسن کو برطرف کروانے کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ ان بروکرز نے اپنے سرپرستوں کا دروازہ بجایا اور ان پر دباؤ ڈالا کہ ڈاکٹر طارق حسن کو تبدیل کیا جائے۔ ان بروکرز کے دباؤ کے نتیجے میں ڈاکٹر سلمان شاہ اور عمر ایوب خان نے بالخصوص چیئرمین پر دباؤ ڈالنا شروع کیا جس پر انہوں نے 20 جولائی 2005ء کو اس وقت کے وزیراعظم شوکت عزیز کے نام چار صفحات پر مشتمل تفصیلی خط لکھا۔ اس خط کے چوتھے، چھٹے اور ساتویں پیرا گراف میں انہوں نے بتایا کہ بدلہ فنانسنگ (جو مافیا کے مفادات کے حصول کا ایک انتہائی مؤثر ہتھیار تھا) کو مرحلہ وار ختم کرنے کے راستے میں خزانہ کے اس وقت کے وزیر مملکت عمر ایوب اور مشیر ڈاکٹر سلمان شاہ براہِ راست رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں جس کی وجہ سے

پورے انویسٹمنٹ کمیشن آف پاکستان کی طرف سے اصلاحات کے جاری عمل کو سنگین خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ انہوں نے درخواست کی کہ شوکت عزیز بطور وزیراعظم اور وزیر خزانہ ان کی مدد کریں۔ ڈاکٹر طارق حسن نے 4 اگست 2005ء کو شوکت عزیز کے نام ایک اور خط لکھا جس میں کہا کہ یہ وزیراعظم کے مشورے پر ہی بدلہ فنانسنگ کو مرحلہ وار ختم کرنے کے عمل کو عارضی طور پر نہ صرف منجمد کر دیا تھا بلکہ اسے محدود پیمانے پر Roll Back بھی کر دیا تھا لیکن اب وزیراعظم کے مشیر (ڈاکٹر سلمان شاہ) مزید بہت کچھ کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں جو ان کے نزدیک ''کیپٹل مارکیٹ ریفارمز'' کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا۔ یہ تفصیل بتا کر انہوں نے وزیراعظم سے کہا کہ ان حالات میں ان کے لئے کام جاری رکھنا ممکن نہیں۔ اس لئے میں اپنے عہدے سے استعفیٰ دینا چاہتا ہوں۔ اس خط کے بعد شوکت عزیز نے ڈاکٹر طارق حسن کو بلایا اور کہا کہ ہمیں آپ کی صلاحیتوں پر اعتماد ہے اور آپ کی خدمات کا بھی اعتراف کرتے ہیں لیکن فی الحال آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ چار ماہ بعد یعنی 9 جنوری 2006ء کو ڈاکٹر طارق حسن نے شوکت عزیز کو دو صفحات کا ایک تیسرا خط لکھا۔ جس میں انہوں نے کہا کہ جب ''بدلہ فنانسنگ'' کے جھگڑے پر 4 اگست 2005ء کو ان کے نام خط کے ذریعے انہوں نے مستعفی ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی تو شوکت عزیز نے ان کی صلاحیتوں پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہیں استعفیٰ دینے سے منع کر دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس وقت بدلہ فنانسنگ کی جگہ (Continuous Funding System CFS) متعارف کرانے پر رضامندی کا اظہار بھی کیا تھا لیکن حالیہ ایک میٹنگ میں، میں Market Players (بروکرز) کے ساتھ اچھے تعلقات قائم نہیں رکھ سکا۔ آپ نے غیر متوقع طور پر مجھ سے چیئرمین SECP کے عہدے سے استعفیٰ مانگ لیا۔ آپ کی خواہش پر میں آپ کے پرنسپل سیکرٹری مسٹر جاوید صادق ملک سے آج سہ پہر (9 جنوری 2006ء) کو ملا اور ان سے تفصیل سے تبادلہ خیال کیا۔ میں نے انہیں یہ کہا کہ مجھے عید کے دنوں میں اپنی فیملی کے ساتھ مشاورت کرنے کا موقع دیا جائے لیکن انہوں نے مجھے بتایا کہ وزیراعظم

Uploaded by HBC for urdufans.com

نے میری یہ درخواست منظور نہیں کی اور کہا ہے کہ میں آج شام تک استعفیٰ دے دوں اور اس کے ساتھ ہی مجھے وزیر اعظم کے قانونی مشیر کے عہدے پر تقرری کی پیشکش بھی کی گئی ہے۔ میں نے پہلے اُصولوں کی روشنی میں مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا تھا اور اب اُصول کی بنیاد پر ہی استعفیٰ نہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں قانونی مشیر کا عہدہ بھی قبول نہیں کر سکتا۔ مناسب ہوگا کہ وزیر اعظم یا تو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں یا تفصیل سے مجھے اپنا موقف بیان کرنے کا موقع دیں۔"

شوکت عزیز نے 12 جنوری 2006ء کو عید کی چھٹیوں کے دوران فنانس ڈویژن کا دفتر کھلوایا اور اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے ڈاکٹر طارق حسن کو چیئرمین کے عہدے سے ہٹانے اور مسٹر رضی الرحمٰن خان کو چیئرمین مقرر کرنے کا نوٹیفکیشن جاری کروادیا۔ اس طرح شوکت عزیز بھی بروکروں کے سرپرست بن گئے۔ ان کے اس اقدام سے بروکروں کو چھوٹے سرمایہ کاروں کو مزید استحصال کا موقع مل گیا اور اس طرح SECP کی اصلاحات کھوہ کھاتے چلی گئیں۔ ڈاکٹر طارق حسن کی برطرفی کے تین ماہ بعد 17 اپریل 2006ء کو کراچی سٹاک ایکسچینج کریش ہونے کا عمل دوبارہ شروع ہوگیا اور 31 مئی 2006ء ٹھیک 45 دن کے اندر انڈیکس 12,273 پوائنٹس سے 9800 پوائنٹس تک گر گیا، جس کی وجہ سے ایک بار پھر لوگوں کے 600 ارب روپے ڈوب گئے۔ اس طرح مارچ 2005ء سے مئی 2006ء میں سرمایہ کاروں کے مجموعی طور پر 1380 ارب روپے ڈوب گئے۔

یہ بحران قدرتی نقصان نہیں تھا بلکہ بروکرز اور ان کے سرپرستوں کے لوٹ مار کے طے شدہ پروگرام کے عین مطابق پیدا کیا گیا تھا۔ 180 ارب روپے کا بڑا حصہ بڑے بروکرز اور ان کے سرپرست حکمرانوں اور افسروں کی جیب میں چلا گیا۔ مئی 2006ء کے اس کریش نے 2005ء کے کریش کی یاد پھر سے تازہ کردی اور لوگوں نے بے ساختہ اس کا ذمہ دار اس وقت کے وزیر اعظم شوکت عزیز اور ان کی ٹیم کو قرار دیا۔ ان کے نزدیک ڈاکٹر

طارق حسن کو SECP کے چیئرمین کے عہدے سے نہ ہٹایا جاتا اور ان کی طرف سے جاری اصلاحات نافذ ہو جاتیں تو دوبارہ اس بری طرح سٹاک ایکسچینج کریش نہ ہوتا۔ یہ وہ وقت تھا جب مارچ 2005ء کے کریش کی تمام تفصیلات بھی سامنے آچکی تھیں اور اس کے ذمہ دار کردار قوم کے سامنے بے نقاب ہو چکے تھے، ان کے پاس اپنی صفائی میں پیش کرنے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اس موقع پر منظر نامے میں ایک انٹری ہوئی اور صدر پرویز مشرف اپنے امپورٹڈ وزیر اعظم اور ان کی ٹیم کے دفاع کے لئے میدان میں اُترے۔ انہوں نے 12 جولائی 2006ء کو بزنس پلس ٹی وی کے ساتھ انٹرویو میں مئی 2006ء کے کریش کی بات کرنے اور اس کے ذمہ داروں کا نام بتانے کے بجائے مارچ 2005ء کے کریش کا ذکر کیا اور اس کی ساری ذمہ داری ڈاکٹر طارق حسن پر ڈال دی اور یہ تاریخی جملہ کہا۔

"میں نے ذاتی طور پر انہیں ڈسمس کرنے کے لئے کہا تھا۔"

بزنس پلس کے حوالے سے ان کا یہ مؤقف قومی اور بین الاقوامی میڈیا میں شائع ہوا۔ اس کے ساتھ ہی ڈاکٹر طارق حسن کی نگرانی کی جانے لگی اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب ان کی گرفتاری کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ بروکرز مافیا سمجھتا تھا کہ انہوں نے ڈاکٹر طارق حسن کی برطرف تو کروادیا ہے لیکن ان کی پیش کردہ رپورٹ ان کے لئے کسی بھی خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس رپورٹ کو تبدیل کروانے کی منصوبہ بندی شروع کردی۔ منصوبے کے مطابق انہوں نے ٹاسک فورس کی سفارش کی روشنی میں سابق چیئرمین کی طرف سے Forensic inquiry team کے تقرر کے لئے کمیشن کی منظوری کو اپنے حق میں Exploit کرنے کا راستہ ہموار کیا۔

اس مقصد کے لئے سابقہ چیئرمین کی مقرر کردہ ٹیم کی بجائے اپنے من پسند افراد پر مشتمل ٹیم تیار کی گئی جنہیں بدلہ فنانسنگ کا پتا ہی نہیں تھا۔ اس ٹیم کو ایسا پاکستانی آڈیٹر یا گائیڈ بھی مہیا نہ کیا گیا جو بدلہ سسٹم اور مقامی طور پر طریقوں (Practices) سے اچھی طرح آگاہ ہوتا اور اس ٹیم کی رہنمائی کرتا۔ اسی لئے ان غیر ملکیوں کو بدلہ فنانسنگ اور مقامی طور

Uploaded by HBC for urdufans.com

طریقوں کو سمجھنے میں بہت زیادہ وقت لگ گیا۔ Forensic Inquiry Team کو تبدیل کرنے اور اس کے TSECP کی Erms of Refernce کو محدود کرنے پر احتجاج کرتے ہوئے SECP کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر سیکورٹیز مارکیٹ نے استعفیٰ دے دیا۔ ان Froensec Auditors کو نامکمل حقائق اور اعداد و شمار (Data) پیش کیا گیا جس کا اظہار ان کی رپورٹ میں شام طویل اور بے شمار حاشیوں (Foot Notes) سے ہوتا ہے۔ اس نام نہاد Forensic Team نے مافیا کے منصوبے کے مطابق اپنی عبوری رپورٹ میں ٹاسک فوری کی رپورٹ کو Speculative یعنی قیاس پر مبنی قرار دے کر گویا مسترد کر دیا اور اس طرح بروکرز کو بچا لیا۔ ملک بھر کے ماہرین اور سٹاک ایکسچینج پر نظر رکھنے والوں کے نزدیک ڈاکٹر طارق حسن کی سربراہی میں قائم کیے جانے والے ٹاسک فورس کی رپورٹ انتہائی جامع تھی اور Forensic Team کی رپورٹ بے وقعت تھی۔ قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹی نے بھی اس امر کا نوٹس لیا۔ رُکن قومی اسمبلی سردار ایاز صادق اور لیاقت بلوچ سمیت قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹی کے ارکان کی اکثریت نے اس عبوری رپورٹ کو مٹی ڈالنے کی مشق قرار دیا جس کا مقصد بروکروں اور ان کے سرپرستوں کو بچانا تھا۔

قومی اسمبلی کی سٹینڈنگ کمیٹی میں ایک بار پھر ڈاکٹر طارق حسن کو 7 جولائی 2006ء کو طلب کیا گیا انہوں نے سٹاک مارکیٹ کی صورتِ حال 270 صفحات پر مشتمل وائٹ پیپر سٹینڈنگ کمیٹی کو پیش کر دیا اور اس کی ایک ایک نقل تمام ممبران کے حوالے کر دی۔

ٹاسک فورس کمیٹی کی رپورٹ اور وائٹ پیپر نہایت اہم دستاویزات ہیں۔ ان دستاویزات نے کرپشن کے ذمہ دار ملزموں اور مجرموں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ ان دستاویزات کی روشنی میں اپوزیشن نے تحریک التواء کے ذریعے یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں اُٹھانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے 12 اگست 2006ء کو اس مسئلے پر وزیراعظم شوکت عزیز، ڈاکٹر سلمان شاہ اور وزیر مملکت عمر ایوب خان کے خلاف نیب میں ریفرنس دائر کیا لیکن نیب نے اس ریفرنس کو اس بنیاد سے سرد خانے میں ڈال دیا ہے کہ اس میں نہ صرف اس

وقت کے وزیراعظم شوکت عزیز سمیت صدر پرویز مشرف کی ٹیم کے لوگوں پر الزام آ رہا تھا۔ پرویز مشرف اور شوکت عزیز بھی اس کی زد میں آتے تھے۔ افسوس اس کے بعد پیپلز پارٹی نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

صدر صاحب کے دور ہی میں پی ٹی سی ایل، گوادر، حبیب بنک، کے ای سی، پاکستان ریلوے سیکنڈل، شوگر سیکنڈل وغیرہ نے بھی خاصی شہرت کمائی جن کا تفصیلی ذکر یہاں ممکن نہیں۔ اس ضمن میں ریلوے بھی ایک جرنیل کو سونپی گئی جنہوں نے یہاں دھاندلی کے ریکارڈ قائم کر دیئے۔ اس کیس کی مسلم لیگ ن کے ترجمان اور جنرل صاحب کے زیر عتاب صدیق الفاروق نے پیروی کی جس کی انہیں بہت قیمت بھی ادا کرنی پڑی۔

مسلم لیگ (ن) کے ترجمان صدیق الفاروق کے دو خطوط حاضر ہیں جن سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ معاملات کہاں تک بگڑ چکے تھے، ملاحظہ کریں۔ صدیق الفاروق صاحب کے نیب کے چیئرمین کو لکھے دو خطوط۔

نیب کے چیئرمین نے صدیق الفاروق کے لیفٹیننٹ جنرل (ر) جاوید اشرف قاضی پر الزامات پر مبنی یہ خط یہ ریفرنس اپنے ادارے کے ڈائریکٹر انوسٹی گیشن اینڈ انکوائری جس ریٹائرڈ ایئر کموڈور نیر قیوم خواجہ کو بھیج دیا۔ قیوم خواجہ نے صدیق الفاروق کو تین مختلف تاریخوں میں اپنے دفتر میں طلب کیا اور انہیں ریفرنس میں لگائے گئے الزامات کے بارے میں ثبوت پیش کرنے کے لئے کہا۔ صدیق الفاروق نے یہ ثبوت نیب کے ڈائریکٹر آئی اینڈ آئی کو 15 نومبر 2002ء کو درج ذیل خط کی صورت میں پیش کئے۔ اس خط کا متن یہ ہے۔

بخدمت چیئرمین نیب لیفٹیننٹ جنرل منیر حفیظ صاحب

بوساطت

ائیر کموڈور نیر کیو خواجہ ڈائریکٹر آئی اینڈ آئی اسلام آباد

عنوان: وزیر ریلوے اور دیگر افسران کے خلاف انکوائری

بحوالہ: شکایت بتاریخ 26 اکتوبر 2002ء

Uploaded by HBC for
urdufans.com

1970ء میں جرمنی سے ٹیکنالوجی ٹرانسفر کے معاہدے کے تحت اسلام آباد میں ریلوے کیرج فیکٹری قائم کی گئی۔ اس وقت سے یہ فیکٹری پاکستان کی ضرورت کے لئے بین الاقوامی معیار کی ریلوے کوچز (COACHES) تیار کر رہی ہے۔ یہ فیکٹری اس وقت اس میں کم از کم 120 کوچز سالانہ بنا سکتی ہے۔ اس کیرج فیکٹری کی گنجائش بڑھائی بھی جا سکتی ہے۔

ریلوے ماہرین کے مطابق ڈائریکٹ لیبر اور ڈائریکٹ میٹریل کی بنیاد پر اب بھی ایک اعلیٰ کوچ 30 لاکھ روپے میں بن سکتی ہے لیکن پراوور ہیڈ چارجز اور سٹور چارجز ڈالنے کے بعد اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ 29 جون 2001ء کو پاکستان آرمی کے ساتھ 5 فرسٹ کلاس سلیپر اور ایک کچن کوچ سپلائی کرنے کا معاہدہ کیا گیا۔ فرسٹ کلاس سلیپر کوچ کی قیمت 71 لاکھ 47 ہزار 826 روپے طے پائی جبکہ کچن کوچ کی قیمت 46 لاکھ 95 ہزار 642 روپے مقرر ہوئی۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان ریلوے کو بوگیاں درآمد کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ جاوید اشرف قاضی 28 اکتوبر کو اے آر وائی ڈیجیٹل کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ اعتراف کیا۔

"چین نے وزیر اعظم محمد نواز شریف کو ان کے دورہ چین کے دوران ریلوے بوگیاں فروخت کرنے کی پیشکش کی تھی لیکن انہوں نے یہ پیشکش قبول نہ کی۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس وقت کے وزیر اعظم کو اچھی طرح معلوم تھا کہ کیرج فیکٹری اسلام آباد بین الاقوامی معیار کی بوگیاں کئی گنا کم قیمت پر بنا رہی ہے۔"

ان کے اعتراف کے باوجود چین سے ریلوے کوچز منگوائی گئیں اور اس میں بھاری کمیشن کھایا گیا۔ لوٹ مار کے اس کھیل میں کوئی پیچھے نہ رہا۔

8 نومبر 2001ء کو چین کے ساتھ 175 ریلوے کوچز کا معاہدہ کیا گیا۔ اس معاہدے کے مطابق 40 کوچز براہ راست چین سے درآمد ہو رہی ہیں اور باقی 135

ریلوے کیرج فیکٹری اسلام آباد میں بنائی جائیں گی۔ معاہدے کے مطابق فرسٹ کلاس سلیپر کی درآمدی قیمت 5 لاکھ 71 ہزار 914 ڈالر (3 کروڑ 45 ہزار روپے) مقرر کی گئی۔ کیرج فیکٹری میں بننے والی فرسٹ کلاس سلیپر کوچ کی لاگت میں چین سے درآمد ہونے والی فرسٹ کلاس سلیپر سے کہیں زیادہ بہتر تھے۔ اس کے باوجود چین سے درآمد شدہ کوچ کی قیمت پاکستانی کوچز کی قیمت سے تقریباً 5 گنا زیادہ رکھی گئی۔ اس طرح ایک کوچ پر پاکستان کو 2 کروڑ 63 لاکھ کا نقصان ہوا۔ اس معاہدے سے پاکستان کو مجموعی طور پر 3 ارب روپے سے زیادہ نقصان اُٹھانا پڑ رہا ہے۔

ان چینی کوچز کے حق میں حکومتی سطح پر ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ چین نے اس منصوبے کے لئے قرضہ فراہم کیا ہے اور چونکہ ریلوے یا حکومت کے پاس پیسے نہیں تھے اس لئے ہم نے معاہدہ کیا۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ معاہدے کے مطابق ہم نے ساڑھے بارہ فیصد کے حساب سے 9 کروڑ 18 لاکھ 90 ہزار ڈالر کے اس ڈاؤن پیمنٹ کے طور پر 69 کروڑ 49 لاکھ 18 ہزار 140 روپے چین کو ادا کر دیئے گئے۔ 70 کروڑ روپے کی اس رقم سے ہم کیرج فیکٹری اسلام آباد میں ایک سال کے اندر ایک سو سے زیادہ کوچز بنا سکتے ہیں۔ گویا ہم ہر مہینے کم از کم 8 کوچز بنا کر انہیں پٹڑی پر ڈال سکتے ہیں جس سے پاکستان ریلوے کو آمدنی ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ وزارت خزانہ کے حکم پر پاکستانی بینکوں نے ہی پی آئی اے کو 47 ارب روپے کا قرضہ دیا ہے۔ وزارت خزانہ پاکستان ریلوے کو بھی اسی طرح قرضہ دلوا سکتی تھی۔

چین سے جب 14 کوچز کی پہلی کھیپ پاکستان پہنچی تو انہیں چلانے کے لئے ریلوے اسٹیشنوں کے پلیٹ فارم توڑنے پڑے کیونکہ یہ بوگیاں درآمد کرنے کا یہ معاہدہ انتہائی عجلت میں کیا گیا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ اس سوال کا جواب اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کہ اس معاہدے کے ساتھ بعض پاکستانی حکام کے ذاتی مفادات وابستہ تھے اور ان حکام کے سربراہ بہر حال وزیر ریلوے ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل جاوید اشرف قاضی تھے۔ یہی وجہ ہے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کہ وہ آج تک اس معاہدے کا دفاع کرتے چلے آرہے ہیں۔ میں اس دستاویز کے ساتھ معاہدے کا Annexure-A-1، Annexure-B اور پانچ فرسٹ کلاس سکیچ کورٹ اور ایک کچن کوچ کے معاہدے کے متعلقہ نقول پیش کر رہا ہوں۔ یہاں میں ایک بار پھر گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک سٹنگ منسٹر، سٹنگ فیڈرل سیکرٹری اور سٹنگ جنرل منیجر کے خلاف شہادت دینے کے لئے گواہوں کا آنا ناممکن ہے۔ یہ لوگ نوکریوں سے نکالے جانے اور دیگر حربوں کے خوف سے ان لوگوں کے خلاف گواہی دینے نہیں آئیں گے۔ اب تک متعلقہ معاملات کا ریکارڈ غالباً نیب نے قبضے میں نہیں لیا۔ میری گزارش ہے کہ متعلقہ ریکارڈ فی الفور قبضے میں لیا جائے اور ایک ایک مصدقہ نقل مجھے بھی دی جائے تاکہ میں قانون اور آڈٹ کے ماہرین کے ذریعے نیب کی مدد کرسکوں۔ اگر متعلقہ لوگوں کو اپنے عہدوں سے ہٹایا نہ گیا اور اسی کیفیت میں انکوائری جاری رکھی گئی تو انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوسکیں گے۔ اس لئے ایسی انکوائری پر اعتماد کرنا بھی مشکل ہوگا۔ ضروری ہے کہ جن لوگوں کے خلاف شکایت ہے انہیں اگر فی الفور گرفتار نہیں کیا جاتا تو معطل ضرور کیا جائے تاکہ ان کے خلاف شہادتیں پیش کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ وزیر ریلوے کی کرپشن وائٹ کالر کرائم کے زمرے میں آتی ہے۔ یہ نیب کے لئے ٹیسٹ کیس ہے۔ پوری قوم اور دُنیا کی نظریں اس کیس پر لگی ہوئی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس انکوائری کو زیادہ غیر جانبدارانہ اور ٹرانسپیرنٹ انداز میں چلایا جائے۔

پیشگی شکریہ!

خاکسار محمد صدیق الفاروق

اس کے بعد صدیق الفاروق نے چیئرمین نیب کو ایک اور خط لکھا جس میں ریلوے کی قیمتی اراضی کوکوڑیوں کے بھاؤ دیئے جانے کے بارے میں شواہد پیش کئے گئے۔

2 دسمبر 2002ء

محترم لیفٹیننٹ جنرل منیر حفیظ صاحب چیئرمین قومی احتساب بیورو، اسلام آباد

بوساطت ائیر کموڈور ریٹائرڈ نیر کیو خواجہ ڈائریکٹر آئی اینڈ آئی نیب اسلام آباد

بحوالہ: ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل جاوید اشرف قاضی کے خلاف شکایت مورخہ 26 اکتوبر 2002ء

جناب عالی!

پنجاب ریونیو بورڈ سے لیز پر حاصل کردہ 1141 ایکڑ پرائم لینڈ پاکستان ریلوے نے یکم ستمبر 2001ء کو کمرشل بنیادوں پر تین کمپنیوں کو 49 سال کی لیز پر دے دی تھی۔ اس سودے کو مخصوص مقاصد کے حصول کے لئے مشکوک سودا قرار دیتے ہوئے ہر طرف سے اعتراضات آئے۔ کسی سودے، فیصلے یا اقدام کو مشکوک اور مخصوص مفادات کے تابع قرار دینے کے لئے تین عوام ثابت کرنا ضروری ہوتے ہیں۔

1) کیا زیر نظر سودا فیصلہ یا اقدام بدنیتی پر مبنی ہے؟

2) کیا زیر نظر سودے، فیصلے یا اقدام کے لئے قانون اور متعلقہ روکز کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

3) کیا زیر نظر سودے، فیصلے یا اقدام کے نتیجے میں کسی کمپنی یا شخصیت کو فائدہ پہنچانے کے لئے دوسرے ادارے یا پارٹی کو مالی نقصان پہنچایا گیا ہے؟

یہ تین باتیں یا ان میں سے کم از کم دو باتیں ثابت ہوجائیں تو اس امر میں شک نہیں رہتا کہ متعلقہ سودے میں کرپشن کی گئی ہے۔ ہم سب سے پہلے کنال بنک روڈ لاہور کے ساتھ واقع 1141 ایکڑ زمین کے سودے میں بدنیتی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بدنیتی:

1) اس قسم کے تمام سودے پرائیویٹائزیشن کمیشن کرتا ہے لیکن اس سودے میں پرائیویٹائزیشن کمیشن کو مخصوص مفادات کے تحت جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا کیونکہ اگر یہ سودا پرائیویٹائزیشن کمیشن کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچتا تو اس مفادات پورے نہیں ہوسکتے تھے۔ اس طرح پرائیویٹائزیشن کو نظر انداز کرنے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

1365-2002

اس جواب کے مطابق ریلوے حکام یہ کہتے ہیں کہ ہم متعلقہ زمین کے جائز مالک ہیں اور یہ زمین چیف ایگزیکٹو کی ہدایت کے مطابق لیز پر دی گئی ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ریلوے حکام نے اس وقت چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کا نام مبینہ طور پر اپنے مفادات کے لئے استعمال کیا ہے۔ لہٰذا ہمارا مطالبہ ہے کہ اس مسئلے کی الگ سے تحقیق کی جائے۔

(2) ایسے کسی منصوبے پر عملدرآمد کے لئے متعلقہ شعبے کے ماہرین سے فیزیبلٹی رپورٹ کروانی ضروری ہوتی ہے لیکن اس کی فیزیبلٹی تیار نہیں کرائی گئی۔ اس طرح بھی قانونی حدود سے تجاوز کیا گیا۔ ظاہر ہے یہ خلاف ورزی بھی مخصوص مفادات کے حصول کے لئے ہی کی گئی۔

(3) اس سودے میں ٹینڈر کے سارے طریق کار کی قانونی حیثیت کو نظر انداز کیا گیا اور ٹینڈر کھولنے کے بعد اس کی شرائط تبدیل کر دی گئیں۔ ظاہر ہے اس تبدیلی میں بھی رولز کی خلاف ورزی کے علاوہ بدنیتی کی گئی۔ مالی نقصان لاہور کے علاقے پیکو روڈ پر واقع ریلوے کی زمین کے بارے میں پاکستان ریلوے کے جنرل منیجر جناب اقبال صمد خان نے 8 جنوری 2000ء کو فرمایا۔

اس کی مارکیٹ قیمت ساڑھے تین لاکھ روپے فی مرلہ یعنی 70 لاکھ روپے فی کنال ہے اور ہم یہ زمین مزید لیز پر دینے کے لئے اس قیمت کا 15 فیصد سالانہ بطور لیز فیس وصول کریں گے۔ اس قیمت کو اگر بنیاد بنایا جائے تو لاہور کینال روڈ پر واقع 1128 کنال زمین کی قیمت 7 ارب 89 کروڑ روپے بنتی ہے اور اس کا 15 فیصد حصہ 1 ارب 18 کروڑ روپے سالانہ بنتا ہے۔ سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن صاحب نے گالف کورس کی کم از کم مارکیٹ ویلیو 30 لاکھ روپے فی کنال قرار دی ہے۔ جبکہ لوکل مارکیٹ اس زمین کی قیمت 30 سے 40 لاکھ روپے فی کنال قرار دیتی ہے۔

والے کی بدنیتی ثابت ہوگئی۔

(2) اس سودے سے محکمہ ریلوے کے چیف فنانشل ایڈوائزر اور اکاؤنٹس آفیسر کو بے خبر رکھا گیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ سودا کرنے میں دلچسپی رکھنے والوں کو ان کی رائے سے اپنے مفادات پر زد پڑنے کا احتمال تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنائیت کی خرابی کی بنا پر ان افسروں کی انتہائی اہم ناگزیر رائے نہ لی۔ اس اقدام سے بھی ان کا حریصانہ مزاج اور بدنیتی ظاہر ہوگئی۔

(3) ریلوے آفیسرز کالونی کی 138 ایکڑ زمین کو اشتہار میں جان بوجھ کر شامل نہیں کیا گیا۔ یہ اقدام بھی بدنیتی ثابت کرتا ہے۔

(4) اگر عالمی معیار کے گولف کورس کے ذریعے ریلوے کو زیادہ سے زیادہ مالی فائدہ پہنچانا مقصود تھا تو اس کو بین الاقوامی سطح پر مشتہر کرنا ضروری تھا لیکن ایسا نہیں کیا گیا جس سے بدنیتی ثابت ہوتی ہے۔

رولز کی خلاف ورزی:

(1) یہ زمین پنجاب ریونیو بورڈ کی ملکیت تھی۔ اس نے ایک خاص مقصد کے لئے محکمہ ریلوے کو لیز پر دی تھی۔ قانون کے مطابق اگر اس زمین کے استعمال کا طریقہ تبدیل ہوتا ہے تو پھر یہ زمین اپنے اصل مالک یعنی حکومت پنجاب (پنجاب ریونیو بورڈ) کو واپس کی جانی لازمی ہے۔ اس زمین کا استعمال سوشل سے کمرشل بنیادوں پر کرنے کا یکطرفہ فیصلہ کر لیا گیا اور زمین اپنے اصل مالک یعنی حکومت پنجاب کو واپس نہ کی گئی۔ اس طرح مخصوص مفادات کے حصول کے لئے قانون کی سنگین خلاف ورزی کا ارتکاب کیا گیا۔ جب گالف کلب ایکشن فورم نے بورڈ آف ریونیو پنجاب کی توجہ اس قانونی خلاف ورزی کی طرف دلائی تو ریونیو بورڈ نے اپنے فیصلے یا رائے کا دوٹوک اظہار کرنے کی بجائے اچھی چھٹی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

یہاں یہ بات توجہ کی حامل ہے کہ آفیسرز کالونی کی 138 ایکڑ زمین کی قیمت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر ہم 30 لاکھ کنال کا معیار ہی مقرر کر لیں تو اس زمین کی قیمت 13 ارب 38 کروڑ روپے بنتی ہے اور قواعد کے مطابق 15 فیصد کے حساب سے اس کی سالانہ لیز فیس 50 کروڑ روپے بنتی ہے۔ محکمہ ریلوے نے اس زمین کی سالانہ لیز فیس 2.5 ملین ڈالر یعنی تقریباً 15 کروڑ روپے شمار کی ہے۔ اس طرح محکمے کو ریلوے کے جنرل منیجر اقبال صمد کی بیان کردہ قیمت کے حساب سے ایک ارب تین کروڑ روپے سالانہ نقصان ہوتا ہے۔ اس میں سے سالانہ لائسنسنگ فیس سے ملنے والے ڈیڑھ کروڑ روپے نکال دیے جائیں تو نقصان ایک ارب کروڑ اور 50 لاکھ روپے سالانہ بنتا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر مبشر حسن صاحب کے تخمینے کے مطابق 35 کروڑ روپے سالانہ نقصان ہوگا۔ اس میں سے سالانہ لائسنسنگ فیس سے ملنے والے ڈیڑھ کروڑ روپے منہا کر دیے جائیں تو پھر نقصان 33 کروڑ 50 لاکھ روپے سالانہ بنتا ہے۔ اس طرح اقبال صمد کے بتائے گئے حساب کے مطابق 49 سال میں 49 ارب 73 کروڑ کا نقصان ہوگا جبکہ ڈاکٹر مبشر حسن صاحب کے حساب سے 16 ارب 41 کروڑ روپے کا نقصان ہوگا۔ اگر ڈاکٹر مبشر حسن صاحب کی بیان کردہ قیمت کے حساب سے اس رقم کو 50 سال کے لئے ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس کی سکیم میں لگا دیا جائے تو 3461 ارب روپے بنتی ہے اور اگر اقبال صمد صاحب کی بیان کردہ قیمت کو 50 سال کے لئے ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ میں لگا دیا جائے تو 8079,36 ارب روپے بنتی ہے۔

محکمہ ریلوے کو تو سالانہ اتنا عظیم نقصان ہوگا جبکہ لیز حاصل کرنے والی پارٹی کو اسی تناسب سے فائدہ پہنچے گا۔ ریلوے کو نقصان اور پارٹی کو یہ فائدہ پہنچانے کے پس پردہ مقاصد کیا ہیں؟ یہ ایک سربستہ راز ہے جس تک پہنچنا ضروری ہو گیا ہے۔ لیز حاصل کرنے والی پارٹی کی مالی رپورٹس سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ 12 اکتوبر 1999ء سے پہلے حسین کنسٹرکشن کمپنی کے ذمہ مبینہ طور پر 5 ارب 50 کروڑ روپے کے چار جز واجب الادا تھے۔ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ لیز حاصل کرنے والی تینوں پارٹیاں کنٹریکٹ ایوارڈ

ہونے کی تاریخ سے 25 دن کے اندر 50 لاکھ امریکی ڈالر کی رقم پہلی قسط کے طور پر ادا نہ کر سکی تھیں۔ جبکہ معاہدے کے مطابق یہ رقم 45 دن کے اندر ادا کرنا لازم تھا۔ اس سارے معاملے میں سابق وزیر ریلوے ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل جاوید اشرف قاضی اور ان کی ٹیم کے دیگر ارکان کا بنیادی کردار ہے۔ ان کی وزارت ختم ہو چکی ہے لیکن سیکرٹری ریلوے اور جنرل منیجر ریلوے سمیت متعلقہ افسران اب بھی اپنے عہدوں پر موجود ہیں اور ادکامات جاری کر رہے ہیں۔ اس حقیقت کی تردید بھی نہیں کی جا سکتی کہ یہ کیس ابھی تک انظار میشن اور انکوائری جیسے مرحلے میں ہے۔ اس کی باقاعدہ انکوائری تا حال شروع ہی نہیں کی گئی۔

15 نومبر کو درآمد کردہ بوگیوں کے بارے میں دستاویزات فراہم کرتے ہوئے میں نے گزارش کی تھی کہ تمام متعلقہ ریکارڈ قبضے میں لیا جائے اور اس کی مصدقہ نقول مجھے بھی فراہم کی جائیں تاکہ قانون اور آڈٹ کے ماہرین کے ذریعے نیب کی مدد کر سکوں۔ باوجود میری اس واضح عرض داشت کے ریکارڈ کی کاپی مجھے اب تک مہیا نہیں کی گئی۔ میں نے یہ گزارش بھی کی تھی اگر ملزمان کو گرفتار کرنا ممکن نہ ہو تو معطل ضرور کیا جائے اور ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں نام بھی شامل ہونا چاہئے۔ ان کے پاسپورٹ بھی قبضے میں لئے جانے چاہئیں۔ ان کے منقولہ اور غیر منقولہ اثاثے بشمول بینک اکاؤنٹس منجمد ہونا ضروری ہے۔ لیکن ابھی تک ان میں سے کسی ایک پر بھی عملدرآمد نہیں ہوا جس کا بھرپور فائدہ ملزمان اٹھا رہے ہیں۔ 19 نومبر کو نیب کے ترجمان کا بیان جنگ اور نوائے وقت سمیت دیگر ملکی اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ:

"صدیق الفاروق نے بوگیوں کے بارے میں کچھ دستاویزات فراہم کی ہیں۔ تحقیقات شروع ہیں البتہ اس میں کچھ وقت لگے گا۔"

تاہم اس کے بعد نیب کے ترجمان کے نام سے پی ٹی وی، جیو ٹی وی، جنگ اور دیگر اخبارات میں یہ بیانات، خبریں شائع اور نشر ہوتی رہیں کہ جاوید اشرف قاضی کے خلاف کوئی ثبوت نہیں پیش کیے جا سکے لہٰذا انکوائری داخل دفتر کر دی گئی ہے لیکن نیب کی طرف سے ان خبروں کی کوئی تردید بھی جاری نہیں ہوئی۔ یہ بات سب پر عیاں ہے کہ وائٹ

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کا ذکر کرائم کی انکوائری اتنے مختصر عرصے میں مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے انکوائری کے چند دنوں میں ختم کر دیئے جانے کی خبریں پڑھ کر لوگ نیب کے عزت و وقار، غیر جانبداری اور اس کی انصاف پسندی پر انگلیاں اٹھائیں گے۔ نیب کو یقیناً اپنی ساکھ عزیز ہوگی۔ یہ قومی اور بین الاقوامی توجہ کا مرکز اور نیب کے لئے ٹیسٹ کیس بن چکا ہے۔ اس لئے اب اس کی کارروائی وصیغہ راز میں رکھنا نہ صرف غیر ذمہ دارانہ فعل ہوگا بلکہ نقصان دہ بھی ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نیب اپنے تمام اختیارات بروئے کار لا کر آگے بڑھے اور اپنی انکوائری کی تفصیلات سے ہر ہفتے پریس کے ذریعے آگاہ کرتی رہے تاکہ قوم اور دُنیا کو معلوم ہو سکے۔ نیب اس کیس کے متعلق مکمل طور پر غیر جانبدار اور اکرپشن کے خاتمے کے لئے اپنے عہد کی پابند ہے۔ 15 نومبر کو میں نے مزید کہا تھا کہ اگر ملزمان کے خلاف نیب نے اپنے معروف طریقہ کار کے مطابق کارروائی نہ کی تو اس انکوائری اور فیصلے پر کوئی بھی یقین نہیں کرے گا۔ میں ایک بار پھر درخواست کرتا ہوں کہ میری گزارشات پر مثبت اور ضروری عمل کیا جائے۔ میرے پاس اختیارات نہیں ہیں جبکہ نیب کے پاس وسیع قانونی اختیارات موجود ہیں۔ اس لئے نیب یہ تمام اختیارات اور وسائل زیر نظر کیس کی کرپشن سامنے لانے، ذمہ داریوں کا تعین کرنے اور ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے بھرپور طریقے سے کام میں لائے تاکہ میرے لئے تعاون جاری رکھنے میں آسانی ہو سکے۔

خاکسار محمد صدیق الفاروق

قارئین کرام! یہ تھے اس حکومت کے چند سنہری کارنامے جن پر سابق صدر صاحب کے لہراتے ہوئے رُخصت ہوئے ہیں۔ اگر کبھی اس آٹھ سال پانچ ماہ کی تاریخ لکھی گئی تو گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں بھی شاید اس نوعیت کا کوئی کارنامہ دکھائی نہ دے۔ جنرل صاحب نمک خواروں کا کمال یہ تھا کہ وہ جھوٹ بولنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے اور اتنا جھوٹ بولتے تھے کہ گوبلز کی روح بھی شرما جائے۔ اس جھوٹ کا انجام بالآخر یہی ہونا تھا اب آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

ایک مختصر تجزیہ

جنرل پرویز مشرف کا یوں تو سارا دور ہی متنازعہ ہے لیکن وہ معیشت کے بڑے ڈنکے بجاتے رہے دراصل قصور اُن کا بھی نہیں یہودی بنکار مافیا کے ایجنٹ اور پاکستان کے سابق وزیراعظم شوکت عزیز نے اپنی نام نہاد "ٹریکل ڈاؤن اکانومی" کے نام پر انہیں ہی نہیں بہت سے پاکستانیوں کو بے وقوف بنائے رکھا۔

درحقیقت دعووں کے برعکس قرضے حاصل کرنے کا سلسلہ ترک نہیں کیا گیا۔ مشرف حکومت بھی ملکی و غیر ملکی مالیاتی اداروں سے قرضے لیتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ملکی تاریخ میں پہلی بار کل قرضوں کا حجم 40 ارب ڈالر سے بڑھ گیا۔ اس میں سے 38.699 ارب ڈالر کا قرضہ بیرونی ہے۔ موجودہ معاشی بحران کی ایک وجہ صدر مشرف ہی ہیں اقتدار سے ہر قیمت پر چمٹے رہنے کی خواہش نے خصوصاً قومی اسٹاک ایکسچینجوں پر نہایت منفی اثرات مرتب کیے۔ غیر ملکی سرمایہ کاروں نے اپنا سرمایہ نکالا تو ان کا انڈیکس نیچے آنے لگا۔ سیاسی اکھاڑ

Uploaded by HBC for
urdufans.com

پھاڑ میں محور ہنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ تاجروں اور صنعت کاروں کو من مانی قیمتیں مقرر کرنے کا موقع مل گیا اور ان پر سرکاری کنٹرول نہ رہا۔ مزید برآں 'ڈیم بنانے کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی یوں لوڈ شیڈنگ کے عذاب نے پاکستانیوں کو گھیر لیا۔ مشرف حکومت نے زراعت پر بھی مناسب توجہ نہیں دی جس کے باعث اشیائے صرف کی قیمتیں آسمان پر جا پہنچیں۔

جنرل مشرف نے اقتدار سنبھالتے ہی بیوروکریسی اور سیاست میں کرپشن ختم کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر مہم چلائی۔ نیب کے نام سے ایک ادارے کا قیام عمل میں آیا جو سیاست دانوں اور سرکاری افسروں کے خلاف تحقیقات پر مامور تھا لیکن عوامی جائزوں کی رُو سے مشرف دور حکومت میں رشوت خوری کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ صدر کی سرپرستی میں ان کے حواری بھی کھل کھیلے اور اربوں روپے ہضم کر کے گئے۔ پھر جن سیاسی رہنماؤں نے حکومت کا ساتھ دیا وہ احتساب بیورو کی گرفت سے محفوظ رہے۔ مقامی حکومتوں کا تجربہ بھی کئی نوآموز سیاست دانوں کو کروڑ پتی بنا گیا۔

پاکستانی اور بیرونی ذرائع ابلاغ میں پاک فوج میں در آنے والی کرپشن کی کہانیاں آنے لگیں۔ فوجی افسروں کو ہر سرکاری ادارے میں گھسا دیا گیا۔ من پسند افسروں کو زمینیں الاٹ کی گئیں اور وہ شاہانہ انداز میں زندگی گزارنے لگے۔ اسی طرح مشرف حکومت نے مقدمات لڑنے کے لیے اپنے وکلا کو بھاری فیسیں دیں۔ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ پیش تر مقدمات میں اخلاقی اور قانونی اعتبار سے حکومت کو اپنا دفاع کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ مثال کے طور پر پاکستان اسٹیل ملز کا مقدمہ اس ملز کی مارکیٹ میں مالیت 600 ارب روپے تھے لیکن بوگس نیلامی میں اسے صرف 20.6 ارب روپے میں فروخت کر دیا گیا۔ محب وطن پاکستانیوں کی مداخلت پر معاملہ عدالت میں پہنچا تو مشرف حکومت نے اپنا دفاع کرنے کے لیے نو کروڑ روپے خرچ کر ڈالے۔ ان میں چھیاسٹھ لاکھ روپے صرف ایک سرکاری وکیل شریف الدین پیرزادہ کی جیب میں گئے۔

جنرل مشرف نے اقتدار سنبھالتے ہی ملک کا آئین معطل کر دیا اور پھر وقتے

وقتے اس میں من مانی تبدیلیاں کرتے رہے۔ یہ عمل ان کے دامن پر سیاہ دھبوں کے مترادف ہے۔ ان تمام سرگرمیوں کا یہی مقصد تھا کہ جنرل صاحب کے اقتدار کو دوام حاصل ہو جائے اور وہ بزعم خود پاکستان کو ترقی و خوش حالی کی راہ پر گامزن رکھیں۔ انہوں نے ایک آمر مطلق کا روپ پہلی بار 20 جون 2001ء کو اختیار کیا، جب وہ از خود صدر پاکستان بن بیٹھے۔ پھر نوی دین الاقوامی دباؤ کے تحت موصوف نے جنرل ضیاء الحق کے مانند تخت پر براجمان رہنے کے لئے 30 اپریل 2002ء کو ریفرنڈم کرایا۔ غیر جانبدار مبصرین کا کہنا ہے کہ پاکستانیوں کی اکثریت نے اس میں ووٹ نہیں ڈالا اور سرکاری مشینری نے دھاندلی کے ذریعے ووٹ ڈلوا کر جنرل مشرف کو اگلے پانچ برس کے لئے صدر بنوا دیا۔ صدر بنتے ہی مشرف صاحب نے آئین میں کئی بے جا تبدیلیاں کر ڈالیں۔ اب انہیں وزیر اعظم منتخب کرنے اور اسے نکالنے، گورنر اور وزیر اعلیٰ چننے اور انہیں برطرف کرنے، وفاقی کابینہ کا حجم چھوٹا یا بڑا کرنے اور تمام معاشی، عسکری، سیاسی اور معاشرتی فیصلے کرنے کے اختیارات مل گئے۔ گویا آئین صرف ایک شخصیت پر مرتکز ہو کر رہ گیا۔

آئین کی رو سے کوئی حاضر سروس جنرل صدر نہیں بن سکتا مگر پرویز مشرف نے اس شق کو بھی جوتے تلے کچل دیا۔ انہوں نے کئی بار قوم سے وعدہ کیا کہ وہ وردی اُتار دیں گے مگر وہ کئی برس بعد ہی ایفا ہوا۔ 28 نومبر 2007ء کو آخر کار وہ سویلین صدر بن گئے لیکن یہ قدم بھی انہوں نے ذوق و شوق سے نہیں بلکہ دباؤ کے تحت اُٹھایا۔

صدر کی وردی کے معاملے نے بھی پاکستان کی تاریخ میں شہرت کے نئے ریکارڈ قائم کیے۔ صدر کی وردی جہاں ملک کے اہم سیاست دانوں اور عوام کے لئے ایک اہم مسئلہ تھا وہیں پر ملک کے طول و عرض میں اس نے ایک مذاق کی حیثیت اختیار کر لی۔ وردی کے حوالے سے مزاحیہ اشعار، لطیفے اور نظمیں زبانی اور سیل فون کے ذریعے ملک بھر میں گردش کرتی رہیں۔

16 اکتوبر 2007ء کو اس وقت کی پارلیمنٹ نے جس میں صدر کے حامیوں کی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

اکثریت تھی، مشرف کو اگلی پانچ سالہ مدت کے لئے ملک کا صدر چن لیا۔ ملک کی تمام اہم شخصیات اور عوام کی غالب اکثریت نے اسے اپنے ساتھ ایک سنگین مذاق قرار دیا۔ اعلیٰ ترین حکومتی سطح پر ایسی تکرار سننے کو ملی کہ صدر کا اصرار ہے کہ پہلے انہیں صدر چن لیا جائے پھر وہ وردی اتاریں گے۔ پھر ان کا انتخاب بھی ایک ایسی اسمبلی نے کیا جو خود دو ماہ بعد اپنی آئینی مدت پوری کر کے گھر جا رہی تھی۔ یہ سوال کہ صدر کو ختم ہونے والی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ لینا چاہئے یا آئندہ اسمبلی سے، اگر کسی بچے سے بھی پوچھا جائے تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ آئندہ اسمبلی سے۔ لیکن صدر عوام کی کنپٹی پر پستول رکھ کر پہلے پانچ سال حاصل کرنا چاہتے تھے، جو انہوں نے اپنی دانست میں حاصل کر لئے۔

پرویز مشرف کے حوالے سے امریکہ اور مغربی ممالک کا رویہ بھی کسی طرفہ تماشے سے کم نہ تھا۔ فوجی انقلاب پر یہ ممالک بظاہر تشویش کا اظہار کر رہے تھے لیکن پھر 9/11 کے واقعے نے سارا منظر ہی بدل کر رکھ دیا۔ اسے اتفاق کہئے یا سوچی سمجھی منصوبہ بندی کہ مرحوم ضیاء الحق ٹھیک اس وقت حکومت کا تختہ الٹ کر زمام اقتدار سنبھالتے ہیں جب سوویت یونین (روس) افغانستان پر چڑھ دوڑنے کے لئے پر تول رہا تھا اور یہاں پرویز مشرف اس وقت مسند اقتدار سنبھالتے ہیں جب دو سال سے بھی کم عرصے میں 9/11 کا واقعہ رونما ہوتا ہے اور امریکہ انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف کھل کر میدان میں آ جاتا ہے۔

امریکہ محض فوجی اقتدار کے باعث پاکستان کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ امریکی صدر اپنے دورے کے دوران وہاں ایک رات قیام کر لے۔ صدر کلنٹن، جنرل مشرف کے ساتھ تصویر تک بنوانے سے گریز کرتے رہے لیکن 9/11 کے واقعے کے بعد وہی امریکہ پرویز مشرف کے ساتھ گہرے رومانس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ پرویز مشرف کا دہشت گردی کے خلاف امریکہ کا آلہ کار بننے پر آمادگی ظاہر کرنے کی دیر تھی کہ پاکستان پر عائد پابندیاں ایک ایک کر کے ہٹنے لگتی ہیں۔ پرویز مشرف کو دہشت گردی کے خلاف بین الاقوامی دشمنوں کا ہیرو قرار دیا جانے لگتا ہے اور پاکستان کی امداد کا سلسلہ نہ صرف بحال ہو جاتا

ہے بلکہ اس میں غیر معمولی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

اب جو حقائق سامنے آ رہے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلح افواج کے سینئر جرنیلوں نے فوج کے سربراہ سے اس معاملے پر اختلاف کیا تھا۔ ان کا موقف تھا کہ جو گند امریکہ نے ڈالا ہے اسے امریکہ ہی کو صاف کرنا چاہئے لیکن پرویز مشرف نے کسی بحث مباحثے کے بغیر امریکہ کی تمام شرائط مان کر پاکستانی فوج کو پاکستان کے دشمن ملک کی جنگ میں جھونک دیا۔ یہی وہ پالیسی تھی جس کا خمیازہ ہم آج بھگت رہے ہیں۔ دہشت گردی کی یہ آگ افغانستان سے نکل کر قبائلی علاقوں سے ہوتے ہوئے پورے پاکستان میں پھیل چکی ہے۔ افغانستان کے حوالے سے دونوں فوجی ادوار (ضیاء الحق اور پرویز مشرف کے دور) پاکستان کے لئے کس قدر تباہ کن ثابت ہوئے، اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

امریکیوں کا ساتھ دینے سے پاکستان کو معاشی طور پر تو فائدہ ہوا لیکن جب مشرف حکومت تمام حدود پار کر گئی تو یہ دوستی خود وطن عزیز کی جڑیں کھوکھلی کرنے لگی۔ شروع میں جنرل مشرف کہتے تھے کہ دہشت گردی کی تعریف متعین ہونی چاہئے اپنا وطن آزاد کرانے کی خاطر ظالموں سے نبرد آزما حریت پسند دہشت گرد نہیں ہو سکتے لیکن رفتہ رفتہ حریت پسندوں اور دہشت گردوں کے مابین فرق فراموش کر بیٹھے۔

امریکیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مشرف حکومت نے ایسے سینکڑوں پاکستانی بلا ہچکچاہٹ امریکہ کے حوالے کر دیئے جن پر دہشت گرد ہونے کا الزام تھا۔ کئی ایک جعلی مقابلوں میں مار دیئے گئے۔ اس دوران درجنوں پاکستانی مرد و خواتین پُراسرار طور پر غائب بھی ہو گئے اور آج تک ان کا کچھ اتا پتا نہیں۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر عافیہ بھی ہیں۔ ڈاکٹر عافیہ پر امریکیوں نے جو ظلم ڈھائے، ان کی بابت پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ صدر مشرف کے مخالفین کا کہنا ہے کہ انہوں نے امریکی حکومت کو زیادہ سے زیادہ خوش کرنے کی خاطر اپنا بھی کچھ بیچ ڈالا۔

دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ میں شمولیت سے پاکستان کو وقتی فائدے

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ضرور ملے مگر ساتھ ساتھ اسے ایسے مسائل چمٹ گئے، جن سے اب اس کی سالمیت کو خطرات لاحق ہیں۔ ماہرین کے مطابق صدر مشرف کو چاہئے تھا کہ وہ امریکہ سے معاشی فوائد ضرور حاصل کرتے مگر اس کی ہر خواہش پوری نہ کرتے چلے جاتے۔ اب حالت یہ ہے کہ امریکہ کشمیر کی جدوجہد آزادی میں مصروف قوتوں کو کسی نہ کسی طرح طالبان اور القاعدہ سے جوڑنے کی کوشش میں رہتا ہے تاکہ بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خلاف نبرد آزما کشمیری مجاہدین کے ساتھ بھی اسی سلوک کا جواز فراہم کیا جا سکے جو فلسطین عراق اور افغانستان میں روا رکھا جا رہا ہے۔

پرویز مشرف کے دور میں بھارت کے ساتھ ہمارے تعلقات بھی عجب گومگو کی کیفیت کا شکار رہے۔ آغاز میں شدید تناؤ رہا۔ کشمیر کی جدوجہد آزادی زور و شور سے جاری تھی اور پرویز مشرف بھی کشمیر کی تحریک کو دہشت گردی قرار دینے پر آمادہ نظر نہیں آتے تھے لیکن رفتہ رفتہ اقتدار سے چمٹے رہنے کی قیمت بڑھتی چلی گئی اور انہوں نے جیسے بھارت کی پیش قدمیوں اور کشمیریوں پر مظالم پر چپ سادھ لی۔ پرویز مشرف کے برسر اقتدار آنے سے بہت برس پہلے سے بھارت کنٹرول لائن پر باڑ لگانے کا مطالبہ کرتا آیا ہے۔ اس کی وجہ بھارت پاکستان کی طرف سے حریت پسندوں کی مقبوضہ کشمیر میں آمد قرار دیتا ہے۔ پاکستان کی ہر حکومت نے اس بھارتی مطالبے کی اس لئے مخالفت کی ہے کہ اس سے کنٹرول لائن کی قانونی حیثیت پر زد آتی ہے لیکن یہ کارخیر، بھی انہی کے سنہری دور میں ہوا۔ اب پوری کنٹرول لائن پر خاردار تاروں اور کانٹے دار لچھوں کا جنگل پھیلا ہوا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ افغانستان کے اسی طرح کے الزامات پر جب پاکستان نے پاک افغان سرحد پر باڑ لگانے کی بات کی تو امریکہ نے سختی سے منع کر دیا اور ہم نے بھی فوراً امریکہ کی بات مان لی۔ سچ ہے کہ لیڈروں کی کمزوریاں ان کے اعمال سے جھلکتی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ کارگل میں مہم جوئی کا پرجوش حامی اور نواز شریف حکومت کو اس مہم پر آمادہ کرنے والا جرنیل جب اقتدار پر قابض ہوتا ہے تو دشمن کو کسی اور نظر سے دیکھنے لگتا ہے اور ان اصولوں کو بھی فراموش

کر دیتا ہے جن پر ہمارے ملک کی باوقار بقا کا دارومدار ہے۔

پرویز مشرف کا تمام دور ایسے واقعات سے عبارت ہے جو بقول ان کے ملکی مفاد کے لئے ضروری تھے لیکن عوامی سطح پر ان کے نتیجے میں صرف اور صرف پاکستانی قوم کی دل آزاری ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو دنیا بھر کے سامنے معافی مانگنے پر مجبور کرنا ہو (آج ڈاکٹر قدیر ان تمام الزامات سے انکار کرتے ہیں) یا لال مسجد پر فوجی ایکشن ان واقعات نے لوگوں کے دلوں میں پرویز مشرف کے خلاف نفرت بھر دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لال مسجد میں اسلحہ بردار لوگوں کی موجودگی بذات خود ایک تشویش ناک بات تھی اور ایسے لوگ رعایت کے مستحق نہیں لیکن کم سن طلبہ و طالبات کی موجودگی میں آپریشن کسی قیمت پر نہیں ہونا چاہئے تھا۔ خواہ جنگ جو وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتے، کیونکہ قبائلی علاقوں میں آپریشن کے دوران اغواء کئے جانے والے سرکاری اہل کاروں اور فوجی جوانوں کی رہائی کے عوض جنگ جوؤں کی رہائی ایک عام سی بات ہے۔ اندھی طاقت کے استعمال نے لال مسجد کے معاملے کو ایک دائمی مسئلہ بنا دیا اور اس کے ملبے میں لگنے والے زخم نہ جانے کب بھریں۔

کچھ ایسا ہی رویہ بلوچستان میں جاری مسلح جدوجہد سے نمٹنے کے لئے اختیار کیا گیا۔ بلوچستان میں دہشت گردی کے واقعات کا سلسلہ کوئی نئی بات نہیں اور اس میں بھارتی خفیہ ایجنسیوں کی دلچسپی بھی کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں لیکن اس معاملے سے نمٹنے کے لئے غیر معمولی احتیاط کی ضرورت تھی۔ پرویز مشرف کے دور میں بلوچستان کے موقع پر ان کے جلسے کے پنڈال پر راکٹ داغے گئے جو اس مقام سے سینکڑوں گز دور گرے لیکن اس واقعے کے بعد حکومت نے ردعمل میں سخت فوجی آپریشن کیا جس میں پاکستان کے اہم سیاسی رہنما اور بلوچ قبائلی بزرگ نواب اکبر بگٹی شہید ہو گئے۔ اپنی ذات کے خلاف اقدام پر ایسا شدید ردعمل بڑے رہنماؤں کو زیب نہیں دیتا، انہیں ہمیشہ دل بڑا رکھنا ہوتا ہے۔

پرویز مشرف کے جس اقدام نے ان کے اقتدار کے خاتمے میں سب سے اہم

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کردار ادا کیا، وہ تھی 9 مارچ 2007ء کو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار چوہدری کی معطلی۔ حکومت چیف جسٹس کو اپنے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتی تھی۔ جن اقدامات کا مستقبل میں ارادہ تھا، ان کے راستے میں چیف جسٹس رکاوٹیں کھڑی کر سکتے تھے، لہٰذا انہیں راہ سے ہٹانے کے لئے ایک ریفرنس تیار کر کے اسے بنیاد بنایا گیا۔ پہلے انہیں صدارتی کیمپ آفس میں بلا کر ڈرایا دھمکایا گیا اور استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا۔ افتخار چوہدری کے انکار پر انہیں معطل کر کے گھر میں محبوس کر دیا گیا۔ قوم پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔ سپریم کورٹ کی اس تذلیل نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ جب عوام پہلے ہی عدم تحفظ کا شکار ہوں اور ملک کی سب سے بڑی عدالت کی ایسی بے توقیری ہو تو لوگوں کا عدم تحفظ انہیں انتہائی اقدام پر مجبور کر دیتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی بالکل یہی ہوا۔ لوگ چیف جسٹس کی بحالی کے لئے وکلاء کی تحریک میں شامل ہو گئے۔ اسی تحریک نے سیاسی جماعتوں کو بھی متحرک کیا اور پرویز مشرف کی عوامی قبولیت بالکل زمین کے ساتھ آ لگی۔ 9 مارچ 2007ء کو صدر مشرف نے چیف جسٹس کو برطرف کیا۔ 20 جولائی کو سپریم کورٹ کے فل بینچ نے انہیں اپنے عہدے پر بحال کر دیا۔ قیصر صدارت اور عدلیہ کے مابین اس محاذ آرائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ 3 نومبر کو جنرل مشرف نے ایمرجنسی لگا دی۔ ان کے مخالف تمام جج برطرف کر دیئے گئے جو ابھی تک بحال نہیں ہو سکے۔ اس محاذ آرائی نے بھی پاکستانیوں کے اتحاد اور قانون کی حکمرانی کے نظریے کو بڑا نقصان پہنچایا۔ سپریم کورٹ اور چاروں ہائی کورٹس کے 60 کے قریب ججوں نے نئے پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کیا اور اس انکار کی پاداش میں فارغ کر دیئے گئے۔

جب پرویز مشرف خود کو قریب المرگ اسمبلی سے صدر منتخب کروا بیٹھے تو 19 اپریل 2008ء کے انتخابات کی تاریخ مقرر ہوئی، مسلم لیگ ق کی حکومت پرویز مشرف کی حمایت کے باعث مقبولیت کی کم ترین سطح پر آ چکی تھی۔ 27 دسمبر 2007ء کو پیپلز پارٹی کی رہنما اور سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو راولپنڈی میں ایک انتخابی جلسے سے خطاب کے بعد واپس جاتے ہوئے قتل کر دی گئیں، جس نے (ق) لیگ کی انتخابی کارکردگی کے بارے میں رہے

سے اسکانات کو بھی معدوم کر دیا۔ انتخابات میں سنگر پارٹی کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ ملک کی اہم سیاسی رہنما بینظیر بھٹو کے قتل کے حوالے سے بھی کچھ حلقوں کی جانب سے حکومت کی طرف انگلیاں اٹھائی جاتی رہیں۔ آئی ایس آئی کے سابق سربراہ لیفٹیننٹ جنرل (ر) اسد درانی سمیت بہت سی اہم شخصیات نے جائے واردات سے ثبوت مٹانے کی طرف اشارہ کیا۔ بعد ازاں ایک امریکی مصنف رانن سسکنڈ کی کتاب منظر عام پر آئی جس میں بینظیر بھٹو کی مختلف شخصیات کے ساتھ ٹیلی فون پر گفتگو کے حوالے سے انکشافات کئے گئے ہیں۔ یہ گفتگو آئی اے نے خفیہ طور پر ریکارڈ کی تھی۔ اس میں یہ انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ پرویز مشرف نے بے نظیر کو فون پر کہا تھا کہ بینظیر کے پاکستان میں تمہاری سلامتی کا دارومدار ہمارے ساتھ (پرویز مشرف) تعلقات کی نوعیت پر ہوگا۔

جنرل (ر) پرویز مشرف کے دور کا مختصر تجزیہ کچھ اس طرح ہے۔

9 مارچ 2007ء کو چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چوہدری سے فوجی وردی کے بل بوتے پر استعفیٰ طلب کرنے والے صدر جنرل (ر) پرویز مشرف آج اپنے عہدے سے استعفیٰ دے کر رخصت ہوئے۔ آمریت کے ایک دور کا اختتام۔ جمہوریت کی فتح۔ آئین اور قانون کی عظیم الشان جیت۔ پاکستان کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ۔ شاندار باب کا اضافہ جب ایک آمر مطلق عوامی قوت کے سامنے بے بس اور لاچار ہو کر رہ گیا۔

12 اکتوبر 1999ء کو واضح عوامی مینڈیٹ کی حامل حکومت کو برطرف کر کے فوجی طاقت کے بل بوتے پر عنان اقتدار سنبھالنے والا جنرل پرویز مشرف بنیادی طور پر ایک ایڈونچرسٹ شخص تھے جنہوں نے عوامی حکومت کی ہمسایہ ملک بھارت کے ساتھ دوستی کی کوششوں کو کارگل ایڈونچر کے ذریعے سبوتاژ کر کے خطے میں امن کی کوششوں کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس مس ایڈونچر پر جمہوری حکومت اور فوجی قیادت کے درمیان آویزش نے زور پکڑا اور بالآخر وزیراعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے اپنا آئینی اور قانونی حق استعمال

Uploaded by HBC for
urdufans.com

کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف کو چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ اُس وقت کی فوجی قیادت جو پہلے جنرل جہانگیر کرامت کا اپنے عہدے سے استعفٰے مشکل سے ہضم کر پائی تھی اپنی قوت کے زعم میں وزیراعظم کے اس آئینی اور قانونی حق کو تسلیم کرنے سے انکاری ہوئی جس کے بعد ایک جمہوری حکومت کو گھر بھیج کر ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ یہ پہلا مارشل لاء تھا جو صرف اور صرف وزیراعظم کے آئینی حق کے استعمال کے خلاف نافذ کیا گیا جبکہ ملک میں نقص امن و سیاسی عدم استحکام یا معاشی صورتحال کو قطعاً کوئی خدشات لاحق نہیں تھے۔ ایک برطرف شدہ جنرل کو بحال کرانے کے لئے زیر حراست وزیراعظم کو دباؤ میں لانے کی کوششیں کی گئیں اور انکار پر اسے پہلے حوالۂ زنداں اور بعدازاں ملک بدر کر دیا گیا۔ نوکری سے برطرف شدہ جنرل نے ملک پر بلاشرکت غیرآٹھ سال دس مہینے اور چھ دن حکومت کی۔

اگست کا مہینہ صدر پرویز مشرف اور پاکستان دونوں کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ پاکستان 14 اگست 1947ء کو معرض وجود میں آیا جبکہ اس سے قبل پرویز مشرف نے گیارہ اگست 1943ء کو لال حویلی دہلی میں ولادت پائی۔

17 اگست 1988ء کو پاکستان میں ضیاء الحق کی آمریت کا خاتمہ ایک فضائی حادثے کی صورت میں ہوا تو 18 اگست 2008ء کو پرویز مشرف کے صدارت کے عہدے سے استعفا کی صورت میں۔

صدر جنرل (ر) پرویز مشرف 12 اکتوبر 1999ء کو غیر آئینی طور پر چیف ایگزیکٹو کے روپ میں اقتدار پر قابض ہوئے اور پاکستان کی تاریخ کے یہ چوتھے جرنیل تھے۔ جنہوں نے اقتدار پر قبضہ کیا۔ اقتدار پر قبضے کی وجہ سے ان کی ملک سے عدم موجودگی میں عہدے سے برطرفی اور آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل ضیاء الدین بٹ کی بطور چیف آف آرمی سٹاف تقرر قرار پائی۔

وزیراعظم پر الزام عائد کیا گیا کہ انہوں نے زمین پر بیٹھ کر پرویز مشرف کا طیارہ

اغوا کرنے کی کوشش کی۔ اس الزام میں انہیں سزائے عمر قید دے کر اڈیالہ جیل میں پھینک دیا بعد میں دوست ملک سعودی عرب اور امریکی صدر بل کلنٹن کی کوششوں کے نتیجے میں انہیں اس سال کے لئے سعودی عرب بھجوا دیا گیا۔

جون 2001ء میں صدر محمد رفیق تارڑ سے استعفا طلب کیا گیا مگر ان کے انکار کے بعد پرویز مشرف ایک دن آرام سے ایوان صدر سے رخصت کر کے زبردستی خود کو صدر قرار دے دیا۔ مشرف کے اس اقدام کو بہت سے لوگوں نے عدالت میں چیلنج کیا جس پر ججز نے نومبر 2000ء کا اجراء کر کے اعلیٰ عدلیہ کے ججز سے نیا حلف لیا گیا جس کے تحت نئے حلف لینے والے ججوں کو پابند کیا گیا کہ وہ فوجی اقدام کی تائید کرتے ہوئے فوج کے خلاف کوئی حکم جاری نہیں کریں گے۔

12 مئی 2000ء کو سپریم کورٹ نے حکم جاری کیا کہ صدر پرویز مشرف اکتوبر 2002ء تک نئے انتخابات کرائیں۔ انتخابات کے بعد اپنی پوزیشن کو برقرار رکھنے کے لئے 30 اپریل 2002ء کو ریفرنڈم کا ڈھونگ رچا کر پانچ سال تک صدر رہنے کا انتظام کر لیا گیا۔ تاکہ نئی منتخب شدہ اسمبلیوں میں کوئی ناخوشگوار صورتحال کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس ریفرنڈم کا بڑے پیمانے پر بائیکاٹ ہوا مگر اس کے باوجود 30 فیصد ٹرن آؤٹ دکھایا گیا مگر بعدازاں ایک ٹی وی نشریے میں صدر نے ریفرنڈم میں دھاندلی کی معذرت کی۔

اکتوبر 2002ء کے انتخابات میں پرویز مشرف کی کوکھ سے جنم لینے والی مسلم لیگ ق کو کامیاب کرا کے ایم کیو ایم اور آزاد ممبران کے اتحاد سے ایک تابعدار حکومت تشکیل دی گئی جس کے پہلے وزیراعظم میر ظفر اللہ جمالی بنے جو علی الاعلان صدر پرویز مشرف کو اپنا باس قرار دیتے تھے۔ اس اسمبلی نے پرویز مشرف کے مجبور محض کا کردار ادا کرتے ہوئے عملاً سارے اختیارات کا منبع پارلیمنٹ کے بجائے صدر کو بنائے رکھا۔

دسمبر 2003ء میں متحدہ مجلس عمل سے ایک معاہدے کے تحت 31 دسمبر 2004ء تک وردی اتارنے کے وعدے پر سترھویں ترمیم اسمبلی سے پاس کرا کے 12 اکتوبر

Uploaded by HBC for
urdufans.com

1999ء کے بعد سے کیے گئے سب اقدامات کو آئینی تحفظ فراہم کرنے کا بندوبست کر لیا گیا۔ 2004ء کے آخر میں اپنے اس وعدے سے منحرف ہونے کے لئے اپنی مجبور محض اسمبلی سے ایک قرارداد پاس کرا کے وردی برقرار رکھنے کا جواز پیدا کر لیا۔ اس سے قبل یکم جنوری 2004ء کو صدر کے الیکٹرول کالج (چاروں صوبائی اسمبلیاں + قومی اسمبلی + سینٹ) سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا جس میں 170 ووٹوں میں سے 658 ووٹوں سے کامیابی حاصل کی۔ اس قرارداد کا تمام اپوزیشن نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بائیکاٹ کیا تھا۔

26 جون 2004ء کو جمالی سے استعفا لے کر چودھری شجاعت حسین کو عارضی طور پر وزیر اعظم بنوا دیا اور پھر اپنے پسندیدہ وزیر خزانہ شوکت عزیز کو اٹک سے ممبر نیشنل اسمبلی منتخب کروا کر وزیر اعظم بنوا لیا۔ اس اسمبلی سے اکتوبر 2007ء میں اگلی ٹرم کے لئے وردی میں خود کو صدر منتخب کروا لیا گیا جس پر عدالت عظمیٰ میں رٹ دائر کر دی گئی۔ اس آئینی پٹیشن کی سماعت کرنے والے بنچ میں چیف جسٹس افتخار محمد چودھری شامل نہیں تھے مگر عدالت عظمیٰ کی طرف سے اس آئینی پٹیشن میں صدر کے وردی میں انتخاب کے عمل کو غیر قانونی قرار دیئے جانے کے خدشے کے پیش نظر 3 نومبر 2007ء کو بحیثیت چیف آف آرمی سٹاف ملک میں ایمرجنسی نافذ کر کے غیر آئینی طور پر ایک پی سی او کے ذریعے عدالت عظمیٰ کے سارے ججوں کو گھر بھیج دیا اور چیف جسٹس آف پاکستان کو زیر حراست لے لیا گیا۔ 15 دسمبر 2007ء تک یہ صورتحال برقرار رہی اس دوران آئین معطل ہو گیا۔

اس سے قبل 24 نومبر 2007ء کو الیکشن کمیشن آف پاکستان سے اپنے غیر آئینی انتخاب کو کنفرم کرا لیا گیا۔

یاد رہے 9 مارچ 2007ء کو چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چودھری کو غیر فعال کر دیا گیا جس پر پورے پاکستان میں وکلاء برادری نے احتجاج شروع کر دیا۔ چیف جسٹس نے ملک بھر میں وکلاء کی ریلیوں سے خطاب کیا۔ 12 مئی 2007ء کو چیف جسٹس کی کراچی آمد پر شہر کو سیل کر دیا گیا اور پورے شہر میں ہنگامے شروع ہوئے جن کے نتیجے میں

سینکڑوں قیمتی افراد ہلاک ہوئے۔ صدر پرویز مشرف نے اس واقعے کی انکوائری تک نہ

20 جولائی 2007ء کو سپریم کورٹ کے فل بنچ نے چیف جسٹس افتخار محمد چودھری
کو بحال کر دیا مگر پرویز مشرف نے اس فیصلے کو دل سے قبول کرنے کے بجائے 3 نومبر
2007ء کے اقدام کے ذریعے ساری عدلیہ کو گھر بھیج دیا۔

جون 2008ء میں وکلاء نے پرویز مشرف کے خلاف لانگ مارچ کی کال دی
جس میں ایک ہی نعرہ تھا "گو مشرف گو"۔

اپنے اقتدار کو طوالت اور مستحکم کرنے کے لیے پرویز مشرف نے 9 نومبر
2007ء میں امریکہ کے دباؤ میں آ کر القاعدہ کے خلاف ایکشن میں امریکہ کو جو اعانت
فراہم کی اس پر تمام دینی عناصر پرویز مشرف کے خلاف تھے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی لال
مسجد کے منتظمین نے ابتدائی طور پر قانون اپنے ہاتھ میں لے کر عدالتیں لگا
کر لوگوں کو سزائیں دینے کا عمل شروع کیا تو مشرف حکومت نے دانستہ اس سے صرف نظر کیا
اس دوران غازی عبدالرشید اور قاری عبدالعزیز نے جڑیں مضبوط کر لیں اور کچھ چینی
باشندوں کو اغوا کر لیا جس پر دوست ملک کے سخت ری ایکشن پر مشرف حکومت نے لال مسجد
کا مسئلہ حل کرنے کے الزام میں غازی برادران کے خلاف سخت ایکشن لیتے ہوئے لال
مسجد کے خلاف فوجی کارروائی کی جس کے نتیجے میں سینکڑوں طالبات پر لیزر بم چلا کر انہیں
زندہ درگور کر دیا گیا۔

غرضیکہ پرویز مشرف کا پورا دور اسلام، جمہوریت آئین اور قانون کی دھجیاں
بکھرنے کے شرمناک واقعات سے بھرپور رہا ہے۔ 12 اکتوبر 1999ء سے لے کر
14 اگست 2004ء تک جمہوری حکومت کی برطرفی، مارشل لاء کا نفاذ، پی سی او کے قوانین،
9 مارچ 2007ء اعلیٰ عدلیہ پر حملہ، 3 نومبر 2007ء کو اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کی برطرفی اور

Uploaded by HBC for
urdufans.com

گرفتاریاں' فوجی وردی میں صدارتی انتخاب' 18 فروری 2008ء کے انتخابی مینڈیٹ کی توہین' الغرض پرویز مشرف جتنا عرصہ برسر اقتدار رہے انہوں نے عوام کی توہین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ وردی اتارنے کے وعدے سے لے کر نئی پارلیمنٹ سے اعتماد کا ووٹ لینے کے وعدے تک کبھی کسی وعدے کی پاسداری نہیں کی۔ اسی لیے اپنے اقتدار کے آخری دنوں میں وہ اتنے بے اعتبار سے ہو گئے تھے کہ ان کے سب سے بڑے حلیف امریکہ کے صدر جارج بش نے ان پر اعتماد کرنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ بش مش کی دوستی کی کانٹھ کی ہنڈیا عین بیچ چوراہے کے اس وقت پھوٹ گئی جب چند روز پہلے امریکی وزیر خارجہ کونڈولیزرائس نے یہ کہہ کر مشرف کو مایوسی اور ناامیدی کی اتھاہ دلدل میں تنہا پھینک دیا کہ امریکہ مشرف کو پناہ دینے کے بارے میں نہیں سوچ رہا۔

صدر جنرل پرویز مشرف کے زوال کا آغاز تو 9 مارچ 2007ء کو چیف جسٹس آف پاکستان افتخار محمد چودھری کے ساتھ زیادتی سے ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں وہ عالمی دباؤ کے تحت محترمہ بے نظیر بھٹو کو واپس پاکستان لانے پر مجبور ہوئے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے ایک سیاستدان کی طرح اندازہ لگا لیا تھا کہ جب تک پرویز مشرف کے تن پر فوجی وردی ہے ان کی قوت کو چیلنج کرنا مشکل ہے اس لیے ایک معاہدے کے تحت انہوں نے پرویز مشرف سے وردی اتروانے کا عہد لیا اس کی بدولت 28 نومبر 2007ء کو جنرل مشرف چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے سے سبکدوش ہو گئے اور ان کی جگہ جنرل اشفاق کیانی نئے چیف آف آرمی سٹاف بنے۔

فروری 2008ء کے انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی اور (ن) لیگ قومی اسمبلی میں بالترتیب نمبر ایک اور دو کی حیثیت سے اکثریت لے کر کامیاب ہوئیں اور آمریت کے پھیلائے ہوئے سازشوں کے جال کے باوجود دونوں بڑی پارٹیوں نے میثاق جمہوریت کے مطابق مخلوط حکومت بنانے کا فیصلہ کیا جو کہ اسٹیبلیشمنٹ کے لیے ایک واضح پیغام تھا۔ فوج نے جنرل اشفاق پرویز کیانی کی قیادت میں سیاست میں دخل اندازی بند کر دی اس لیے

جب 7 اگست 2008ء کو دونوں اتحادی جماعتوں نے صدر کے مواخذے کا فیصلہ کیا تو فوج نے کوئی ردعمل نہ دیا بلکہ فوجی قیادت نے دورۂ امریکہ کے موقع پر وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کو پورے پروٹوکول سے رخصت اور واپسی پر استقبال کر کے پارلیمنٹ کی بالادستی قبول کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ تاہم جنرل پرویز مشرف اور ایوان صدر کی جانب سے اس مواخذے کی تحریک کا مقابلہ کرنے کے بار بار دعوؤں کے باوجود حکمران اتحاد اپنے مؤقف پر ڈٹا رہا اور پہلے مرحلے میں چاروں صوبائی اسمبلیوں سے باری باری صدر کے مواخذے کے حق میں قراردادیں پاس کروائی گئیں۔

آصف علی زرداری کی کامیاب سیاسی حکمت عملی نے جنرل مشرف کے سارے اتحادیوں کو ڈانواڈول کر دیا۔ یہاں تک کہ تمام بیرونی اور اندرونی حمایتی یکے بعد دیگرے مشرف کو تنہا کرتے چلے گئے۔ اسی دوران حکمران اتحاد نے مشرف کو 16 اگست 2008ء کی حتمی تاریخ دی کہ وہ مستعفی ہو جائیں یا مواخذے کا سامنا کریں۔ اس دوران سعودی عرب کے خصوصی ایلچی شہزادہ مقرن نے پاکستان پہنچ کر اپنے رابطے نواز شریف اور زرداری سے کر کے انہیں پرویز مشرف کو سوچنے کی مہلت لے دی۔ کہا جاتا تھا کہ پرویز مشرف اقتدار سے علیحدگی کے بعد ترکی میں سکونت اختیار کریں گے مگر حالات کی ستم ظریفی کہ انہیں ہر طرف سے مایوسی کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں صدر کے استعفیٰ کی افواہوں کا بازار گرم رہا جس کی ایوان صدر سے بار بار تردید کی جاتی رہی مگر 18 اگست 2008ء کی صبح ایوان صدر میں ہلچل مچی اور دوپہر ایک بجے ٹیلی ویژن تقریر کے ذریعے آمر مطلق اپنے عہدے سے مستعفی ہو گیا۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

پاکستانی اور عالمی پریس کا استعفیٰ پر تبصرہ

پرویز مشرف کا استعفیٰ:

جنرل (ر) پرویز مشرف 8 سال 10 ماہ برسر اقتدار رہنے کے بعد منصب صدارت سے دستبردار ہو گئے۔ انہوں نے 12 اکتوبر 1999ء کو منتخب وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کا تختہ اُلٹ کر اقتدار پر قبضہ کیا اور تمام اختیارات اپنی ذات میں مرتکز کر لئے۔ اپنے پیش روؤں کی طرح آئین کو معطل کر کے عبوری آئینی حکم نافذ کیا اور اعلیٰ عدلیہ کے جن ججوں نے عبوری آئینی حکم (پی سی او) پر حلف اٹھانے سے انکار کیا' انہیں عدلیہ سے خارج کر دیا۔ آئینی تسلسل کا تاثر برقرار رکھنے کے لئے منتخب صدر محمد رفیق تارڑ کو ان کے عہدے پر برقرار رہنے دیا گیا لیکن 2001ء میں بھارت کے دورے پر جانے سے پہلے انہوں نے چیف ایگزیکٹو کا عہدہ چھوڑ کر منصب صدارت پر فائز ہونے کا فیصلہ کیا اور صدر سے مطالبہ کیا وہ اپنا عہدہ چھوڑ دیں۔ صدر نے اس خواہش کی تکمیل سے انکار کر دیا تو انہیں

ایک انتظامی حکم کے ذریعے علیحدہ کر دیا گیا اور خود اپنے آپ کو صدر مقرر کر دیا جس کی کوئی آئینی حیثیت نہیں تھی۔ دستور پاکستان کی رُو سے سیاست کا کوئی ملازم انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتا لیکن وہ کسی نہ کسی طرح سابقہ فوجی حکمرانوں کی طرح برسر اقتدار رہنے کا راستہ اپناتے رہے۔ 2007ء میں انہیں احساس ہوا کہ چیف جسٹس آف پاکستان اور ان کے کچھ برادر ججز ان کی بات سننے سے گریزاں ہیں اور باوردی شخص کو صدارتی انتخاب کے لئے نااہل قرار دینے کا فیصلہ سنانے کی جسارت بھی کر سکتے ہیں۔ ہمہ مقتدر جنرل پرویز مشرف کے لئے یہ بات باعثِ غیظ و غضب تھی کہ چیف جسٹس ان کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔ اس "گستاخی" کی سزا دینے کے لئے 9 مارچ 2007ء کو انہیں طلب کیا گیا اور مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو جائیں۔ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے انکار کر کے تاریخ کا رُخ پھیر دیا۔ حیرت انگیز طور پر وکلاء نے شدید ردعمل اور رنج و غم کا اظہار کیا اور ان کی قیادت میں تعلیم یافتہ طبقے کی ایسی شاندار اور پُرامن تحریک چل نکلی جس کی برصغیر میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ نو منتخب ایوانوں اور ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں کی طرف سے صدر کے مواخذے کا مطالبہ ڈیڑھ سال سے جاری اسی تحریک کا تسلسل تھا۔

اصولی طور پر صدر پرویز مشرف کو تو اس وقت اقتدار چھوڑ دینا چاہئے تھا جب سپریم کورٹ نے چیف جسٹس کے خلاف اُن کا ریفرنس مسترد کر کے چیف جسٹس کو بحال کر دی تھا۔ اس کے بعد انہیں 18 فروری کے انتخابی نتائج دیکھنے کے فوراً بعد اپنے عہدے سے دستبردار ہو جانا چاہیئے تھا لیکن انہوں نے طالع آزمائی کو ترجیح دی اور اپنی ہٹ دھرمی سے ملک کو ایک ایسے وقت کشیدگی اور محاذ آرائی کی طرف دھکیل دیا جب عالمی مارکیٹ میں پیٹرولیم' خوردنی تیل اور گندم کی عالمی قیمتوں میں سو فیصد سے بھی زیادہ اضافہ ہو چکا تھا اور پاکستان شدید معاشی بحران کی لپیٹ میں آ چکا تھا۔ انہوں نے آج سے چھ ماہ قبل ہی باوقار طریقے سے عہدہ چھوڑ دیا ہوتا تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر پاکستان سے سرمائے کی منتقلی نہ ہوئی ہوتی۔ گزشتہ جمعہ کے روز صدر کے استعفیٰ کی افواہ سن کر سٹاک

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ایکسچینج کے انڈیکس میں 400 سے زیادہ پوائنٹس کا اضافہ ہوا جبکہ سوموار کو استعفے کا اعلان سن کر یکا یک جوش وخروش پیدا ہوا اور انڈیکس میں مزید 423 پوائنٹ بڑھ گئے۔ ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قیمت بھی یکا یک ایک روپے 70 پیسے زیادہ ہوگئی۔

صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے قوم سے اپنے الوداعی خطاب میں تفصیل سے اپنے دور حکومت کا جائزہ پیش کیا اور اپنی کارکردگی کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے کہا یہ تجزیہ غلط ہے کہ موجودہ معاشی تباہی گزشتہ آٹھ سال کی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا آٹھ ماہ پہلے معیشت اچھی حالت میں تھی۔ زرمبادلہ کے ذخائر 17 ارب ڈالر تھے۔ ریونیو کا حجم ایک ہزار بلین روپے تک پہنچ چکا تھا اور سٹاک ایکسچینج کا انڈیکس 16000 کے لگ بھگ تھا۔ ڈالر کی قیمت 7 سال تک 60 روپے تک رکی رہی۔ پاکستان کو برازیل اور ہندوستان جیسے تیزی سے ترقی پذیر ملکوں کے بعد معاشی طور پر ابھرنے والے ملکوں میں شمار کیا جانے لگا تھا۔ انہوں نے مواصلات، تعلیم، صحت اور تعمیراتی کاموں کے بارے میں اپنی حکومت کی کامیابیوں کا ذکر کیا اور دعویٰ کیا کہ انڈسٹری بڑی تیزی سے پھیل رہی تھی۔ اقتصادی ترقی کے بارے میں ان کے دعویٰ کس حد تک درست ہیں، اس کا جائزہ لینے کا یہ موزوں وقت نہیں۔ حقائق اپنی اصل صورت میں ضرور ظاہر ہوں گے اور تاریخ ان کو محفوظ بھی کرلے گی لیکن اتنی سی بات واضح ہے کہ "آٹھ سالہ ترقی" تیل کی قیمتوں میں اضافہ کا ایک جھٹکا بھی برداشت نہ کرسکی اور زرمبادلہ کی مقدار 16 ارب ڈالر سے کم ہوکر 7 ارب ڈالر رہ گئی۔

جناب پرویز مشرف اور ان کے سیاسی پیروکاروں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ لوگ درحقیقت پوچھنا یہ چاہتے ہیں کہ پالیسیاں بنانے کا اختیار کابینہ کے پاس تھا یا صدر کی مرضی چلتی تھی۔ اسی ضمن میں آصف علی زرداری نے امریکہ سے ملنے والے دس ارب ڈالر کے بارے میں سوال اٹھایا تھا۔ مناسب ہوتا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں امریکی امداد اور جامعہ حفصہ کے بارے میں اٹھنے والے سوالات کو بھی موضوع بنایا ہوتا۔ جناب پرویز مشرف نے بڑے افتخار کے ساتھ فرمایا کہ انہوں نے 18 فروری کو نہایت شفاف اور دیانتدارانہ انتخابات کرائے۔ ہم گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ دیانت داری کوئی احسان نہیں۔ یہ انسانی اخلاق کا لازمی تقاضا ہے۔ کاش انہوں نے ریفرنڈم اور 2002ء کے انتخابات کا ذکر کیا ہوتا۔

جناب پرویز مشرف کی تقریر کے حوالے سے بات بہت طویل پکڑ گئی۔ فی الوقت اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے دیر ہی سے سہی درست فیصلہ کیا ہے۔ عام انتخابات کے بعد حکومتوں کے قیام کے باوجود محاذ آرائی سخت بے یقینی اور عدم استحکام کا باعث بن رہی تھی۔ سیاسی بحران کی وجہ سے معاشی بحران سنگین تر ہوتا جارہا تھا۔ جنرل (ر) مشرف کی طرف سے استعفیٰ دینے کے بعد مواخذے کا امکان بھی ختم ہوا۔ عوام اور سیاستدانوں کی ایک بڑی تعداد اس امر پر شدید غصے کا اظہار کررہی ہے کہ سابق صدر کا مواخذہ اور محاسبہ کیوں نہیں کیا گیا۔ اصولی طور پر یہ بات کتنی ہی وزنی کیوں نہ ہو، یاد رہنا چاہیئے کہ بعض معروضی حقائق کو ملحوظ رکھنا بھی ناگزیر ہوتا ہے۔ مواخذے کی صورت میں معاملہ طول پکڑ سکتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو معیشت پر بہت بُرے اثرات مرتب ہوسکتے تھے جبکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام توانائیاں معاشی صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے وقف کردی جائیں۔ جمہوریت ایک ارتقائی اور تدریجی عمل کا کام ہے۔ جمہوری نظام کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ جذبات سے ہٹ کر معروضی حقائق کی بنیاد پر ٹھنڈے دل سے فیصلے کئے جائیں۔ صدر کے استعفیٰ کے بعد لوگوں کی نظریں ججوں کی بحالی پر لگی ہوئی ہیں۔ آئین کی بالادستی قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام ججوں کو جنہیں زبردستی کام کرنے سے روک دیا گیا تھا، فوری طور پر بحال کیا جائے۔

مواخذے کا باب تو بظاہر بند ہوچکا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ سابق صدر پاکستان میں رہیں گے یا بیرون ملک منتقل ہوجائیں گے اگر انہوں نے ملک کے اندر رہنے اور سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا تو منظر بہت مختلف ہوگا اور ہوسکتا ہے محاذ آرائی کا باب بند نہ

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ہو۔ جنرل (ر) پرویز مشرف کی علیحدگی کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ کولیشن میں شامل بڑی پارٹیاں حالات سے کیسے عہدہ برآ ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستان کو اس وقت نہایت مشکل اور مخدوش حالات کا سامنا ہے۔ سوات اور قبائلی علاقوں میں بغاوت کی سی صورت حال، دہشت گردی و تخریب کاری، معیشت کی زبوں حالی، ناقابل برداشت مہنگائی اور غربت کی شدت میں اضافہ وہ اہم مسائل ہیں جن کا جلد از جلد حل تلاش کیا جانا لازم ہے۔ مسائل بلاشبہ نہایت گھمبیر ہیں لیکن عوام کی حمایت حاصل ہو اور انہیں متحرک بھی کیا جاسکتا ہو تو کوئی ایسی مشکل نہیں جس پر قابو نہ پایا جاسکے۔

(روزنامہ پاکستان)

■ ■ ■

صدر کا استعفیٰ، ایک درست فیصلہ

صدر پرویز مشرف نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے عہدہ صدارت سے مستعفی ہونے کا اعلان کیا اور کہا ہے کہ معروضی حالات اور وطن عزیز کو درپیش چیلنجز کے حوالے سے پہ نہایت سنجیدگی سے غور و فکر کرنے اور تصادم سے بچنے کا وقت ہے۔ اس ملک کے لئے میری جان بھی حاضر ہے میں ملک کو بحران سے نکالنا چاہتا ہوں میری خواہش ہے کہ ایسا کوئی قدم نہ اٹھاؤں جس سے غیر یقینی فضا میں اضافہ ہو' تصادم اور ٹکراؤ کی صورتحال جنم لے۔ میں پارلیمنٹ کو بھی سودے بازی سے بچانا چاہتا ہوں۔ اپنے ساتھیوں کو مشکل امتحان میں ہرگز ڈالنا نہیں چاہتا۔ پارلیمنٹ عدلیہ کے درمیان کشیدگی میں فوج کو ملوث ہوتے دیکھنا نہیں چاہتا لہٰذا تمام حالات و واقعات اور صورتحال کا سنجیدگی سے جائزہ لینے' قانونی مشیروں اور ساتھی سیاستدانوں سے وسیع تر مشاورت اور وسیع تر قومی و ملکی مفادات کی خاطر میں نے آج سے عہدہ صدارت سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا ہے اور اپنا استعفیٰ سپیکر قومی

Uploaded by HBC for
urdufans.com

اسمبلی کو بھیج دیا ہے۔ صدر نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں چاہئے میں ملک کے مستقبل کو قوم کے ہاتھوں میں چھوڑتا ہوں اور اس اطمینان کے ساتھ مستعفی ہونے کے بعد ایوان صدر سے واپس جارہا ہوں کہ ملک وقوم کی خاطر میں جو کچھ بھی کرسکتا تھا وہ میں نے کیا اور پوری دیانتداری سے فرائض انجام دیئے۔ ان کا کہنا تھا کہ بحیثیت انسان مجھ سے بعض معاملات میں کوتاہیاں بھی ہوسکتی ہیں اور ہوئی ہوں گی لیکن میری نیت میں کوئی کھوٹ نہ تھا اور نہ ہی میں نے عمداً ایسا کیا۔ میں نے حتی المقدور دیانتداری اور خلوص نیت سے فرائض انجام دیئے۔ مجھے یہ توقع ہے کہ قوم میری کوتاہیوں کو درگزر کرے گی۔ صدر کا کہنا تھا کہ انہیں حالات وواقعات کا تجزیہ کرنے کے بعد اس بات کا رنج ضرور ہے کہ پاکستان روبہ انحطاط ہے۔ عوام پریشان ہیں لیکن وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ حکومت عوام کو ان مشکلات اور مسائل سے نجات دلانے کی بھرپور کوشش کرے گی اور بحران سے ملک کو نجات دلائے گی۔

صدر مشرف نے اپنے دور اقتدار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے میڈیا کو مکمل آزادی دی اور آج وہ ایک آزاد میڈیا چھوڑ کر جارہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ میرے بہت سے خیر خواہ مجھے عہدہ صدارت پر فائز اور قائم رہنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ ان کی توقع مجھ سے مختلف ہوسکتی ہے میرے بعض ساتھی مجھے مفاہمت ومصالحت کی بجائے دوسری راہ پر ڈالنا چاہتے تھے لیکن میرا یہ فیصلہ بالکل حقیقت پسندانہ ہے اور مجھے قوی امید ہے کہ میرے ساتھی اسے وسیع تر قومی اور ملکی مفاد کی خاطر قبول کریں گے۔ عہدہ صدارت سے الگ ہونے کے بعد بھی سب سے پہلے پاکستان میرے دل میں رہے گا۔ صدر کا کہنا تھا کہ انہوں نے کھل کر دل کی بات کہی ہے گزشتہ چند ماہ سے میرے دل میں ایک خلفشار تھا اور مجھے امید ہے کہ میرے بغیر بھی قوم پوری طاقت کے ساتھ اٹھے گی اور درپیش چیلنجز کا پوری قوت سے مقابلہ کرے گی۔ مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قوم میں بڑی ذہنی وفکری صلاحیتیں ہیں اور ہم تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ پھر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں تصادم اور محاذ آرائی سے بچنا چاہئے میں نے جو فیصلہ کیا ہے یہ ملک وقوم کے مفاد میں ہے۔ لہٰذا اسے خوش دلی سے قبول کرلیا جائے۔ صدر نے اس موقع پر پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ افواج پاکستان نے مجھے بڑی عزت اور محبت

دی میں اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ پاکستان کی مسلح افواج نے ملک وقوم کی سلامتی اور بقاء کے لئے بڑی قربانیاں دے کر ملک کو بچایا، اس پر میں مسلح افواج کو سلام پیش کرتا ہوں، میں اپنے تمام سیاسی اور غیر سیاسی رفقاء حکومت سازی میں تعاون کرنے والوں کا بھی شکر گزار ہوں انہوں نے مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا۔ سول سرونٹس، بیوروکریسی کا شکریہ ادا کرنا بھی میری ذمہ داری ہے اپنے ساتھیوں اور ایوان صدر کے سٹاف ممبران کو بھی میں فراموش نہیں کرسکتا ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھ سے بھرپور تعاون کیا اور میرے کام کو آسان بنادیا۔ صدر نے آخر میں پاکستانی عوام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پاکستان کی سلامتی اور بقاء کی دعا کی اور کہا کہ ''خدا پاکستان کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ملک سازشوں سے محفوظ رہے۔''

صدر نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت ملک کے حالات کے حوالے سے مجھے اس امر کا احساس ہے کہ آج اہم فیصلوں کا دن ہے۔ 9 سال قبل جب میں نے اقتدار سنبھالا تو ملک کے حالات نہایت ابتر تھے اور ملک کو دیوالیہ قرار دیئے جانے کے خدشات بڑھتے جارہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے 9 سالہ دور کی کارکردگی، ملک کی تعمیر وترقی، عوام کی خوشحالی اور ان کے مسائل کے حل کے لئے کئے جانے والے اقدامات، نرتی یافتہ اور پسماندہ علاقوں کے درمیان عدم مساوات ختم کرنے، قومی معیشت کے استحکام، تعلیم کے فروغ، خواندگی کے خاتمے، زرعی معیشت کی ترقی، ضلعی نظام حکومت کی ترویج اور امن وامان کی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے اپنی کوششوں پر تفصیلی روشنی ڈالی اور پھر اپنے خلاف سیاسی حریفوں اور حکمران اتحاد کی طرف سے مواخذہ کے لئے اٹھائے جانے والے اقدامات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ کشیدگی اور محاذ آرائی ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن افسوس کہ ان کی ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں اور ایوان صدر پر سازش کی الزام تراشی کی جاتی رہی، چارج شیٹ دینا بلاشبہ پارلیمنٹ کا حق ہے اور اس کا جواب دینا میرا حق ہے۔ میرے خلاف کوئی الزام ثابت نہیں ہوسکا لیکن میں ملک کی آبرو اور ایوان صدر کا وقار بچانے اور ملک کو بحران سے نکالنے کے لئے اپنے عہدے سے مستعفی ہورہا ہوں۔

صدر پرویز مشرف نے استعفیٰ دے کر ملک کو اس انتہائی بے یقینی کی صورتحال سے نکال دیا ہے جس سے ملک وقوم آج دوچار ہے۔ ملک کے حالات کا تقاضا ہے کہ اس فیصلے کا

Uploaded by HBC for
urdufans.com

پرویز مشرف مستعفی ہو گئے
حکمران اتحاد کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں

حکمران اتحاد اور ایوان صدر کے مابین طویل اور اعصاب شکن کشمکش کے بعد صدر پرویز مشرف اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ یوں 18 فروری کے عام انتخابات کے بعد جو سیاسی بحران چلا آ رہا تھا اس کا ڈراپ سین ہو گیا۔ صدر مشرف نے استعفے کا اعلان پیر کے روز قوم سے اپنے آخری خطاب کے دوران کیا۔ ٹی وی اور ریڈیو پر ایوان صدر سے اپنے براہ راست خطاب میں انہوں نے کہا کہ وہ مستعفی ہونے کا فیصلہ پاکستان اور جمہوریت کے وسیع تر مفاد میں کر رہے ہیں۔ اپنی تقریر کے دوران انہوں نے اپنے آٹھ سالہ دور اقتدار میں حاصل ہونے والی کامیابیوں کا ذکر کیا اور مختلف شعبوں میں ہونے والی ترقی کے بارے میں قوم کو مطلع کیا۔ انہوں نے وضاحت کی "یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ساری خرابیاں گزشتہ آٹھ نو برس کے دوران پیدا ہوئی ہیں یہ درست

نہیں مقدم کیا جائے۔ یہ درست ہے کہ ملک میں جمہوری طاقتوں، وکلاء برادری، سول سوسائٹی کے لوگ ایسے تھے جنہیں جانے والے صدر سے بہت سی شکایات تھیں اور انہیں ایک کرب سے بھی گزرنا پڑا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کی جانب سے اس فیصلہ پر خوشی کا اظہار کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر مٹھائیاں بھی تقسیم کی گئی ہیں لیکن ملک جن خطرات سے دوچار ہے اس کے پیش نظر انتقام و نفرت کی سیاست کو ختم کر کے مفاہمت، اتحاد و تعاون کی فضا کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ صدر نے خود کہا ہے کہ ماضی کو فراموش کر کے آگے دیکھنے کی ضرورت ہے اور ملک کی حکمران سیاسی جماعتوں ہی نہیں دوسری تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں سے بھی یہ توقع کی جانی چاہیئے کہ صدر پرویز مشرف کے چلے جانے کے بعد سب مل کر ملک میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کو مستحکم اور ایسا مضبوط بنانے کے لئے اقدام کریں کہ آئندہ کسی کو غیر آئینی حرکت کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری نے برسر اقتدار آتے ہی سیاسی مفاہمت کی نہ صرف بات کی تھی بلکہ اس حوالے سے مثبت اقدام بھی کئے گئے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ مفاہمت کے سفر کو جاری رکھا جائے۔ پارلیمنٹ میں حکمران پارٹیوں اور اپوزیشن کے درمیان "اچھے تعلقات کار" قائم کرنے کے لئے نہ صرف اقدام کئے جائیں بلکہ انہیں ہر حکومتی فیصلہ میں شریک کرنے کے لئے ان سے مشاورت بھی کی جائے۔ جمہوریت میں "ڈائیلاگ" بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور انہیں جاری رکھا جائے۔ ملک میں موجود "سیاسی کشیدگی" اور بے چینی کو ختم کرنے کے لئے فوری طور پر آپس میں مفاہمت قائم کی جائے اور ماضی کی تلخیوں کو فراموش کر کے آگے بڑھا جائے کیونکہ حکمرانوں کو اس وقت ہوشربا مہنگائی، لوڈ شیڈنگ، اقتصادی بحران کا سامنا ہے۔ یہ کہا جاتا رہا ہے اور کسی حد تک درست بھی ہے کہ عام انتخابات کے بعد جو سیاسی کشیدگی پیدا ہوئی تھی اس کی وجہ سے عوام کو درپیش مسائل کے تدارک کے لئے وہ کچھ نہیں کیا جا سکا جو ہونا چاہئے تھا۔ اب حکمران کولیشن ایک اہم معرکہ میں کامیاب ہو گئی ہے تو اسے عوام کی طرف خصوصاً مالی بحران کے سدباب کے لئے ہنگامی بنیادوں پر کام کرنا ہو گا اور عوام کے لئے ریلیف پیکج کا بھی اعلان حکومت کی اولین ترجیح ہونی چاہیئے۔

(روزنامہ جنگ)

Uploaded by HBC for
urdufans.com

نہیں ہے۔" انہوں نے کہا کہ ان کے دور اقتدار میں پاکستان نے تمام شعبوں میں ترقی کی لیکن اب گزشتہ چند ماہ سے وہ پاکستان کو زوال پذیر ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کے دور میں زرمبادلہ کے ذخائر بڑھ رہے تھے اور صنعتی شعبہ ترقی کر رہا تھا لیکن ترقی کا یہ عمل اب رکتا ہوا محسوس ہو رہا ہے کیونکہ چینی وغیر چینی سرمایہ کاروں نے مختلف منصوبوں میں سرمایہ لگانا ترک کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ وہ پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے اور اس سارے عرصے کے دوران انہوں نے کئی بار ملک کو بحرانوں سے نکالنے کی کوشش کی۔ آخر میں انہوں نے پاکستان کے روشن مستقبل کے لئے دعا کی۔

صدر پرویز مشرف کا مستعفی ہونے کا فیصلہ اس حوالے سے بروقت اور مناسب قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس کے نتیجے میں ملک میں کئی ماہ سے جاری غیر یقینی صورت حال کا خاتمہ ہو جائے گا اور فروری میں منعقد کئے گئے انتخابات کے نتیجے میں منتخب ہونے والی حکومت کو ملکی معاملات پر اپنی مرضی کے مطابق چلانے کا موقع ملے گا جس سے پاکستان کے کچھ مسائل حل ہونے کی راہ ہموار ہوگی۔ فروری میں ہونے والے انتخابات کے بعد پرویز مشرف بطور صدر بار بار یہ کہتے رہے کہ وہ کسی بھی سیٹ اپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہیں تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی جانب سے حکمران اتحاد میں شامل جماعتوں کو اعتماد میں لینے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی۔ کسی ملک کا نظام حکومت اسی وقت چلتا ہے اور ملکی مسائل اسی وقت حل ہوتے ہیں جب اس کے سارے شعبوں میں ہم آہنگی ہو۔ حکومت اور ایوان صدر کے درمیان مناسب رابطہ و مفاہمت ہو اور دونوں اپنے اپنے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے اپنے آئینی فرائض سرانجام دیتے رہے لیکن فروری کے بعد سے اب تک ایسی کوئی مفاہمت نظر نہیں آئی اور حکومت اور ایوان صدر کے درمیان مسلسل ایک فاصلہ برقرار تھا۔ اس فاصلے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ پرویز مشرف نے اپنے دور اقتدار کے دوران فروری 2008ء کے انتخابات کے نتیجے میں منتخب ہونے والی دونوں بڑی جماعتوں کے سربراہان کو نہ صرف جلاوطن کے رکھا بلکہ کئی بار یہ بھی کہا کہ ان کو واپس نہیں آنے دیا جائے گا اس فاصلے کے قائم رہنے کی ایک اور وجہ حکومت اختلافات تھے جن کا سبب یہ ہے کہ 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے اسی مسلم لیگ (ن) کی منتخب جمہوری حکومت کا تختہ الٹ کر اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف کو نہ صرف برطرف کیا بلکہ انہیں گرفتار کرا کے ان کے خلاف مقدمہ بھی چلایا تھا۔ اس کے بعد نواز شریف اور ان کے بھائی شہباز شریف کو بمعہ اہل خانہ سعودی عرب جلاوطن کر دیا گیا اور اس حوالے سے یہ اعلان کیا گیا کہ یہ جلاوطنی باقاعدہ ایک معاہدے کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے علاوہ اے این پی اور ایوان صدر کے درمیان بھی خاصی دوریاں تھیں۔ مولانا فضل الرحمن جن کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ وہ حکمران اتحاد کی پالیسی سے اتفاق نہیں رکھتے وہ بھی صدر کو مستعفی ہونے کا مشورہ دے چکے تھے' یہاں تک کہ صدر کے اپنے اتحادیوں نے بھی انہیں عزت سے گھر جانے کا مشورہ دیا' اس طرح انہوں نے صدارت سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ عدم تعاون کی یہ فضاء برقرار رہتی تو حکومتی اور ملکی معاملات میں ایک تعطل قائم رہنا تھا اور بے یقینی کی صورت حال ختم نہیں ہونا تھی۔ صدر پرویز مشرف کے مستعفی ہونے کے بعد جمہود کی یہ کیفیت ختم ہونے کی امید پیدا ہوئی۔ یہ بات بھی طے ہے کہ صدر اگر مستعفی ہونے کا فیصلہ نہ کرتے تو پھر بات مواخذے تک پہنچنا تھی حکمران اتحاد جس کا تہیہ کر چکا تھا اور اس سلسلے میں ایک چارج شیٹ تیار کر لی گئی ہے یہ بھی واضح ہے کہ اگر صورتحال مواخذے تک پہنچتی تو پھر بہت سے پنڈورا بکس کھل جاتے اور ملک و قوم ایک عجیب نوعیت کی بحث میں الجھ کر رہ جاتے جس سے مزید مسائل پیدا ہوتے اور موجودہ تعطل مزید گہرا ہو جاتا۔ صدر نے اپنے خطاب میں یہ بھی کہا کہ ان کے بعض رفقاء ان کو دوسرا راستہ اختیار کرنے کا بھی کہہ رہے تھے لیکن انہوں نے ملکی مفاد میں مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر پرویز مشرف اٹھاون ٹوبی کے استعمال کا فیصلہ کرتے تو عوام نے یہ فیصلہ آسانی کے ساتھ برداشت نہیں کرنا تھا اور فوج نے بھی اس سلسلے میں پرویز مشرف کا ساتھ نہیں دینا تھا کیونکہ آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے فوج کو سیاست سے علیحدہ

Uploaded by HBC for
urdufans.com

رکھنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ انہوں نے مختلف تقاریب میں خطاب کے دوران ایسے اشارے بھی دیئے جس کا مطلب یہی تھا کہ فوج سیاسی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت پر یقین نہیں رکھتی۔ موجودہ سیاسی بحران کے دوران پاک فوج کا یہ کردار سراہے جانے کے قابل ہے۔

سابق صدر پرویز مشرف کے دور اقتدار کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ گزشتہ آٹھ نو برسوں کے دوران ہمارے ملک کو متعدد مسائل اور بحرانوں کا سامنا رہا ہے۔ ہماری معیشت کمزور تھی' بھارت کے ساتھ کشیدگی برقرار تھی اور نائن الیون کے واقعات کے بعد ہمیں دہشت گردی کے خلاف فرنٹ لائن سٹیٹ کا کردار بھی ادا کرنا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان نے طالبان کے حوالے سے اپنی پالیسی میں یوٹرن لیا اور ہم امریکہ کی نگرانی میں اس خطے میں دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کا حصہ بن گئے۔

سابق صدر اور ان کے حامیوں کا خیال ہے کہ اس حوالے سے انہوں نے جو پالیسیاں اختیار کیں وہ بالکل درست تھیں اور انہی کی وجہ سے پاکستان کی سلامتی اور بقا کو یقینی بنایا جا سکتا ہے لیکن سیاست دانوں' دانشوروں اور اہل علم کی اکثریت کا استدلال یہ ہے کہ نائن الیون کے بعد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے حوالے سے ان کی پالیسیاں درست نہ تھیں اور ان کی وجہ سے پاکستان کی مشکلات میں نہ صرف اضافہ ہوا ہے بلکہ اس کی شمال مغربی سرحد بھی غیر محفوظ ہو گئی ہے اور ملک میں انتہا پسندی اور شدت پسندی بڑھ گئی ہے۔ اس رائے کو آسانی سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک امریکہ دنیا کی سپر طاقت ہے اور نائن الیون کے بعد صدر بش کے ارادے بھی خطرناک تھے، اس کے باوجود اگر مناسب حکمت عملی سے کام لیا جاتا تو معاملات کو زیادہ بہتر انداز میں سنبھالا جا سکتا تھا۔ امریکہ کے ساتھ بغیر سوچے سمجھے جس طرح غیر مشروط تعاون کی پالیسی اختیار کی گئی' اس کے نتیجے میں افغانستان میں بڑے پیمانے پر جانی نقصان ہوا، اس کے ساتھ ساتھ پاکستان بھی بدترین دہشت گردی کی لپیٹ میں آ گیا۔ سابق صدر نے اپنی الوداعی تقریر میں یہ دعویٰ بھی کیا کہ ان کے دور اقتدار میں ملک معاشی لحاظ سے مستحکم ہوا اور ہمارے زرمبادلہ کے ذخائر 17 ارب ڈالر تک پہنچ گئے

تھے۔ اقتصادی ماہرین اس حوالے سے ایک الگ کہانی بیان کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ زر مبادلہ کے ذخائر میں یہ اضافہ امریکی امدادی رقوم اور دوسرے ممالک سے پاکستانیوں کی ترسیلات بڑھنے کے باعث ہوا اور کرنسی کی قدر برقرار رہنے کی بھی یہی وجہ ہے لہٰذا اسے حقیقی معنوں میں ترقی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس حوالے سے کون سچا ہے اور کون دروغ گوئی سے کام لے رہا ہے یہ تو تحقیق کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے فی الوقت حالات یہ ہیں کہ ملک میں افراط زر کی شرح بے تحاشہ بڑھ چکی ہے لوگ مہنگائی کے ہاتھوں تنگ آ کر خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں۔ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے معیشت کے علاوہ معاشرت بھی متاثر ہو رہی ہے اور امن و امان کی صورت حال بھی تسلی بخش قرار نہیں دی جا سکتی۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کے حالات بھی سب کے سامنے ہیں صوبہ سرحد اور بلوچستان جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے اس کی ذمہ داری موجودہ حکومت پر نہیں ڈالی جا سکتی' یہاں کے حالات کی خرابی کی بنیاد صدر پرویز مشرف نے ہی رکھی۔ پرویز مشرف اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے ہیں لیکن اپنے پیچھے وہ مسائل کا انبار چھوڑ گئے ہیں۔ معزول ججوں کی بحالی' معیشت کی زبوں حالی اور دہشت گردی کے خلاف جنگ جیسے معاملات جوں کے توں موجود ہیں۔ مسائل کی ایک طویل فہرست ہے جنہیں حل کرنے کے لئے حکمران اتحاد کو زبردست معاملہ فہمی' دوراندیشی اور زیرکی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

قبل ازیں حکومت کے پاس کچھ نہ کرنے کا یہ جواز موجود تھا کہ ایوان صدر ان کی راہ میں حائل ہے' اب یہ جواز ختم ہو گیا ہے حکومت کو جلد از جلد نئے صدر کا اعلان کرنا چاہئے کہ جو معاملات کافی عرصے سے تعطل کا شکار ہیں وہ بحال ہو سکیں اور معاشی سرگرمیاں معمول پر آ سکیں۔ صدر کے رخصت ہونے کے بعد حکومت پر معزول ججوں کی بحالی کرنے کے سلسلے میں دباؤ بڑھنا لازمی امر ہے۔ حکومت کو اس معاملے پر بھی سنجیدگی کے ساتھ غور کرتے ہوئے جلد از جلد کوئی فیصلہ کرنا چاہئے کیونکہ جب تک عدلیہ مکمل طور پر بحال نہیں ہوتی اس وقت تک حکومت کے لئے نہ تو امور مملکت چلانا آسان ہوگا اور نہ ہی عوام کو انصاف کی بروقت فراہمی ممکن ہو سکے گی۔ امید کی جاتی ہے کہ صدر کے مستعفی ہونے کی صورت میں پیدا

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ہونے والی تبدیلی حکمرانوں کو حوصلہ فراہم کرے گی اور وہ زیادہ جوش اور جذبے کے ساتھ عوام کے مسائل حل کرنے پر توجہ دے سکیں گے۔

یہ بات درست ہے کہ حکمران اتحاد نے صدر کو ہٹا کر ایک بڑی کامیابی حاصل کی تاہم حقیقت یہ ہے کہ صدر کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد حکمران اتحاد کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ عوام کی جمہوری حکومت سے بہت زیادہ توقعات وابستہ ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) اپنا اتحاد برقرار رکھیں اور پانچ برس تک حکومت چلائیں۔ حکمران اتحاد کو عوام کی ان توقعات پر پورا اترنا ہوگا۔ مخالفت برائے مخالفت اور انتقام کی سیاست کا خاتمہ کر کے ہی جمہوریت کی منزل تک پہنچا جا سکتا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ سیاسی جماعتیں ماضی سے سبق سیکھیں اور کوئی ایسی غلطی نہ کریں جس کے نتیجے میں جمہوریت کو نقصان پہنچے۔ حکومت میں شامل جماعتیں اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تمام تر صلاحیتیں اور وسائل بروئے کار لائیں تا کہ عوام کے مسائل حل ہو سکیں۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ اگر حکومت نے اب بھی عوام کے مسائل حل کرنے پر توجہ نہ دی تو ایک دن ان کے جانے پر بھی اسی طرح مٹھائیاں بانٹی جا سکتی ہیں جس طرح گزشتہ روز پرویز مشرف کے مستعفی ہونے پر بانٹی گئیں۔

(روزنامہ ایکسپریس)

بدلتا پاکستان اور امریکی سوچ

پرویز مشرف کی ایوان صدر سے رخصتی کے بعد امریکی حکومت ایک ایسے منظر ے کا سامنا کرنے پر مجبور ہوگئی ہے جس کے بارے میں وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی ایک ایا پاکستان جس پر ان کے قابل اعتبار جنرل کی حکومت نہیں رہی۔ حتیٰ کہ پاکستانی فوج بھی ے اشارے دینے لگی تھی کہ وہ مشرف کی مزید حمایت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ جس کے نتیجے میں مشرف کے دوستوں کی تعداد بہت کم رہ گی۔

ہر کسی کی زبان پر ایک ہی سوال تھا۔ پرویز مشرف کتنی دیر عہدہ صدارت پر براجمان رہیں گے۔ بہت سے تجزیہ نگار کئی دنوں سے یہ کہہ اور لکھ رہے تھے کہ اب موصوف کے دن گنے جا چکے ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ پرویز مشرف نے پارلیمنٹ کی جانب ے مواخذے کا سامنا کرنے کی بجائے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس صورتحال نے امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں خاص کر برطانیہ کو ایک دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔

Uploaded by HBC for
urdufans.com

اپنی روایات کے عین مطابق امریکہ نے پاکستان میں اپنے تمام مفادات ایک فوجی حکمران جنرل مشرف سے منسلک کر دیئے تھے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ پرویز مشرف امریکی حکومت کی آنکھ کا تارا بنے رہے۔ پھر نائن الیون کا سانحہ رونما ہوا اور مشرف امریکہ کی عالمی جنگ دہشت گردی کا حصہ بن گئے۔ پاکستانی قوم کی غالب اکثریت مشرف کی قبائلی علاقوں میں شدت پسندوں کے خلاف جنگ کی مخالف رہی۔ اُن کے خیال میں امریکہ کی اس غیر ضروری دخل اندازی نے پاکستان کو غیر محفوظ کر دیا ہے۔ امریکہ کو سمجھ لینا چاہیئے کہ مشرف کے خلاف مواخذے کی رائے شماری میں پاکستانی درحقیقت امریکہ اور اس کی پاکستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے طریقۂ کار کے خلاف ووٹ دینا چاہتے تھے۔

مخلوط حکومت کے نمایاں قائدین ''مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں نواز شریف' پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری اور وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے قبائلی علاقوں میں مذاکرات کے ذریعے مسائل کے حل کو ترجیح دی کیونکہ وہ اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ پرویز مشرف کی جارحانہ پالیسیوں نے کچھ قبائلی عناصر کو انتہا پسندی کی جانب دھکیلا۔ ان عناصر کو یہ محسوس ہونے لگا کہ گویا دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے نام پر ان کے مذہب' ثقافت اور تشخص پر حملہ کیا جا رہا ہے۔

پرویز مشرف کی رخصتی سے اس بات کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ خطے میں دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکی ترجیحات تیزی سے تبدیل ہونے جا رہی ہیں جو کہ ہمیشہ سے پاکستانی عوام کا مطالبہ رہا ہے۔ پاکستان امریکہ کا اہم نائن نیٹو اتحادی ہے مگر امریکہ کی ہٹ دھرمی' دھونس اور پرویز مشرف کی پالیسیوں کی وجہ سے پاکستانی عوام امریکہ سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ امریکہ قبائلی علاقوں میں کیا پالیسیاں اختیار کر سکتا ہے؟ تو سب سے پہلے یہ کہ امریکہ کو قبائلی علاقوں میں نسبتاً مہذب' بہتر اور نرم پالیسی اپنانا ہوگی۔ جس کے نتیجے میں طاقت کا توازن برقرار رہے۔ امریکہ کو قبائلیوں تک پہنچ کر

ان کی پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے وگرنہ اسے پرویز مشرف کا ساتھ دینے کا شدید خمیازہ بھگتنا پڑ سکتا ہے کیونکہ پرویز مشرف کو تو اپنے دور حکومت کی غیر مقبول پالیسیوں کے باعث حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ پرویز مشرف کی رخصتی کے اثرات پاک امریکہ تعلقات پر بھی لازماً پڑیں گے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اب وہ شدت پسند گروپ مزید تقویت پکڑیں گے جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ امریکہ جنگ دہشت گردی کی آڑ میں دراصل اسلام پر حملہ آور ہے۔

مشرف کے اقتدار سے علیحدگی نے مجھے بھی بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کچھ سال قبل مجھے مسلم دنیا کے حوالے سے اپنے ایک تحقیقی مقالے کے سلسلے میں راولپنڈی میں سابق صدر پرویز مشرف سے ایک گھنٹہ ملاقات کا موقع ملا تھا۔ مجھے اس ملاقات میں پرویز مشرف بہت پرجوش اور پرعزم نظر آئے۔ ان میں بہت خوبصورت حس مزاح بھی موجود تھی وہ اسلام اور پاکستان کے بارے میں بہت جذباتی تھے خاص کر سعودی عرب کے دورے کے دوران حج کے تاثرات بارے میں بتاتے رہے۔ انہوں نے اسلامی روایات و ثقافت اور مغربی روایات و ثقافت کے درمیان ہم آہنگی کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مغربی انداز اپنائے بغیر بھی بیک وقت جدت پسند مسلمان ہونا ممکن ہے۔ تاریخ کے بارے میں بات کرتے ہوئے انہوں نے نپولین بوناپارٹ کے لئے بھی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

میری ذاتی رائے ہے کہ وہ خود کو بھی ایک محب وطن فوجی رہنما کے طور پر دیکھتے تھے جو فوج کے ذریعے پاکستان میں مذہبی اور معاشرتی اصطلاحات نافذ کرنا چاہتے تھے۔

پرویز مشرف کے اس خواب کے شرمندۂ تعبیر نہ ہونے کا کچھ سبب تو لامحدود اختیارات کے حصول کی ان کی اپنی خواہش تھی اور کچھ واشنگٹن کی جانب سے دہشت گردوں پر حملوں کی غیر دانشمندانہ ہدایات پر عمل کرنا۔ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ پاکستان کے بارے میں مشرف کا خواب' بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ویژن سے ملتا جلتا تھا۔ جنہوں نے 1947ء میں انسانی حقوق' قوانین اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کو بنیاد بنا کر

Uploaded by HBC for
urdufans.com

ایک جدید جمہوری اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈالی تھی۔ یہی وہ ویژن ہے جس کی جانب امریکہ اور پاکستانی حکومت کو واپس آنا ہوگا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ پاکستان پرویز مشرف سے اگلے دور میں داخل ہو چکا ہے تو اس سے مراد عدلیہ کو مضبوط کرنا' انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کرنا اور پاکستانی سول سروس کو دوبارہ متحرک کرنا ہے جس کے بارے میں قائداعظم" نے کہا تھا کہ یہ ملک کا فولادی ڈھانچہ ہے مگر بدقسمتی دیکھئے کہ پرویز مشرف نے اس فولادی ڈھانچے کو بھی اپنے اقتدار کی خاطر منہدم کر دیا تھا۔

پرویز مشرف اب قصۂ ماضی بن چکے' ملک کا مستقبل اب پاکستانی عوام کے اپنے ہاتھوں میں آچکا ہے۔ ایسے میں امریکہ مضبوط قیادت کی فراہمی میں مدد اور جمہوری اداروں کی مضبوطی کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کر کے پاکستان جیسے اتحادی کی مدد کر سکتا ہے۔ امریکہ اگر پرویز مشرف کے دور والی پالیسیاں جاری رکھنے پر مصر رہا اور دوسری طرف ملک میں امن وامان کی صورتحال بہتر نہ ہو سکی تو یاد رکھئے پاکستان کو ایک بار پھر آمریت کے شکنجوں میں جکڑے جانے سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

(فرینکی مارٹن..... ''دی گارڈین'')